Ansari Memorial Series

شیخ الاسلام ڈاکٹر

محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری علیہ الرحمۃ

(حیات و خدمات)

مؤلف
علامہ ڈاکٹر حامد علی علیمی

ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز

Great Thinker of Islam

شیخ الاسلام ڈاکٹر

محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

(حیات و خدمات)

مؤلف

علامہ ڈاکٹر حامد علی علیمی

(فاضل جامعہ علیمیہ اسلامیہ و ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی)

ناشر

ادارۂ تحقیق و نشریاتِ اسلامی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز،

اسلامک سینٹر، بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی

021-36627021, 021-36644156

نام کتاب : شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

تالیف : علامہ ڈاکٹر حامد علی علیمی

طبع اول : جمادی الاولیٰ، ۱۴۳۲ھ / اپریل، ۲۰۱۱ء

طبع ثانی : ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ / فروری ۲۰۱۵ء

تعداد: : ۵۰۰

صفحات: : ۴۰۰

Rs.400/-

ناشر

ادارۂ تحقیق و نشریاتِ اسلامی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز،

اسلامک سینٹر، بلاک بی نارتھ ناظم آباد، کراچی

021-36627021, 021-36644156

Web site: www.wfim.org

E-mail: info@wfim.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

شیخ محمد جعفر قادری علیمی اور شیخ منظر کریم رحمۃ اللہ علیہما کی بارگاہ میں

جنہوں نے ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کے نقوشِ اول محفوظ کیے، یہی نقوش حیاتِ انصاری کے تذکرہ نگاروں لیے مشعلِ راہ بنے۔ شیخ جعفر علیمی رحمۃ اللہ علیہ کی سُریلی اور شیریں آواز میں جمعہ و عیدین کی دعا آج بھی کانوں میں رَس گھولتی ہے شیخ صاحب ہمیشہ ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ رہے اور اُن ہی کے پہلو میں آج آرام فرما ہیں، شیخ منظر کریم رحمۃ اللہ علیہ کی اَن تھک کوششوں کی بدولت گلستانِ انصاری آج تک ہرا بھرا اور لہلہاتا ہے

ان دونوں کے بعد شرفِ ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور محترم و مکرم جناب خلیل احمد رانا حفظہ اللہ کے نام، جو اردو زبان میں اولین تذکرہ لکھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے فیض کو جاری و ساری رکھے، آمین۔۔۔!

نگاہِ کرم کا طالب

ڈاکٹر حامد علی علیمی

Contact: 0321-2937062

hamidali41@gmail.com

فہرستِ مضامین

سخنِ انصاری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ○

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں والدِ محترم ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے ایک "عظیم گلستان" کی خدمت گزاری کا موقع دیا۔ الحمد للہ ہمارے یہاں کے طلبہ کا عالمِ اسلام میں اپنا ایک منفرد مقام ہے۔ یہاں کے فاضلین دینی درسگاہوں میں بھی خدمت انجام دے رہے ہیں، کالجز اور یونیورسٹیز میں بھی اور مختلف تحقیقی اداروں میں بھی اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو مزید ترقیاں عطا کرے۔

میرے لیے یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ اب گزشتہ کئی سالوں سے ابا جان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ہمارے ہاں کے فاضلین تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ یہ کام اردو، انگریزی اور عربی میں ہو رہا ہے، جس کے تحت ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ جات بھی لکھے جا رہے ہیں۔

محترم ڈاکٹر حامد علی علیمی بھی اسی گلستان کے مہکتے پھولوں میں سے ہیں، جو کئی سال سے مسلسل ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پر مختلف پہلوؤں سے تحقیق کر رہے ہیں، پہلے انہوں نے ابا جان رحمۃ اللہ علیہ انگریزی خطبات کا اردو میں ترجمہ کیا

تھا، جو ادارۂ تحقیق ونشریاتی اسلامی (ورلڈ فیڈریشن) سے دو حصوں میں شائع ہو چکا ہے، تاکہ اردو دان طبقہ بھی ان سے فیض یاب ہو سکے۔ اب ڈاکٹر حامد علی علیمی صاحب نے اردو زبان میں ایک ضخیم تحقیقی کام ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر کیا ہے، جو نہایت عمدہ وجامع ہے، اس پر محترم حامد علی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ہم اسے بھی Ansari Memorial Series یعنی "سلسلۂ اشاعت بیاد مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ" کی ایک کڑی کے طور پر "ادارۂ تحقیق ونشریاتِ اسلامی" کے تحت شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو قبول فرمائے اور ہمیں اس مقدس مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق بخشے۔ آمین!

مصطفیٰ فاضل انصاری

(صدر، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز)

عرضِ مؤلف

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا مؤثر کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے، نبی کریم خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانۂ مبارک سے لے کر آج تک بے شمار سعادت مند اس خدمتِ دینی کو انجام دیتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ روزِ حشر تک جاری رہے گا۔ ہمیں یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اے اللہ! ہمیں بھی اپنے دین کی خدمت اور اس کے غلبہ کے لیے کام کرنے والوں میں قبول فرما، تاکہ ہم بھی دنیا وآخرت میں فلاح پانے والوں میں سے ہو جائیں۔ عجب بات ہے کہ ایک طرف تو اِن سعادت مندوں کا ذکرِ خیر آج بھی کیا جاتا ہے اور ان کی خدماتِ جلیلہ کو بیان کیا جاتا ہے، یہ ضرور ہونا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا [مریم: (۹۶)]

ترجمہ: "بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبّت کردے گا"۔

جبکہ دوسری طرف دشمنانِ دین کا نام ونشان تک مٹ چکا ہے اور آج کوئی اپنی نسبت ان سے کرنے کو تیار نہیں، ہاں عبرت حاصل کرنے کے لیے ان کے انجامِ بد کا ذکر البتہ کبھی کبھار کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا حافظ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی علم و فضل سے مزین نورانی شخصیت بھی ان سعادت مندوں میں سے ہے، جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ آپ سیّاح عالم، مبلغ، مفکر، محقق، مصنف، صحافی، جامع علومِ شرقیہ و مغربیہ عالم شریعت، سالکِ راہِ طریقت، فاضل فلسفۂ جدیدہ و دیگر علوم حاضرہ ہیں۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ تر تصنیفی اور تقریری مواد انگریزی زبان میں ہے اسی لیے کافی عرصے سے اس امر کی ضرورت تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے بارے میں بزبانِ "اردو" کوئی جامع کتاب تحریر کی جائے، جو اردو داں طبقہ کے ہر خاص و عام کے لیے مفید ثابت ہو۔ تادمِ تحریر (۲۰۱۵ء) تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزرنے میں کچھ یوں ہوا کہ درست مواد کی کم یابی یا نایابی کی وجہ سے مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے بارے میں مختلف اوقات میں عجیب و غریب شکوک و شبہات پیدا ہوئے اور لوگ ان کا شکار ہونے لگے، آپ کی شخصیت پر مختلف طرح کے اعتراضات کیے جانے لگے۔ جن لوگوں نے بھی یہ ظلم کیا ان کے لیے یہ پیغام قرآنی ہے:

وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ [الشعراء: (۲۲۷)]

ترجمہ: "اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے"۔

اگر کسی کو ان ظالموں کا معلوم ہو جائے تو قرآنی حکم کے مطابق ایسے "ظالموں" سے الگ ہونا ضروری ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ [الانعام: (٦٨)]

ترجمہ: "اور جو کہیں تمہیں شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ"۔

"تفسیراتِ احمدیہ" میں اس آیت کے تحت فرمایا: "ان ظالموں میں کافر، گمراہ اور بدمذہب افراد بھی شامل ہیں"۔

مولانا انصاری سعادت مندوں سے ہیں:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ جس عظیم مقصد کے لیے اس عالمِ آب و گل میں جلوہ گر ہوئے، ساری زندگی اُسی کے حصول میں صرف کی، اسی کے لیے دنیا بھر کے تبلیغی دورے کیے، کُتب لکھیں اور تقاریر فرمائیں۔ صحاح ستہ کی مشہور روایت کے مطابق بندہ جس مقصد کے لیے پیدا کیا جاتا ہے، اُسی کے لیے اُسے اسباب و وسائل مہیا کر دیے جاتے ہیں، سعید ہو تو سعادت مندی کے اسباب اور شقی ہو تو شقاوت کے اسباب، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وَكُلٌّ مُیَسَّرٌ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَاِنَّهٗ یَعْمَلُ لِلسَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاءِ فَاِنَّهٗ یَعْمَلُ لِلشَّقَاءِ"۔

ترجمہ: "ہر ایک کے لیے (اسباب) میسر ہیں، پس جو سعادت مندوں

سے ہو تو وہ سعادت مندی کے کام کرتا ہے اور جو بد بختوں میں سے ہو، تو وہ بد بختی کے کام کرتا ہے"۔ (سنن الترمذی)

اردو زبان میں تذکرۂ انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

الحمد للہ اردو زبان میں مجمل و مفصل دونوں طرح کا تحریری کام ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پر کیا گیا۔ اولین تذکرہ نگاروں کی کُتب میں جو قابلِ ذکر ہیں، اُن کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ **"تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت"**: مرتب کردہ شرفِ ملت حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب میں اِجمال کے ساتھ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ تعارف، ذاتی معلومات اور مختلف اخبارات کے حوالے سے ملتا ہے۔

۲۔ **"تذکرہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ"**: جناب خلیل احمد رانا صاحب حفظہ اللہ کی مرتب کردہ جامع تحریر ہے۔ اس میں زیادہ تر مواد شیخ محمد جعفر قادری علیمی رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی تاثرات کا اردو ترجمہ ہے، جو ماہنامہ "The Minaret"، کراچی (جون ۱۹۷۴ء) میں شائع ہوئے تھے، یہ اردو میں کی جانے والی اولین عمدہ کوششوں میں سے ایک ہے، یہ تذکرہ ادارہ معارفِ نعمانیہ، لاہور (پاکستان) سے ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا اور مفت تقسیم کیا گیا۔

۳۔ **"انوارِ علماءِ اہلسنت سندھ":** محترم و مکرم صاحبزادہ پیر سید زین العابدین شاہ راشدی حفظہ اللہ کی مرتب کردہ نہایت جامع اور عمدہ کتاب ہے۔ جس میں سرزمین سندھ کے ۳۰۰ سے زائد علماء و مشائخ اہلسنت کے حالاتِ زندگی ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ اس میں "ضیغمِ اسلام ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری" کے عنوان سے مولانا انصاری کے حالات زندگی کو قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ کتاب زاویہ پبلی شرز لاہور نے ۲۰۰۶ء میں محمد عبد الکریم قادری رضوی کے اشتراکِ عمل سے شائع کی۔

انگریزی زبان میں تذکرۂ انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

انگریزی زبان میں باقاعدہ حیاتِ انصاری پر کی گئی کوششوں میں یہ قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ **ماہنامہ Minaret جون، ۱۹۷۴ء:** یہ خصوصی نمبر انگریزی زبان میں ایک اہم ماخذ ہے، جو شیخ محمد جعفر علیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ادارت میں شائع ہوا۔ شیخ صاحب ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے دیرنہ رفقاء میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ذاتی معلومات اور دیگر حوالہ جات سے یہ خصوصی نمبر ترتیب دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ مناریٹ کے بعض دیگر شماروں میں بھی انصاری صاحب کا تذکرہ ملتا ہے۔

۲۔Fazur Rahman Ansari, Life and Thought:

عبد القادر شوغلے صاحب کی تالیف ہے، جو جنوبی افریقہ سے ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں گیارہ ابواب جبکہ صفحات ۲۸۵ ہیں۔ موصوف نے دنیا بھر میں جہاں کہیں سے ممکن ہوا، مواد جمع کر کے اُس کی تہذیب و ترتیب کا کام انجام دیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ موصوف ایک پیشہ ور باصلاحیت بین الاقوامی سطح پر شخصیات کی سوانح حیات لکھنے والے ہیں۔ راقم السطور نے کتاب کو بالاستیعاب تنقیدی نگاہ سے پڑھا اور جہاں کہیں سُقم پایا، خلاف حقیقت کوئی بات دیکھی، واضح تسامح دیکھا، یا غیر مستند حوالہ ورائے دیکھی، اُسے صاحب زادہ والا شان مصطفیٰ فاضل انصاری صاحب کی زیرِ نگرانی مؤلف کی خدمت میں ایک مستقل تحریر کی صورت میں ارسال کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید کے وہ آئندہ ایڈیشن میں ان سب پر نظر ثانی کر کے اِن کی مناسب توضیح یا ازالہ کی راہ نکالیں گے۔

پاکستان کی جامعات اور مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر پاکستان کی جامعات میں ایم۔ فل وغیرہ کی سطح پر تحقیقی مقالہ جات بزبانِ اردو اور عربی بھی لکھے جانے لگے ہیں۔ برادرم مولانا ڈاکٹر فیصل احمد سرفراز علیمی (زَادَهُ اللهُ تَعالیٰ عِلْماً وَّفَضْلاً) جو ایک عالمِ دین وحافظِ قرآن ہیں،

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کے بعض پہلوؤں پر تادم تحریر (جنوری ۲۰۱۵ء) جامعہ کراچی میں پی۔ ایچ۔ڈی کا مقالہ جمع کرا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کی بقیہ منازل میں بھی آسان فرمائے۔

سببِ تالیف:

زیرِ نظر تعارف لکھنے کی کئی وجوہات اور اسباب ہیں، جن میں سے چند کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ مادرِ علمی جامعہ علیمیہ اسلامیہ کے "بانی" اور اِن کی حیات کے "نقوشِ اول" محفوظ کرنے والوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنا۔

۲۔ ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے بارے میں پھیلی ہوئی بے سر وپا باتوں کی حقیقت بیان کر کے اُن کی تردید کرنا۔

۳۔ اپنوں کی "غلط فہمی" اور غیروں کی "خوش فہمی" دور کرنا۔

۴۔ اس لیے کہ مبلغِ اسلام ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پڑھ کر مادرِ علمی میں پڑھنے والے نورِ ہدایت حاصل کریں اور جس مقصد کے لیے وہ زیرِ تعلیم ہیں، یا فارغ التحصیل ہوئے، اُس مقصد کے لیے کوشاں ہو جائیں۔

۵۔ کچھ حقائق ذکر کرنا، جو دبیز پردوں تلے دبے ہوئے تھے، اسی لیے

کیے ہیں فاش، رُموزِ قلندری میں نے
کہ فکرِ مدرسہ وخانقاہ ہو آزاد

۶۔ کچھ ایسے ابنائے زمان کی حرکات نے بھی اس تفصیلی کام کو کرنے کا بہانہ فراہم کیا، جو ہر وقت سستی شہرت کے خواہاں رہتے ہیں۔ دورانِ تحریر ایک اندیشہ ضرور لاحق ہوا، تاہم بقول شاعر وہ زائل ہو گیا، کیونکہ

نہ فلسفی سے نہ مُلّا سے ہے غرض مجھ کو!

یہ دل کی موت، وہ اندیشہ و نظر کا فساد

۷۔ یہ تعارف اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ پر عمل کرتے ہوئے کچھ "افراد" کے لیے ایک پیغامِ اصلاح بھی ہے، جنہوں نے نادانی یا کسی اور وجہ سے ڈاکٹر انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عجیب وغریب شکوک وشبہات پیدا کر دیے تھے یا کر رہے ہیں۔ راقم کا اُن سے کوئی ذاتی اختلاف یا دشمنی نہیں ہے۔ یہی وجہ کارفرما ہی کہ پوری کتاب میں کسی کا نام ذکر نہیں کیا۔

۸۔ ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کی دو وجوہات سمجھ آتی ہیں، جہالت یا حسد۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو "جہالت" اس کتاب کے ذریعے دور ہو جائے گی، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہنی ضروری ہے کہ ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اُن کے ہم نام ایک اور "ڈاکٹر فضل الرحمن" تھے، یہ بھی حافظ، عالم اور پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر تھے، شکاگو یونیورسٹی میں پڑھانے چلے گئے تھے، کئی کتابیں بھی لکھیں، غالباً فیلڈ مارشل لاء ایوب خان کے دورِ حکومت میں اسلامی علوم کی تحقیقات کا جو مرکز قائم ہوا تھا، اُس کے ڈائریکٹر یہی ڈاکٹر فضل الرحمٰن

تھے، جن کی تجدد پسندی اور دینی مسائل میں حد سے بڑھی ہوئی آزادیِ رائے کی سرحد بے دینی سے ملتی تھی، اُس زمانے میں علماءِ دین اور عوام کے شدید احتجاج پر انہیں اس عہدے سے سبک دوش ہونا پڑا۔ اخبارات ورسائل میں اُن کے خلاف مضامین کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

آج تک بعض نادان یہی سمجھتے ہیں کہ وہ "ڈاکٹر فضل الرحمن" یہ والے "ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری" ہی تھے۔ نادانی کی وجہ سے اِن لوگوں نے ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو منکرِ حدیث، اہلِ قرآن، آزاد خیال وغیرہ جیسے القاب دے دیے۔ حالانکہ ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں ہی اس خلش کو دور کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

> "بھئی! نام کی مشابہت نے مجھے عجیب پریشانی میں ڈال دیا ہے، بہت سے ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ "فضل الرحمٰن" میں ہی ہوں، روزانہ ٹیلی فون آتے ہیں، گالیاں بھی سننی پڑتی ہیں، میں تردید کرتے کرتے تھکا جاتا ہوں"۔

رہا حسد کا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ یہ کتاب پڑھ کر کا حسد "رشک" میں تبدیل ہو جائے گا اور یہ احساس پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس عظیم مبلغ کی طرح خدمتِ دین کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔

حرفِ آخر:

الحاصل یہ کہ بحمدہ تعالیٰ ہم نے تعارف لکھنے کی کوشش کی اور جو کچھ مستند مواد دستیاب ہوا، اسے ایک نئے انداز سے ترتیب دے کر پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدِ واثق کہ یہ "تعارف" نفعِ عام کا ذریعہ ہوگا۔

اعتذار:

تنگیِ وقت اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے جتنا مواد اردو کا ابھی آپ کے ہاتھوں میں اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ کتابِ ہٰذا میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے، جسے عن قریب "خطباتِ انصاری" یا "رشحاتِ انصاری" کے نام سے شائع کیا جائے گا، نیز جن اہلِ علم کے تأثرات شامل نہ ہوسکے، وہ بھی راقم کو معذور سمجھیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اُن سب کے تأثرات کو شائع کیا جائے گا، کیونکہ وَالْعُذْرُ عِنْدَ كِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ، یعنی: اہلِ کرم کے ہاں عذر قبول کرلیا جاتا ہے۔

تعارف کتاب:

زیرِ نظر "تعارف" گذشتہ کئی ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد ترتیب دیا گیا ہے جس میں اب بھی مزید اضافہ کی گنجائش ہے، جو اِن شاء اللہ ضرور کیا جائے گا۔ اس میں مواد کی فراہمی کے مختلف ذرائع رہے ہیں جنہیں دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

قسم اول: اس میں ماہنامہ "The Minaret" کے مختلف شمارے خصوصاً ۱۹۷۴ء کا خصوصی شمارہ، مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی مطبوعہ کتب و رسائل، شجرۂ طریقت اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی خطبات داخل ہیں، نیز اسی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین اربابِ علم و دانش (اقرباء وغیرہ) کے قیمتی تأثرات بھی داخل ہیں خصوصاً وہ حضرات جو بقیدِ حیات ہیں۔

قسم دوم: اس میں ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۵ء میں شائع ہونے والے مختلف قومی اخبار و جرائد ہیں نیز یہ کہ ان لوگوں کے تأثراتِ معتبرہ جو حضرت کے معاصر تو نہ تھے تاہم حضرت کے احوال و معمولاتِ زندگی سے اچھی طرح واقف ہیں۔

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے، جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

باب اول:

۱۔ آباء و اجداد

۲۔ تعلیم و تربیت و تبلیغی خدمات

۳۔ افکار و نظریات

باب دوم:

۱۔ عالمِ اِسلام کی صورتِ حال

۲۔ الوفاق العالمي للدعوة الإسلامية کا قیام

(World Federation of Islamic Missions)

۳۔ الجامعۃ العلیمیۃ الإسلامیۃ کا تعارف

(Aleemiyah Institute of Islamic Studies)

بابِ سوم:

۱۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اربابِ فکر و دانش کی نظر میں

۲۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگانِ دین

۳۔ شجرۂ عالیہ قادریہ علیمیہ

اِظہارِ تشکر:

اس کی ترتیب و تحقیق اور طبع میں کئی احباب، راقم کے ساتھ مختلف قسم کا تعاون کرتے رہے مثلاً اپنے تاثرات کا اظہار تحریری صورت میں دیا یا اِملا کروایا، یا بعض اہم مقامات اور پوشیدہ گوشوں کی نشاندہی کی یا مالی تعاون کیا یا اخلاقی تعاون کیا اور ان شاء اللہ تعالیٰ کریں گے، اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین کی سعادتوں سے حصہ عطا فرمائے، خصوصاً

۱۔ صاحب زادہ والا شان جانشینِ مولانا انصاری جناب مصطفیٰ فاضل انصاری، صدر ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز، کراچی۔

۲۔ جمیلِ ملت مفتی جمیل احمد نعیمی ضیائی، ناظم تعلیمات دار العلوم نعیمیہ کراچی۔

۳۔ استاذ العلماء مفتی محمد اطہر نعیمی، دار العلوم نعیمیہ کراچی

۴۔ علامہ شاہ نواز قادری، استاد جامعہ انوار القرآن (کراچی)

۵۔ حافظ ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، استاد جامعہ کراچی۔

۶۔ برادرم ڈاکٹر حافظ فیصل احمد سرفراز علیمی۔

۷۔ مفتی ابو محمد اعجاز احمد صاحب ماہر تعلیم۔

۸۔ ظہور الدین امر تسری، روحِ رواں اِدارہ پاکستان شناسی۔

۹۔ مولانا محمد ذوہیب سمول، استاد جامعہ علیمیہ اسلامیہ کراچی،

۱۰۔ اور حکیم عظمت اللہ نعمانی صاحب وغیرہم۔

الغرض جن احباب نے بھی اس میں تعاون کیا مَیں ان سب کا شکر گزار ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! تو ان سب کو دین و دنیا کی سعادتیں و بھلائیاں عطا فرما، میری اس کوشش کو قبول فرما اور اسے باعثِ رحمت و برکت بنا اور ہم سب کو مولانا انصاری کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرما اور اے اللہ! ہم سب کو اپنے حبیب کریم کے صدقے اُن لوگوں میں داخل فرمالے جو تیرے وجہِ کریم کی زیارت سے مشرف ہونگے۔۔!

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی اُمید ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت سے "بہت کچھ جاننے والے"، اپنی اِصلاح کرلیں گے اور بہت سے "بہت کچھ نہ جاننے والے" کچھ جان لیں گے۔

اس کی اشاعت کے بعد یہ کہنا بے جا نہ ہوگا:

گئے دن کہ تنہا تھا مَیں انجمن میں
یہاں اب مِرے راز داں اور بھی ہیں

اس کاوش میں جو حُسن و خوبی نظر آئے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اسکے رسول مقبول ﷺ کی نظر کرم اور بزرگانِ دین و اولیائے کاملین خصوصاً مولانا انصاری اور آپ کے شیخ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے اور اس میں جو غلطی یا خامی نظر آئے وہ یقیناً مؤلف کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ زلّتِ فکر و قلم سے محفوظ فرما کر اِصابتِ فکر و قلم عطا فرمائے، آمین! بجاہ النبی الأمین ﷺ

الراجی إلیٰ لطف ربّہ العمیمي
ڈاکٹر حامد علی علیمی، کراچی
(۰۵ر فروری، ۲۰۱۵ء)

منقبت بحضور مبلغ اعظم شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

کلام: حامد علی علیمی

کیا بیاں ہو شانِ والا حضرتِ عبد العلیم
جو کہوں اُس سے سِوا ہیں حضرتِ عبد العلیم

ایشیا افریقہ و یورپ جہاں پر بھی گئے
ہر جگہ پر ہے دلوں میں اُلفتِ عبد العلیم

مصطفیٰ کے دین کی خدمت کے صدقے ہوگئی
چاند تاروں سے بھی اونچی رفعتِ عبد العلیم

مسلکِ حق اہلسنت کی سدا تبلیغ کی
جانشینِ اعلیٰ حضرت، حضرت عبد العلیم

عمر تریسٹھ سال، طیبہ میں ہے مدفن اور وصال
اور بقیع پاک میں ہے، تربتِ عبد العلیم

سب عزیزوں دوستوں کو یا الٰہی! بخش دے
از پئے غوث و رضا و حضرتِ عبد العلیم

یا الٰہی! دین کی کرتے رہیں خدمت سدا
سب کے سب اصحاب و آل و عترتِ عبد العلیم

شکر کر حامد تو رب کا، فضلِ رحماں☆ کے سبب
ہاں تجھے بھی مل گئی یہ نسبتِ عبد العلیم

☆یعنی: ڈاکٹر حافظ محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ۔

منقبت بحضور مبلغِ اسلام مولانا ڈاکٹر حافظ محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ

کلام: حامد علی علیمی

عجب ہے مرتبہ بالا محمد فضلِ رحماں کا
کہ اب تک مِثل نہ آیا محمد فضلِ رحماں کا

خدا نے دین کی خدمت کے صدقے کر دیا دیکھو
ہے کتنا مرتبہ اعلیٰ محمد فضلِ رحماں کا

گئے جس سمت دنیا میں کھلائے پھول اُلفت کے
جہاں میں اب بھی ہے چرچہ محمد فضلِ رحماں کا

"سب آؤ لوٹ کر قرآن وسنت کی طرف لوگو!"
یہ نعرہ ہر طرف گونجا محمد فضلِ رحماں کا

گلستانِ علیمیہ جو اب تک لہلہاتا ہے
یہ آخر ہے بھلا کس کا! محمد فضلِ رحماں کا

ملی نسبت "علیمی" جامعہ میں پڑھنے والوں کو
زہے قسمت یہ ہے صدقہ محمد فضلِ رحماں کا

الٰہی واسطہ عبدُ الحکیم میرٹھی ہم کو
ملے حکمت سے ایک قطرہ محمد فضلِ رحماں کا

الٰہی از پئے عبدُ العلیم قادری ہم کو
عطا ہو علم سے حصہ محمد فضلِ رحماں کا

الٰہی رات دن برسے یہاں رحمت، رہے پُر نور
ہمیشہ مرقدِ والا، محمد فضل رحماں کا
میرے مولا دِلی خواہش ہے یہ حامد علیمی کی
عطا ہو حشر میں زُمرہ محمد فضلِ رحماں کا

باب اوّل

ا۔ آباء واجداد

۲۔ تعلیم وتربیت و تبلیغی خدمات

۳۔ افکار و نظریات

۱۔ آباءواجداد

نیک باپ کی برکات:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے آباءواجداد میں جتنی عظیم شخصیات تشریف لائیں، انہوں نے دنیا کے مختلف گوشوں میں دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام کیا، مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں بھی ان صفات کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے، اس لیے کہ "نیک باپ" کی برکات اُس کی آنے والی نسلوں کو ضرور ملتی ہیں۔ ہم اپنی اس بات پر قرآن کریم سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ برکات ضرور ملتی ہیں! چنانچہ قرآن عظیم میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا، حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو سیدھا کردیا اس واقعہ کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ

[الکہف۱۸: (۸۲)]

ترجمہ: (حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:) رہی وہ دیوار، وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے اُن کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے۔

تفاسیر میں ملتا ہے کہ ان دونوں یتیم بچوں کے نام اصرم اور صریم تھے جبکہ ان کے پرہیز گار والد کا نام کاشح تھا۔ اُن کے گھر کی دیوار کے نیچے سونا چاندی مدفون تھا، چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا چاندی مدفون تھا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں سونے کی ایک تختی تھی اس پر ایک طرف لکھا تھا: اُس کا حال عجیب ہے جسے موت کا یقین ہو اس کو خوشی کس طرح ہوتی ہے، اُس کا حال عجیب ہے جو قضا و قدر کا یقین رکھے، اس کو غصہ کیسے آتا ہے، اُس کا حال عجیب ہے جسے رزق کا یقین ہو، وہ کیوں تعب میں پڑتا ہے، اُس کا حال عجیب ہے جسے حساب کا یقین ہو، وہ کیسے غافل رہتا ہے، اُس کا حال عجیب ہے جس کو دنیا کے زوال و تغیّر کا یقین ہو، وہ کیسے مطمئن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لکھا تھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور دوسری جانب اس لوح پر لکھا تھا: میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، میں نے خیر و شر پیدا کی، اس کے لیے خوشی جسے میں نے خیر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر خیر جاری کی، اس کے لیے تباہی جس کو شر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر شر جاری کی۔"[1]

---

[1] محمد نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، تفسیر سورۂ کہف، آیت ۸۲، ص ۵۴۴۔

امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُن کا باپ صالح تھا، اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ باپ اُن کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں"[۲]۔

نیز حضرت محمد ابنِ منکدر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اُس کی اولاد کی اولاد کو اور اُس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے[۳]، (سبحان اللہ)۔

لہٰذا ہمیں رحمتِ الٰہی سے قوی اُمید ہے کہ جس طرح مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پرہیز گار اجداد کی برکات حاصل کیں، اُمیدِ واثق کہ یہ برکات اِن کی اولاد، متعلقین، محبین اور متوسلین بھی صبحِ قیامت تک برکات حاصل کرتے رہیں گے، اور یہ کیونکر نہ ہو کہ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ۝ (یعنی: یہ برکات نازل کرنا اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں ہے)۔

مولانا انصاری کے خاندان کا تعلق ابتداءً مدینہ منورہ سے ہے، جہاں ان کے جدِ امجد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار

---

[۲] محمد ظفر الدین بہاری، حیاتِ اعلیٰ حضرت، کشمیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور، طبع دوم ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء، حصہ اول، ص ۱۰۴۔۱۰۵۔

[۳] خزائن العرفان، ص ۵۴۴۔

اسلام کے جانباز مجاہدین میں ہوتا ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قسطنطینیہ[1] کی مہم پیش آئی، تو اس میں نمایاں حصہ لیا اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر کے پاس بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کی گئی، جو ترکی کی قدیم ترین مساجد میں سے ہے۔ ہم یہاں اختصار سے حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی لکھتے ہیں۔

تذکرہ حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ:

آپ کا نام ونسب یوں بیان کیا گیا ہے: خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن النجار الخزرجی۔ کنیت "ابو ایوب" ہے اور اسی نام سے تاریخ اسلام میں شہرت رکھتے ہیں۔

لقب "میزبانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" ہے، ہجرت کے بعد جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مہاجرینِ اسلام کی آمد پر اُن کی مدد ونصرت کی تھی، وہ تاریخ اسلام میں "اَنصار" (یعنی: مددگار) کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی انہی خوش بختوں میں سے ہیں، اسی وجہ سے "انصاری" کہلاتے ہیں اور ان کے

[1] درست لفظ یہی "قسطنطینیہ" (نون سے قبل اور بعد میں یاء کے ساتھ) ہے، جبکہ زبانِ زد عام "قسطنطنیہ" (یاء سے قبل نون کے ساتھ) ہو گیا ہے حالانکہ یہ نادرست ہے۔

سلسلۂ نسب سے تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو "انصاری" کہتے ہیں [۵]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، تو قصواء نامی اپنی اُونٹنی پر سوار تھے، اس رونق افروز گھڑی میں ہر صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، اسے اللہ کی طرف سے حکم مل چکا ہے، یہ حکم الٰہی کے مطابق بیٹھے گی، جہاں یہ بیٹھے گی وہیں قیام کیا جائے گا۔ چنانچہ اونٹنی حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے مکان کو رونق بخشی اور اسی مکان میں نزولِ اجلال فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس روز دنیا میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی خوش قسمت نہیں تھا۔

وہ آئیں گھر پہ ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

سبحان اللہ کیا وقت تھا اور کیسے فضل و رحمت کا سماء ہو گا، جب تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کی خوشی میں خاندانِ انصاری کی لڑکیاں فرطِ

---

۵ تنبیہ: برِ صغیر میں بعض لوگ اپنے نام کے ساتھ "انصاری" لکھتے ہیں، حالانکہ ان کا سلسلۂ نسب سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے نہیں ملتا، یہ نسبت "انصاری" انہوں نے خود اختیار کر لی ہے۔

مسرت اور روحی فداہ کے خیر مقدم میں دف بجاتی ہوئیں فدایانہ انداز سے یہ پڑھتی ہوں گیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ ان لڑکیوں سے فرماتے تھے:

«اللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَأُحِبُّكُنَّ»

یعنی: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم لوگ میرے محبوب ہو"۔

بیتِ خالد ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا مکان دو منزلہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے نیچے قیام کرنا پسند فرمایا اور تقریباً چھ (یا سات) ماہ تک یہیں قیام فرمایا اس فخر لازوال کے حصول سے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو جو خوشی و مسرت ملی ہوگی اُس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔۔! یہ مبارک مکان رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارکہ سے ملحق اور متصل "بیت خالد ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ" کے کتبہ کے ساتھ خلفاء وسلاطین کا محفوظ کردہ اب بھی موجود ہے۔

اس محبت و خلوص کا پہلا صلہ یہ ملا کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور اُن کے خاندان والوں نے "انصارِ خدا اور رسول" ہونے کا لقب پایا اور محبوب رب العالمین ﷺ کی عنایات خاصہ کے مستحق ہوئے۔

فضائل ابوایوب رضی اللہ عنہ میں احادیث:

ا۔ ۶۱۸۰ عن يحيى بن سعيد بن المسيب أن أبا أيوب أخذ من لحية النبي صلى الله عليه وسلم شيئاً . فقال النبي صلى الله عليه وسلم : لا يصيبك السوء أبا أيوب۔ (شعب الایمان)

ترجمہ: "حضرت یحیٰی بن سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک لیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابو ایوب! تمہیں کوئی برائی نہیں پہنچے گی"۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا۔ امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے جب کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا، تو مدینہ منورہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو جہاد سے علیحدہ رہنے کی تاب نہ ہوئی اور عراق کے لیے روانہ ہوئے، امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں سن ۵۲ ہجری میں رومیوں سے جہاد ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک ہوئے۔ اسی جہاد کے دوران آپ بیمار ہوئے، مرگِ موت میں اصحاب نے وصیت کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا:

دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جا سکو میرا جنازہ ساتھ لے کر جانا اور وہیں دفن کرنا۔ چنانچہ اس کی تعمیل کرتے ہوئے، ایک رات آپ کے جسدِ مبارک کو قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب دفن کر دیا گیا، نمازِ جنازہ میں لشکرِ اسلامی کے مجاہدین نے شرکت کی۔

صبح مسلمانوں نے رومیوں سے مخاطب ہو کر کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جلیل القدر صحابی کے مزار کی بے حرمتی کی گئی تو یاد رکھنا کہ پھر اسلامی حکومت میں کہیں ناقوس نہیں بج سکے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ جنگِ قسطنطنیہ میں ۵۲ھ بمطابق ۶۷۲ء شہید ہوئے۔ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد سے آج تک استنبول (ترکی) میں ان کا مزار پُر انوار مرجع سلاطین وخلفائے ترکی اور مرجعِ عوام وخواص رہا ہے۔ رومی قحط کے زمانہ میں مزارِ اقدس پر جمع ہوتے اور آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت مانگا کرتے تھے، پھر اپنے کریم رب عزوجل کے لطف وکرم کا جلوہ بصورت بارانِ رحمت دیکھتے۔

فضل وکمال اور صفات:

آپ کے فضل وکمال کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ مثلِ حضرت ابن عباس، ابن عمر، انس بن مالک، براء بن عازب، زید بن خالد جہنی، مقدام بن معدی کرب، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم

غیر ہم آپ سے اکتسابِ فیض کیا کرتے تھے۔ کسی مسئلہ میں باہم اختلاف ہوتا تو انہیں کی بارگاہ میں رجوع کیا کرتے تھے۔ وقتِ رخصت بھی آپ علمِ دین کی تعلیم دیتے رہے اور لوگوں کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث سُنایا کرتے تھے۔

اعلیٰ کردار کی صفات میں سب سے زیادہ نمایاں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت، جوشِ ایمانی اور حق گوئی رہیں۔ آپ کی حیا کا یہ عالم تھا کہ کنویں پر نہاتے ہوئے چاروں طرف سے پردہ کر لیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی اپنے محبِ صادق پر بڑی شفقت فرماتے۔ مروان کے زمانہ میں ایک واقعہ رونما ہوا مروان نے دیکھا کہ کوئی شخص (وہ حضرت ابو ایوب انصاری تھے) اپنا چہرہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر شریف سے مس کر رہا ہے، چونکہ مروان مدینہ کا گورنر تھا اور اِن اسرار ورموز سے زیادہ واقف نہ تھا، چنانچہ اُس نے اس فعل پر اعتراض کیا، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: "میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا ہوں کسی پتھر یا اینٹ کے پاس نہیں آیا"۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث میں آپ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے عاشقِ صادق کی اولاد کے حق میں علم و عمل سے مزین رہنے کی دعا فرمائی تھی، یہ اُسی دعا کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں علم و عمل باقی رکھا۔

دو امتیازات:

آپ رضی اللہ عنہ کے دو امتیازات تاریخِ اسلام میں خصوصی مقام رکھتے ہیں:

اولاً: یہ کہ ہجرت کے بعد سرورِ کائنات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔

ثانیاً: یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جن کے جسدِ اطہر نے سرزمین یورپ کو شرف بخشا۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب حضرت ابو سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے شیخ الاسلام حضرت خواجہ صوفی عبد اللہ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ (ہرات، افغانستان) کے واسطہ سے ملتا ہے، جو اپنے دور کے اکابر علماء و مشائخ طریقت سے ہوئے ہیں خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہرات، افغانستان میں سلاطین و عوام دونوں کی عقیدت کا مرکز رہا ہے۔

ایک مقام پر مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے امام اور ایک بہت بڑے مصلح تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن تیمیہ کے شاگردِ رشید شیخ ابن قیم کے تصوف پر کیے جانے والے اعتراضات کے جواب میں ایک کتاب مستطاب ایک رات میں آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کر کے تصنیف فرمائی اور اس کا نام "منازل السائرین" رکھا، جب شیخ ابن قیم نے اسے پڑھا تو انکارِ تصوف

سے توبہ کر کے حضرت کی صحبت اختیار کی اور اس کی ایک شرح بنام "مدارج السالکین" لکھی۔ حضرت عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد اُس وقت حضرت ابو منصور محمد رحمۃ اللہ علیہ افغانستان کے گورنر تھے۔

اسی طرح مولانا انصاری اپنی کتاب قرآنک فاؤنڈیشن میں "تزکیہ اور مسلم قیادت" کے تحت لکھتے ہیں:

اسلامی تاریخ ایسی بہت سی جگمگاتی روحانی شخصیتوں سے بھری ہوئی ہے، جنہیں "صوفیاء" کہا جاتا ہے، طالبانِ تزکیہ انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے انسانیت کی خدمت کرتے ہوئے بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ انہیں صوفیاء کرام میں خواجہ معین الدین سجزی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنہوں نے تنِ تنہا اپنی روحانی طاقت و قوت سے بغیر کسی لشکر یا سیاسی حمایت کے ایک اسلام دشمن اور اجنبی لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت ڈالی، جس سے جنوبی ایشیا کی تاریخ ہمیشہ کے لیے بدل گئی۔ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی صوفیاء میں سے ہیں، جنہوں نے تنہا روحانی زر بکتر کے ذریعے جابر حکمرانوں کی بد اعمالیوں کا بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا اور انہیں حق کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ الخ[1]

---

[1] قرآنک فاؤنڈیشن، ج ۲، ص ۴۶۵۔۴۶۶۔

تذکرہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ ہروی انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

ہم یہاں خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات قلم بند کرتے ہیں، جنہیں دنیائے تصوف میں علی الاطلاق "شیخ الاسلام" کے عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے:

نام و نسب:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبد اللہ بن ابو المنصور محمد بن ابو معاذ علی بن محمد بن احمد بن علی بن جعفر بن منصور بن متّ بن خالد ابو ایوب انصاری ہروی اور کنیت ابو اسماعیل ہے، سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳۹۶ھ قندھار میں ہوئی۔

مثالی شخصیت:

عربی زبان میں مہارت حاصل کی، علم حدیث، علم تاریخ اور علم الانساب میں کمال حاصل کیا۔ اس کے علاوہ تفسیر، حسنِ سیرت اور تصوف میں اپنے وقت کے امام تھے۔ کبھی اُمراء ورؤسا کی صحبت میں نہیں جایا کرتے تھے اور نہ اُن کی کچھ پرواہ کیا کرتے تھے۔ خوش پوشاک اور باہیبت شخصیت کے مالک تھے۔ جلیل القدر محدثینِ کرام سے حدیث کا سماع کیا، جن میں ابو منصور محمد بن محمد ازدی، حافظ ابو الفضل محمد بن احمد جارودی، یحییٰ بن عمار سجستانی اور حافظ ابو یعقوب قراب وغیرہ شامل ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مفسر، محدث، حافظ، اصولی، مورخ اور متکلم (علم کلام کے ماہر) تھے۔ مخالفین کے لیے سیفِ برہنہ اور متکلمین کی آنکھوں کے لیے شہ تیر تھے، حمایتِ سُنت کے لیے ایسے جبلِ استقامت تھے جو کبھی متزلزل نہ ہوا حالانکہ کئی بار سخت آزمائشوں سے سامنا ہوا۔

ابن طاہر کا بیان ہے کہ میں نے شیخ الاسلام کو ہرات میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میری گردن پر پانچ مرتبہ تلوار رکھی گئی، مجھ سے یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اپنے دین سے منحرف ہو جاؤ بلکہ یہ کہا جاتا تھا کہ اپنے مخالفین کے حق میں خاموش رہو اور زبان نہ کھولو، میں ہر مرتبہ یہی کہا کرتا: میں خاموش نہیں رہوں گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بارہ ہزار احادیث یاد ہیں، اگر میں چاہوں تو ایک مجلس میں ان سب کو بیان کر سکتا ہوں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خلقِ کثیر نے فیض پایا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدت تک قرآن کریم کی تفسیر اور اس کے فضائل بیان کیے[۷]۔

---

[۷] ہدیۃ العارفین، باب العین، ج ۱، ص ۴۳۵۔ دیکھیے تذکرۃ الحفاظ زیر شیخ الاسلام ہروی۔
ضیاء الدین احمد مولانا، مرآۃ الانساب، مطبع رحیمی ترپولیہ رجپور (انڈیا) ۱۹۱۷ء، ص ۱۲۳۔۱۲۴۔
محمد عنایت اللہ انصاری، تذکرہ علماءِ فرنگی محل، اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ، ص ۷۔۸۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر محدثین نے احادیث روایت کی ہیں، جن میں حافظ بن طاہر مقدسی، عبد اللہ بن احمد سمرقندی، عبد الصبور بن عبد السلام ہروی اور حنبل بن علی بخاری وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

کُتب و تصانیف:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ کی تصانیف میں درج ذیل کُتب کو شمار کیا ہے، جنہیں ہم حروفِ تہجی کے اعتبار دے درج کرتے ہیں:

۱۔ الاربعین فی التوحید۔

۲۔ الاربعین فی السنۃ۔

۳۔ اُنس المردین و شمس المجالس: یہ نبی اللہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے قصہ کے بارے میں ہے۔

۴۔ انوار التحقیق فی المواعظ۔

۵۔ خلاصۃ فی شرح حدیث: کل بدعۃ ضلالۃ۔

۶۔ ذم الکلام و اہلہ۔

۷۔ سیرتِ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: امام ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ایک جلد میں ہے، ہم نے اس کے بارے میں ابن القواس سے سُنا ہے۔

۸۔ شرح التعرف لمذہب التصوف۔

۹۔ علل المقامات۔

۱۰۔ الفاروق فی الصفات۔

۱۱۔ الفصول فی الاصول۔

۱۲۔ قصیدۃ فی السنۃ: یعنی: سُنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قصیدہ، امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ہم نے یہ قصیدہ سُنا ہے، جو مجموعی طور پر بہت عمدہ ہے۔

۱۳۔ قلندر نامہ (فارسی)

۱۴۔ منازل السائرین اِلی الحق المبین۔

وصال:

آپ کا وصال اَسّی سال سے زائد عمر میں ۴۸۱ھ ہرات میں ہوا۔ مزارِ پُرانوار آج بھی خلقِ خدا کے لیے مرجع فیض و برکات ہے۔

ہندوستان میں انصار کی آمد:

تاریخ کے اوراق چھاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جہاد کے لیے خراسان تشریف لائے تھے اور ہرات میں قیام فرمایا، پھر یہیں رہنے لگے اور ہرات میں ہی واصل بحق ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہرات میں رہا کرتے تھے۔ خواجہ عبد اللہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے پرپوتے خواجہ جلال الدین بن سلیم

بن اسماعیل بن عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں آکر کر "سرسل" نامی گاؤں میں قیام فرمایا۔ کچھ دنوں بعد ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کروائی اور فروغِ علم دین میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کی اولادیں ہندوستان کے مختلف شہروں میں آباد ہوئیں اور خدمتِ دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔[۵]

تذکرہ خواجہ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک خواجہ بدر الدین بن شرف الدین بن فضیل بن کلاں بن داود بن حامد بن جلال الدین (مذکور) نے دہلی کو اپنا وطن بنایا اور یہاں سے علومِ عقلیہ و نقلیہ حاصل کر کے متبحر علماء میں شمار کیے جانے لگے۔ انہی خواجہ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے منارۂ شمسیہ کے قریب ایک مدرسہ بنوایا اور اس میں تعلیم و تدریس کا آغاز کیا۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اِجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

اخیر عمر میں اپنے شیخ طریقت کے حکم پر نکاح کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ مخدوم صاحب نے بچہ کا نام نصیر الدین رکھا۔ مخدوم بدر

---

۵ مرآۃ الانساب، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴، و تذکرہ علماءِ فرنگی محل، ص ۷۔ ۸۔

الدین ۷۸۸ھ میں اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کے صاحب زادے اُس وقت کے مروجہ علوم کی تحصیل کر کے صفِ علماء میں شامل ہوئے۔ نصیر الدین (صاحبزادے) کا انتقال ۱۱ر ذی الحجہ ۸۴۹ھ میں ہوا۔ علم و حکمت میں آپ کے وارث آپ کے صاحب زادے مخدوم علاء الدین ہوئے، جن کا وصال ۲۱ر شوال ۸۷۶ھ میں ہوا اور اپنے والدِ ماجد کے پہلو میں شیخپور کے مقام پر دفن کیے گئے۔ اس کے علاوہ مخدوم علاء الدین کے دو بھائی اور بھی تھے، ایک سنبھل میں قیام فرما ہوئے، یہاں سنبھل میں انصار ان ہی کی اولاد میں سے ہیں اور دوسرے بھائی کا نام مولانا محمد مسعود ملتا ہے، جو پانی پت میں قیام فرماتے تھے، پانی پت کے انصار انہی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔ مخدوم علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں علاء الدین خلجی سلطانِ ہند کا تذکرہ بھی ملتا ہے[9]۔

تذکرہ مولانا کریم بخش انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر بہت سے اجداد کرام اسلامی تاریخ میں بحیثیت ممتاز علماء اور مشائخ طریق گزرے ہیں۔ ان سب نے دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ و احیائے دین کی جلیل القدر خدمات انجام دیں۔ آخری دور میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے پرنانا حضرت مولانا کریم بخش انصاری المعروف "میاں

---

[9] تذکرہ علماءِ فرنگی محل، ص ۸۔۹۔

جی"[1] (مظفر نگر، بھارت) کا تذکرہ ملتا ہے، یہ بھی سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بزرگ اور اپنے دور کی مشہور شخصیت گزرے ہیں۔

مولانا محمد خلیل انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی میرٹھ آمد:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد مولانا محمد خلیل انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے جملہ اہل و عیال اور متعلقین کے ساتھ میرٹھ میں مستقل سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش بھی شہر میرٹھ میں ہوئی تھی۔ ذیل میں ہم مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تفصیل سے لکھتے ہیں۔

مولانا محمد خلیل انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تیرہ اولادوں سے نوازا تھا، ان میں چھ بھائی جبکہ سات بہنیں شامل ہیں۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائیوں میں تیسرے نمبر پر ہیں۔

نام و نسب:

سیّاح عالم، مبلغ، مفکر، محقق، مصنف، صحافی، جامع علوم شرقیہ و مغربیہ

---

[1] ممکن ہے کہ مولانا کریم بخش معروف بہ "میاں جی" متوفیٰ ۱۲۷۹ھ، مولانا نجابت علی شاہ چشتی کے مرید ہوں، جن (کریم بخش) کے ایک بیٹے کا نام "حامد حسن" تھا۔ ہو سکتا ہے دوسرے بیٹے کا نام "علی حسن" ہو۔ بہر حال تا حال ہمیں تفصیلی احوال میسر نہیں ہوئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مزید تفصیل کے لیے رجوع کیجیے:
http://www.sufischool.org/orders/hazrat-hamid-hasan-alawi-r-a.html

عالم شریعت، سالک راہ طریقت، فاضل فلسفہ جدیدہ و دیگر علوم حاضرہ کا نام محمد فضل الرحمٰن بن مولانا محمد خلیل انصاری ہے۔ مولانا محمد خلیل کا وصال ۱۹۵۵ء میں ہوا۔

والدہ ماجدہ کا نام حسن آراء بیگم بنت علی حسن بن کریم بخش تھا[11]۔ یہ پاک سیرت و نیک طینت خاتون ۱۹۴۳ء میں اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔

والدین کو خراجِ عقیدت:

مولانا انصاری اپنے والدین کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں[12]:

"The deepest debt of gratitude I owe, however, to my beloved parents of revered memory: Muhammad Khalil Anṣari and Husn Ara Begum, who, through their noble character and fruitful teaching and loving concern for my well-being, built up the foundations of my personality and sponsored and guided my education at all stages, thereby enabling me to prepare myself for undertaking this work".

---

[11] قرآنک فاؤنڈیشن، ج ۱، ص XXIV، ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۳۔

[12] قرآنک فاؤنڈیشن، ج ۱، ص XXIV۔

یعنی: "سب سے زیادہ میں اپنے والدین کریمین (خلیل احمد انصاری اور حسن آراء بیگم) کا احسان مند ہوں، جنہوں نے اپنے اعلیٰ کردار، بہترین تربیت اور محبت بھری توجہ سے میری پرورش میں اہم کردار ادا کیا اور میری شخصیت کی عمدہ بنیادیں رکھیں، جن کی وجہ سے آج میں اس کام کو کرنے کے قابل ہوا"۔

وجہِ تسمیہ:

آپ کی والدۂ ماجدہ کے تایا حضرت مولانا مشتاق احمد[13] انصاری انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے نامور شیخ اور عالم دین تھے، گنج مراد آباد کے شہرۂ آفاق ولیِ کامل قطب الاقطاب مولانا شاہ فضل الرحمن قدس اللہ سرّہ العزیز کے نامِ نامی پر "فضل الرحمٰن" رکھا[14]۔

---

[13] ہندوستان میں تین "مشتاق احمد" گزرے ہیں: ۱۔ مشتاق احمد انبیٹھوی، ۲۔ مشتاق احمد نظامی اور ۳۔ نواب مشتاق احمد دہلوی۔ تاہم مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا انصاری کے خاندان سے ہیں، ان کا تذکرہ نہیں مل سکا۔ اب تک کی معلومات کے مطابق یہ مذکورہ تینوں کے علاوہ ہیں۔ ان کی اولادِ امجاد میں ورلڈ فیڈریشن کے ایک ڈائریکٹر جناب وصی الحسن انصاری صاحب مرحوم گزرے ہیں۔ ان کی اولاد میں جناب وجیہ الحسن انصاری تھے، جو گزشتہ سال (۲۰۱۴ء) میں واصل بحق ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔

[14] انتخاب، ص ۶۔

تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا نامِ نامی فضل الرحمن بن اہل اللہ بن محمد فیاض ہے۔ والدِ ماجد قصبہ ملانواں ضلع اناؤ (اودھ) کے قدیم باشندے تھے۔ وہ مخدوم شیخ محمد ملانواں مصباح العاشقین کی اولاد سے تھے۔ حضرت نے قصبہ میں گنج مراد آباد میں جو ضلع اناؤ میں ملانواں سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے، سکونت اختیار فرمائی اور ان کی بعض اولاد اب بھی ملانواں میں سکونت پذیر ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن ۱۲۰۸ھ (۹۴-۱۷۹۳ء) میں پیدا ہوئے۔

اپنے زمانے کے مشہور اساتذہ کرام مثلاً شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی، مرزا حسن علی کبیر محدثِ لکھنوی اور مولوی محمد اسحق دہلوی سے کی۔ زہد و تقویٰ اور اتباعِ فقہ وحدیث ان کا دستور و طریق رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد آفاق دہلوی اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے مرید و خلیفہ تھے۔ چونکہ سنِ شعور کے آغاز سے ہی طبیعت اشغالِ باطن کی طرف متوجہ تھی، اس لیے تدریس و تصنیف کا اتفاق نہ ہوا، شروع میں تذکیر ووعظ بھی فرماتے تھے، پھر طویل عمری اور جسمانی ضعف کی وجہ سے وہ بھی ترک فرمادی تھی۔ لیکن پھر بھی اُس زمانہ میں مخلوقِ خدا اُن کی طرف رجوع کرتی تھی۔ چھوٹے بڑے، مالدار، مفلس، مشہور و غیر مشہور، نزدیک و دور سے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور بیعت

سے سرفراز ہوا کرتے تھے[۱۵]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد شاہ اہل اللہ مشہور بزرگ حضرت مولانا سید عبد الرحمن لکھنوی کے مرید تھے، حضرت سید لکھنوی نے ہی آپ کا نام "فضل الرحمن" رکھا تھا، یہ نام تاریخی بھی ہے۔ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں شیخ شہاب الدین زاہد آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا میں ہندوستان تشریف لائے اور بہار میں سکونت اختیار کی۔ آپ نے مولانا نور الحق بن مولانا انوار الحق فرنگی محلی سے پڑھنے کے بعد مولانا حسن علی لکھنوی کی معیت میں دہلی کا سفر کیا اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث کے درس میں شریک ہو کر بخاری شریف کی سماعت کی، اس کے بعد وطن لوٹ آئے۔

فاضل بریلوی شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۹ھ میں شیخ المحدثین مولانا وصی احمد محدث کی رفاقت میں حضرت فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی ملاقات کو پہنچے، حضرت نے مولانا احمد رضا کا قصبہ سے باہر نکل کر استقبال کیا اور اپنے مخصوص حجرے میں مہمان ٹھہرایا اور عصر کے بعد کی صحبت میں آپ کے بارے میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: "مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے"، اور اپنی ٹوپی اُڑھا دی اور اُن کی خود اُوڑھ لی۔ حضرت نے طویل عمر میں ۲۳ ربیع الاول

---

۱۵ رحمان علی، تذکرہ علماءِ ہند، مترجم محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، بارِ اول، ۱۹۶۱ء، ص ۳۷۹۔۳۸۰۔

۱۳۱۴ھ کو وفات پائی۔ ہر سال یومِ وفات کے دن عرس و فاتحہ و ایصالِ ثواب کے لیے عقیدت مندوں کا ہجوم ہوتا ہے[16]۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و خلفاء میں اپنے وقت کے جلیل القدر و عظیم الشان فقہاء و محدثین اور اہل علم حضرات شامل ہیں۔

ولادت سے قبل اولیاء اللہ کی بشارتیں:

شیخ محمد جعفر علیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مولانا انصاری کی ولادت سے قبل اُن کی والدۂ ماجدہ کے تایا مولانا مشتاق احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اُس وقت شملہ میں تھے، انصاری صاحب کے والدین کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ خوشخبری سُنائی کہ تمہارے ہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے، تم اس کا نام "محمد فضل الرحمن" رکھنا۔

مولانا مشتاق احمد انصاری جب مظفر نگر آئے تو انہوں نے لڑکے کا نام "محمد فضل الرحمن" رکھنے کی وجہ یوں بیان کی:

"مراقبہ کرتے وقت مجھے ایک مسجد دکھائی گئی، جس میں اس نومولود کے نانا جان علی حسن صاحب تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ مسجد میں اولیاء اللہ جمع ہیں، جن میں دین اسلام کی عظیم ہستیاں مثلاً غوث الاعظم شیخ عبد القادر

---

[16] محمود احمد قادری، تذکرہ علماءِ اہلسنت، سُنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد، بار دوم ۱۹۹۲ء، ص ۲۰۷۔۲۰۸۔

جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش علی ہجویری اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بھی موجود ہیں۔ یہ سب اولیاء علی حسن صاحب کی گود میں پھول ڈال رہے ہیں۔ مجھے (مشتاق احمد کو) بڑی حیرت ہوئی کہ جناب علی حسن صاحب اس قدر عظیم انسان ہیں، جنہیں یہ اعزاز مل رہا ہے، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ یقیناً علی حسن بن مولانا کریم بخش انصاری ایک مشہور و معروف نیک سیرت بزرگ ہیں، لیکن یہ انعام واعزاز کس وجہ سے انہیں مل رہا ہے؟ میں اس کی وجہ جاننے کے لیے مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا، ایک بزرگ باہر تشریف لا رہے تھے، میں نے اُن سے جناب علی حسن صاحب پر اس انعام واعزاز کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ یہ اولیاء اللہ علی حسن صاحب کو مبارک باد دینے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں، اس لیے کہ ان کی بیٹی (حسن آراء بیگم) کے ہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے، جو اسلام کی خوشبو سارے عالم میں اسی طرح پھیلائے گا، جس طرح گلاب کے پھول اپنی خوشبو پھیلاتے ہیں اور اس بچہ کا نام محمد فضل الرحمن ہو گا"۔[1]

---

[1] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۲۔۱۳۔

ولادت وجائے ولادت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت جمعہ کے دن ۱۴رشعبان المعظم ۱۳۳۳ھ بمطابق ۲۵رجون ۱۹۱۵ء[18] مظفر نگر[19] یوپی[20] (انڈیا) میں، محمد خلیل انصاری صاحب کے ہاں ہوئی۔

---

[18] بیان کردہ تاریخ پیدائش "۱۴رشعبان ۱۳۳۳ھ" کے مطابق عیسوی تقویم کے حساب سے تاریخ ۲۶رجون ۱۹۱۵ء ہفتہ کا دن بھی بنتی ہے، لیکن چونکہ جمعہ کا دن متعین ہے، اس لیے ۱۴رشعبان ۱۳۳۳ھ بروز جمعہ ۲۵رجون ۱۹۱۵ء تاریخ ہونا زیادہ مناسب ہے۔

۱۹۵۴ء میں حلقۂ علیمیہ قادریہ کراچی کی جانب سے شائع کردہ "اعلام منجانب حلقہ علیمیہ کراچی"، بسلسلۂ انتخاب مولانا شاہ حافظ فضل الرحمٰن انصاری القادری بہ حیثیت رئیس الخلفاء (مرکزی جانشین) سلسلہ علیمیہ (نجیبیہ) قادریہ کے ص۹ پر بھی ہجری تاریخ وہی ہے، جو ہم نے ذکر کی ہے، البتہ اُس اعلان میں عیسوی تاریخ درج نہیں ہے۔

جولائی ۱۹۷۳ء/جمادی الثانی، ۱۳۹۴ھ ماہنامہ "The Minaret"(جلد۱۳، ص۱۲) کے خصوصی نمبر میں ہجری تاریخ پیدائش تو یہی ۱۴رشعبان المعظم ۱۳۳۳ھ لکھی ہے۔ البتہ عیسوی اعتبار سے تاریخ قوسین میں ۱۴راگست ۱۹۱۴ء جمعہ کا دن لکھی ہے، جو کہ لغزشِ قلم ہے۔ اگر بیان کردہ عیسوی تاریخ کو درست مان لیا جائے، تو ہجری تاریخ ۲۳ررمضان ۱۳۳۲ھ بنتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[19] **مظفر نگر:** بھارت کے دار الحکومت دہلی سے متصل ریاست اترپردیش کا ایک ضلع ہے اور صدر مقام ہے۔ اس کا نام مظفر نگر مغلیہ دور میں سید جاگیردار منور لشکر علی نے اپنے والد مظفر علی خان کے نام پر رکھا۔

القاب:

عظیم مفکر، مبلغِ اسلام اور شیخ الاسلام ہیں۔

۲۔ تعلیم و تربیت و تبلیغی خدمات

دینی تعلیم:

ا۔ حفظِ قرآن کریم:

مولانا انصاری شروع ہی سے نہایت قوی حافظہ اور غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے اور یہی سبب ہے کہ ان کا پورا تعلیمی دور، خواہ اس کا تعلق علوم دینیہ سے ہو یا علوم جدیدہ سے، نہایت درخشندہ اور ممتاز رہا ہے۔

۱۹۱۹ء میں "بسم اللہ" کی رسم حسب دستور خاندانی چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں "مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر" میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا[۲۱] دو سال کے مختصر عرصہ میں ۱۹۲۱ء میں حفظ

=

۲۰ اتر پردیش: یہ دو کلمات کا مرکب ہے، "اتر" بمعنی شمال اور "پردیش" بمعنی مقام، علاقہ یا جگہ۔ "یوپی" اسی کا مخفف ہے۔ آبادی کے لحاظ سے اتر پردیش بھارت کی سب سے بڑی، جبکہ رقبے کے اعتبار سے پانچویں بڑی ریاست ہے۔ یہ دریائے گنگا کے انتہائی زرخیز اور گنجان آباد میدانوں پر پھیلی ہوئی ریاست ہے۔

۲۱ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۳۔

مکمل کر کے حفظِ قرآن کی سند حاصل کی۔ اسی سال آپ کے والدِ ماجد مولانا محمد خلیل انصاری اپنے خاندان سمیت مظفر نگر سے میرٹھ آکر آباد ہوئے۔

۲۔ درسِ نظامی:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۱ء میں مستقل طالبِ علم کی حیثیت سے "مدرسہ اسلامیہ میرٹھ" میں درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کیں، یہی وہ مدرسہ ہے جہاں آپ نے پہلی مرتبہ عربی وفارسی زبان بھی سیکھی اور یہ سلسلۂ تعلیم ۱۹۲۴ء تک جاری رہا[۲۲]۔ اس کے بعد بطور غیر رہائشی طالبِ علم کے اوقاتِ مدرسہ میں تعلیم جاری رکھی اور ۱۹۳۳ء میں یہاں سے سندِ فراغت حاصل کی۔

ایک مجذوب کی بشارت:

جب مولانا انصاری کی عمر نو سال تھی، اُس وقت ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، ہوا کچھ یوں کہ مولانا انصاری اپنے گھر آرہے تھے کہ راستہ میں محلہ شاہ نتھن شاہ[۲۳] (میرٹھ) کی مسجد کے قریب کسی نے دو مرتبہ انہیں آواز دی۔

---

[۲۲] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۴۔

[۲۳] نتھن: یہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے، اردو میں اس کا معنی ہے: وہ رسی جو بیلوں یا بھینسوں کی ناک میں ڈالی جاتی ہے تاکہ وہ قابو میں رہیں، یعنی: نکیل۔

=

مولانا انصاری نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص ایک کنارے بیٹھا ہے، جس کے سر اور داڑھی کے بال حتی کہ بھویں بھی سفید ہو چکی ہیں، وہ اُنہیں پکار رہا ہے۔ مولانا انصاری اُس کے قریب گئے تو اُس بوڑھے نے کہا: بیٹا میں تمہیں جانتا ہوں، لیکن تم مجھے نہیں جانتے۔ پھر اُس شخص نے مولانا انصاری کا شجرۂ نسب بیان کرنا شروع کر دیا۔ پھر کم سن فضل الرحمن سے کہا: میں تمہیں کچھ ہدایات اور نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ تم اپنے گھر سے کسی بڑے کو میرے پاس لے آو۔ اتفاق

نتھن شاہ: یہ مشہور نام حضرت ابو محمد میراں سید شاہ علی برقع پوش رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت ابو محمد میراں سید شاہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ اپنے فرزند کی درخواست پر میرٹھ تشریف لائے اور یہاں مرکز رشد و ہدایت قائم فرما دیا۔ آپ کی کرامتوں کا چرچا مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندو مہا پرشوں میں بھی ہونے لگا، تو انہوں نے اپنے پیروکاروں کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکنے کی باقاعدہ مہم شروع کی اور لوگوں کو بہکانے اور ورغلانے کے لیے کہا کرتے تھے کہ آپ کے سامنے جو بھی جاتا ہے، آپ اسے ناتھ کر (یعنی ناک میں نکیل ڈال کر) اپنا داس بنا لیتے ہیں اور ان کے پاس ایسا جادو ہے کہ جو اُن کے سامنے جاتا اور اُن کی نظر سے نظر ملاتا ہے تو ان کا بے دام غلام بن جاتا ہے اور آپ اسے ناتھ لیتے ہیں۔

اس پروپیگنڈے کو قدرت الٰہی نے سید شاہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اعزاز بنا دیا اور عوام الناس میں آپ "شاہ نتھن" کے نام سے جانے پہچانے لگے اور لفظ نتھن آپ کے اسم گرامی کا جزو بن گیا۔ آج بھی بھارت کے مشہور شہر میرٹھ میں آپ کا جس جگہ مزار پرانوار ہے، اس محلہ کا نام ہی محلہ شاہ نتھن ہے، حتی کہ آپ کے شجرۂ پاک اور تذکرہ نگاروں کی کتب میں بھی یہی مرقوم ہے۔

سے اُس وقت مولانا محمد خلیل انصاری گھر پر نہیں تھے وہ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے، لہٰذا مولانا انصاری اپنی بڑے بھائی اور ایک چچازاد بھائی کو لے کر اُس بوڑھے کے پاس پہنچے۔

بوڑھے شخص نے کہا: یہ بچہ فضل الرحمن بڑی عظمتوں کا مالک ہے۔ یہ حافظ تو ہے ہی، اور درسِ نظامی کی تکمیل بھی کر رہا ہے، لیکن یہ اس تعلیم کو چھوڑ کر اعلیٰ مغربی تعلیم حاصل کرنے چلا جائے گا، تاہم اس کے بعد اس میں دوبارہ تبدیلی آئے گی اور یہ دینِ اسلام کی خدمت کے لیے وقف ہو کر رہ جائے گا۔ بوڑھے شخص نے مزید بتایا کہ اس بچہ کی فلاں فلاں عظیم تبلیغی خدمات مستقبل میں ہونے والی ہیں۔ اس کی زندگی میں بارہ سال کا ایک ایسا دور آنے والا ہے، جس میں یہ بڑی مشکلات کا سامنے کرے گا، میں اسی سلسلے میں اس کے پاس آیا ہوں۔

پھر اُس بوڑھے شخص نے مولانا انصاری کے بڑے بھائی اور چچازاد بھائی کو ایک "تعویذ" دیا اور بتایا کہ اس قسم کا یہ ایک ہی تعویذ رہ گیا ہے، جو حافظ فضل الرحمن کے لیے بنایا گیا ہے۔ دین اسلام کی خدمت کرتے ہوئے یہ تعویذ ایک بڑی محنت و مشقت سے تیار کیا گیا ہے، اس طرح کا دوسرا تعویذ بنانا اب ناممکن ہے۔ تم لوگوں کو سب سے پہلے یہ کرنا ہے کہ حافظ فضل الرحمن کے وزن کے برابر اناج صدقہ کیا جائے اور پھر ان کے گلے میں یہ تعویذ پہنا دیا جائے یاد رہے کہ یہ تعویذ کسی ناپاک جگہ پر نہ رکھا جائے ورنہ یہ غائب ہو جائے گا۔

بڑے بھائی نے گھر آکر اس واقعہ کا مذاق اُڑایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ بڑا بھائی تعویذ وغیرہ جیسی چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ بہر حال بھائی نے سارا قصہ اپنی والدہ کو سُنایا، تو والدہ نے اس تعویذ کو پان دان میں رکھنے کا کہا اور فرمایا: جب محمد خلیل انصاری گھر واپس آجائیں گے تو انہیں یہ معاملہ بتایا جائے گا، پھر دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں، چنانچہ تعویذ کو پان دان میں رکھ دیا گیا۔

بڑے بھائی کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ بوڑھا شخص اللہ کا ولی ہے۔ پھر ایک اور واقعہ رونما ہوا کہ گھر سے ایک گائے کہیں بھاگ گئی اور اُس کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ بڑے بھائی نے مولانا انصاری کو اُسی بوڑھے شخص کے پاس بھیجا کہ جاؤ اور اُس سے پوچھو کہ گائے کہاں ہے، تاکہ یہ بھی معلوم ہو سکے کہ آیا یہ اللہ کا ولی ہے یا نہیں۔ مولانا انصاری شاہ منتھن شاہ کی مسجد کی طرف اُس بوڑھے شخص سے ملنے کے لیے نکلے، جب وہاں پہنچے تو قبل اس کے کہ مولانا انصاری کچھ کہتے، اُس بوڑھے شخص نے کہا کہ تمہارے گھر سے ایک گائے کہیں بھاگ گئی ہے، لیکن تم لوگ فکر مت کرو، تم جیسے ہی گھر پہنچو گے گائے بھی آچکی ہو گی۔ مولانا انصاری واپس گھر کی طرف لوٹے تو دیکھا کہ گائے گھر میں آچکی ہے۔

دوسرے دن جب مولانا محمد خلیل گھر واپس آئے تو انہیں سارا ماجرا سُنایا گیا۔ آپ نے فوراً مولانا انصاری کے وزن برابر اناج صدقہ کر دیا۔ جب تعویذ پہنانے کے لیے پان دان کھولا گیا تو وہاں تعویذ نہیں تھا وہ غائب ہو چکا تھا۔

اس لیے کہ پان دان کو ایک ایسی عورت کے پاس رکھ دیا گیا تھا، جو ماہواری کے ایام گزار رہی تھی، گھر والوں کو یاد آیا کہ اُس بوڑھے شخص نے کہا تھا کہ اس کو ناپاک جگہ مت رکھنا ورنہ یہ غائب ہو جائے گا۔

دوسرے دن مدرسے جاتے وقت مولانا انصاری نے سُنا کہ لوگ کسی کے جنازے کی بات کر رہے ہیں، تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو اُسی بوڑھے شخص کا جنازہ ہے، جس نے تعویذ دیا تھا اور جس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس طرح کا دوسرا تعویذ بنانا اب ناممکن ہے۔

۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۶ء تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علّامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ، صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے قرآن وحدیث کے علاوہ علم الکلام اور تصوّف کی کتابیں پڑھیں[۲۴]۔

آپ نے ۱۹۴۱ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے علومِ دینیہ کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا، اس میں بنیادی مضامین یہ تھے: قرآن، حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، تفسیر، اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث اور فرائض[۲۵]۔

---

[۲۴] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۷۔

[۲۵] ایضاً، ص ۱۹۔

دنیاوی تعلیم:

مولانا انصاری نے ۱۹۲۴ء میں درسِ نظامی کی تعلیم پرائیوٹ طور پر جاری رکھی اور انگریزی تعلیم کے لیے "میرٹھ کالج" میں داخلہ لیا[۲۶]۔ ۱۹۳۱ء میں جبکہ آپ کی عمر تقریباً سترہ (۱۷) سال تھی، آپ نے مختلف انگریزی رسائل میں مختلف علمی مضامین لکھنا شروع کیے[۲۷]۔

مولانا انصاری نے ۱۹۳۳ء میں "میرٹھ کالج" سے ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا اور اسی سال "مدرسہ اسلامیہ میرٹھ" سے فارغ التحصیل ہو کر مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ میں داخلہ لیا[۲۸]۔

آپ نے ۱۹۳۵ء میں بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی دونوں کا امتحان ایک ساتھ دیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ بی اے میں خصوصی طور پر انگریزی ادب، فلسفہ، عربی، انگریزی، دینیات اور اردو جیسے مضامین منتخب کیے۔ دوسرا گولڈ میڈل جرمن زبان میں حاصل کیا، جبکہ آپ کو تیسرا گولڈ میڈل فلسفے میں ۹۸ فیصد نمبر حاصل کرنے پر ملا، یہ برِ صغیر میں فلسفے میں اتنے نمبر حاصل کرنے کا نیا ریکارڈ ہے جو تاحال برقرار ہے۔ اس کے علاوہ بی۔ اے میں فلسفہ کے پرچہ میں

---

۲۶ ایضاً، ص ۱۴۔

۲۷ ایضاً، ص ۴۷۔

۲۸ ایضاً، ص ۱۴، ۱۵، ۱۶۔

انعام کے مستحق ہوئے جبکہ عربی کے پرچہ میں "حقی انعام" سے نوازے گئے[29]۔

ایم۔اے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مضامین میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی مثلاً آپ نے اپنے طور پر "سیاسیات" (Political Science) اور "معاشیات" (Economics) میں ایم۔اے کیا، اس کے علاوہ ۱۹۴۲ء میں فلسفہ میں ایم۔اے کا امتحان فرسٹ کلاس میں پاس کیا، اس میں اہم مضامین یہ تھے: Metaphysics (علم الٰہیات/ما بعد الطبیعیات)، Ethics (علم اخلاقیات)، Psychology (علم نفسیات)، History of Philosophy (تاریخ فلسفہ) اور Muslim Philosophy۔

پی۔ایچ۔ڈی:

۱۹۳۹ء میں آپ جرمنی کے شہر برلن کی Alexander von Humboldt Stephen University میں بہ طور ریسرچ فیلو چنے گئے، آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے جرمنی جانا چاہتے تھے کہ دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے نہ جا سکے۔ اس کے بعد آپ نے B.Th (بیچلر آف تھیالوجی) کا کورس اختیار کیا[30]۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۱۶۔

۳۰۔ ایضاً، ص ۱۹۔

اسی سال آپ Philosophical Society of Aligarh University کے نائب صدر رہے اور یہی وہ سال ہے کہ جس کے ماہِ اگست میں عالمی شہرت یافتہ فلسفی ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن ڈائریکٹر آف ریسرچ چُنے گئے۔

۱۹۴۲ء میں ہی ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کی زیرِ نگرانی آپ نے "اسلامی اخلاق اور فلسفہ مابعد الطبیعات" (Islamic Moral and Metaphysical Philosophy) میں ڈاکٹریٹ کے لیے تحقیق شروع کی۔ ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن نے مولانا انصاری کے اس تحقیقی کام کی بہت تعریف کی، اُن کے علاوہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے کہا کہ اُنھیں یقین ہے کہ مولانا محمد فضل الرحمٰن انصاری کی تحقیق فلسفیانہ فکر کے لیے بہت اہم ثابت ہوگی۔ اسی سال آپ کو آفتاب ہوسٹل مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کا وارڈن بنایا گیا، ۱۹۴۵ء تک آپ اس ہوسٹل کے وارڈن رہے[۳۱]۔

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک آپ پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے تحقیق کرتے رہے، جب یہ تحقیق مکمل ہوگئی تو اُن دنوں ہندوستان میں ہنگامے شروع ہوگئے، ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کراچی چلے گئے، اس منتقلی میں اُن کے پاس مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا گراں قدر مقالہ گم ہوگیا۔ پاکستان بننے کے تھوڑے عرصے بعد ۱۹۴۹ء

---

[۳۱] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۹۔

میں ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح مولانا انصاری کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری وصول کرنے سے محروم رہ گئے۔ اس تحقیق کی دوسری نقل مولانا انصاری کی ذاتی لائبریری میں تھی، جب آپ نے پاکستان ہجرت کی تو آپ کی لائبریری لوٹ لی گئی اور امرتسر کے مقام پر آپ کی کُتب چھین لی گئیں، یہ واقعہ نومبر ۱۹۴۷ء کا ہے۔ اس طرح آپ کے دونوں مسوّدے ضائع ہو گئے اور کئی سال کی محنت اور تکلیف دہ تحقیق ضائع ہو گئی۔ آپ روزانہ کئی سو صفحات کا گہرا مطالعہ کرتے تھے۔

مولانا انصاری ایک بہترین کھلاڑی:

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اسلام اپنے ماننے والوں کو روح اور ذہن کو توانا اور صحت مند رکھنے کے ساتھ ساتھ بدن کی صحت و قوت کو بہتر بنانے کی ہدایات بھی فراہم کرتا ہے اور اس کے لیے اجر و ثواب کی نوید سُناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معلم اعظم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت و ریاضت میں یکساں دو مسلمانوں میں "صحت مند" کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہتر، افضل اور پسندیدہ قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَفْضَلُ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ"۔ (رواہ مسلم، وابن ماجہ واحمد)

ترجمہ: "طاقت ور مسلمان اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کمزور مسلمان سے بہتر، افضل اور پسندیدہ ہے"۔

ذخیرۂ احادیث میں بچوں کو تیر اندازی، نیزہ زنی، گھڑ سواری، تیراکی، لکھنا اور سوت کاتنے کی تعلیم دینے کا حکم جابجا مذکور ہے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہلِ شام کو ایک خط لکھا جس میں یہ بھی تھا: "أَنْ عَلِّمُوْا أَوْلَادَکُمُ السِّبَاحَةَ وَالرَّمْيَ وَالْفُرُوْسِيَّةَ"۔

بدن کی صحت و قوت کے لیے اسلام مفید کھیل کود اور سرگرمیوں سے قطعاً منع نہیں کرتا۔ ممانعت اُس وقت ہوتی ہے جب کھیل کو بغرضِ "کھیل" کھیلا جائے، یا جب اس میں کثرتِ اشتغال کی وجہ سے فرائض و واجبات میں کوتاہی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے فقہائے اسلام نے اولاد کے حقوق میں اچھی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرمایا[۳۲]: "زمانہ تعلیم میں بچوں کو ایک وقت کھیلنے کا بھی دیا جائے، تاکہ طبیعت نشاط پر باقی رہے"۔

احوالِ زمانہ بدلنے کے ساتھ ساتھ جدید کھیلوں کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے، جیسے آج کل کرکٹ، ہاکی، فٹ بال اور باسکٹ بال وغیرہ مشہور ہیں۔ مولانا

---

[۳۲] اولاد کے حقوق کی تفصیل کے لیے دیکھیے: "فتاویٰ رضویہ، رسالہ: مشعلۃ الارشاد اِلی حقوق الاولاد، ج ۲۴، ص ۴۵۱-۴۵۷۔

انصاری رحمۃ اللہ علیہ زمانۂ طالبِ علمی میں مختلف کھیلوں میں مہارت رکھتے تھے، اسی وجہ سے ایک بہترین باصلاحیت کھلاڑی مانے جاتے تھے۔ آپ کے پسندیدہ کھیلوں میں کرکٹ، ہاکی، فٹ بال اور ٹینس کا ذکر ملتا ہے۔ تاہم جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کالج میں داخلہ لیا تو خود کھیل کود کی یہ سرگرمیاں موقوف کر دیں اور مکمل اپنے مقصدِ حیات کے حصول کے لیے کوشاں ہو گئے[۳۴]۔ اپنے طلبہ کو صحت مند رکھنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ علیمیہ کے رہائشی طلبہ کے لیے باقاعدہ مفید کھیلوں کا انتظام فرمایا، چنانچہ جامعہ کے دار الاقامۃ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں: "(اس میں) ورزش جسمانی اور اس پر مبنی کھیلوں کا انتظام ہے"۔

تذکرۂ شیوخ واساتذہ:

مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف شیوخِ عظام واساتذۂ کرام سے اکتسابِ فیض کیا جن کے اسمائے گرامی اور تعارف کے لیے دفتر درکار ہیں، تاہم ان میں سے بعض کا ذکرِ خیر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ مولانا انصاری کے علم وفضل کا اندازہ لگایا جا سکے۔ آپ کے شیوخ واساتذہ میں مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں:

۱) مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری میرٹھی

[۳۴] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۲۳۔

۲) رئیس العلماء مولانا سید محمد سلیمان اشرف قادری

اور ۳) امام الفلسفہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن رحمۃ اللہ علیہ۔

۱) مبلغ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ ملت، نازشِ اہلسنت، مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی ابن حضرت مولانا محمد عبد الحکیم قدّس سرّھما ۱۵، رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ (۳، اپریل ۱۸۹۲ء) کو میرٹھ، یوپی (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآنِ پاک پڑھ لیا۔ اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم والدِ گرامی سے حاصل کی بعد ازاں جامعہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔

میٹرک وانٹر کرنے کے بعد ۱۹۱۷ء میں بی۔اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۱۸ء میں تبلیغی دورہ کے لیے بیرونِ ممالک تشریف لے گئے، ۲۱، صفر المظفر ۱۳۳۷ھ (مطابق ۲۵، نومبر ۱۹۱۸ء) ڈربن (جنوبی افریقہ) سے امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک استفتا بھیجا، جس کا متن یوں تھا:

"مسئلہ ۶۶: از ڈربن ناٹال جنوبی افریقہ مسئولہ مولوی عبد العلیم صاحب قادری برکاتی رضوی میرٹھی ۲۱، صفر ۱۳۳۷ھ مَاقَوْلُکُمْ اَیُّھَا الْعُلَمَاءُ الْکِرَامُ! حکومت کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ اگر کوئی

شخص ہندوستان سے باہر جانا چاہے یا باہر سے ہندوستان آنا چاہے، تو اس کو گورنمنٹ سے ایک اجازت نامہ جس کو بزبان انگریزی "پاسپورٹ" کہتے ہیں، لینا ضروری ہوگا ورنہ داخلہ خارجہ کی اجازت نہ دی جائے گی، یہ اجازت نامہ نہیں مل سکتا تاوقتیکہ ایک تصویر کم از کم نصف حصہ اعلیٰ بدن کی اجازت لینے والا داخل کرے، اس تصویر کی تین نقلیں ہوں گی جو تینوں بھیجی جائیں گی، دو گورنمنٹ میں محفوظ رہیں گی اور ایک اجازت نامہ کے ساتھ واپس مل جائے گی، جس کا اجازت گیرندہ کو اپنے پاس رکھنا ضروری ہے، بعض اشخاص مسلمین اپنے اہل و عیال سے دور بعض تجارتی کاروبار میں مبتلا نقل و حرکت کے بغیر چارہ نہیں، بعض علماء کو اِعلاء کلمۃ الحق کے لیے باہر جانے یا جا کر واپس آنے کی ضرورت ایسی اشد شدید ضروریات میں کہ جہاں بعض شکلوں میں سخت ترین دینی نقصانات بھی ہیں، اجازت لینے کی غرض سے نصف حصہ اعلیٰ بدن کی تصویر کھنچوانا بذریعہ فوٹوگراف جائز ہے یا نہیں اور اس اجازت نامہ کو اپنے پاس رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بَيِّنُوْا تُؤْجَرُوْا "۔

امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں جواز و عدم جواز دونوں کو اِجمالاً بیان کیا، پھر تفصیل سے اس کا جواب ایک رسالہ کی صورت میں لکھا، جس کا تاریخی نام: "جَلِيُّ النَّصّ فِي أَمَاكِنِ الرُّخَصُ(۱۳۳۷ھ)" یعنی:

"مقاماتِ رخصت کے بیان میں واضح نص" رکھا۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جدید (رضا فاؤنڈیشن لاہور) کی جلد ۲۱ میں ص ۲۰۱ تا ۲۱۵ پر ہے۔

مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کالج کی چھٹیوں کے دنوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی قادری قدس سرہ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کرتے رہے۔

اپنے بھائی جان شیخ مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت واجازت سے بھی سرفراز ہوئے اور انہی کے ایماء وارشاد پر اپنی زندگی تبلیغ دین اور خدمتِ اسلام کے لیے وقف کر دی اور اپنے نجی خرچ پر پیغامِ اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ محسنِ ملت امامِ اہلِ سنت آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اپنے تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ؎

عبدِ علیم کے علم کو سُن کر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

مولانا عبد العلیم صدیقی کو اعلیٰ حضرت سے کمالِ عقیدت تھی حرمین طیبین کی زیارت سے واپسی پر آپ نے ایک طویل قصیدہ مدحیہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا! تم ہو

غریقِ بحرِ اُلفت، مستِ جامِ بادۂ وحدت
محبِّ خاص، منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا، مدار اہلِ طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا، وہ قطبُ الاولیاء تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین، ایسے رہ نما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہلِ قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاجِ فضیلت تاج والوں کی
وہ لعلِ پُر ضیاء تم ہو وہ درِّ بے بہا تم ہو
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صولت کو
عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو
ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہلِ طریقت یاں
وہ قطبِ وقت اے سرخیل! جمعِ اولیاء تم ہو
عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اَتقی کہ منیرُ الاتقیاء تم ہو
جلال وہیبت فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر

عدوُّ اللہ پر ایک حربۂ تیغِ خدا تم ہو
تمھیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرتِ عثمان کا تم ہو
خلوصِ مرتضیٰ، خلقِ حسن، عزمِ حسینی میں
عدیمُ المثل یکتائے زمن اے با خدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علمِ حق اکنافِ عالم میں
امامِ اہلِ سنت نائبِ غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی، گدا کا آسرا تم ہو
وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو
علیمِ خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو[۳۴]

امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ اشعار سُنے تو اپنے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "مولانا آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ آپ اس

---

[۳۴] خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۱۵۵۔۱۵۶۔

دیارِ پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے، وہ حاضر کیے دیتا ہوں"۔

کُتب و تصانیف:

مولانا عبد العلیم صدیقی کی اردو تصانیف یہ ہیں:

۱۔ احکام رمضان المبارک

۲۔ بہارِ شباب

۳۔ ذکرِ حبیب حصّہ اوّل و دوم۔

۴۔ کتاب التصوف

۵۔ مرزائی حقیقت کا اظہار وغیرہ۔

جبکہ کچھ انگریزی و عربی زبان میں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کا وصال ۲۲ اور ۲۳ر ذی الحجہ کی درمیان شب، ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ر اگست ۱۹۵۴ء مدینہ منورہ میں ہوا، نماز جنازہ میں دنیائے اسلام کے اُن تمام مسلمانوں نے شرکت کی جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ نمازِ جنازہ کی اِمامت شیخ محمد ضیاء الدین احمد

مدنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ مجاز امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی[۳۵] اور آپ کو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں سپردِ خاک کیا گیا[۳۶]۔

مفتی محمد اطہر نعیمی حفظہ اللہ بن تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد (ہندوستان) کے سالانہ جلسۂ تقسیمِ اسناد پر مولانا عبد العلیم صدیقی مراد آباد آئے، والدِ محترم کی فرمائش پر جلسہ کی تقریب سے خطاب کیا، خطبہ کے بعد جس عقیدت و محبت سے بارگاہِ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش فرمایا، ایسے مناظر دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی ہیں۔ پھر مولانا نے ایک نعت شریف پڑھی اس کا ایک مصرعہ اب بھی یاد ہے: ؎

مدینہ کی زمیں میں دفن ہوں یہ ہڈیاں میری

مفتی محمد اطہر نعیمی حفظہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ مولانا عبد العلیم صدیقی کو آخری عمر میں دیکھنے والوں کا بیان ہے (مثلاً قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی) کہ انتقال سے قبل حضرت اتنے نحیف ہو گئے تھے کہ جسم صرف پوست و استخوان کا مجموعہ تھا۔ رب العالمین نے حضرت مولانا کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور

---

۳۵ خلیل احمد رانا، مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری، ورلڈ اسلامک مشن کراچی، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء، ص ۶۳۔

۳۶ محمد عبد الحکیم شرف قادری، "تذکرہ اکابرِ اہل سنت"، شبیر برادرز پبلشرز اردو بازار لاہور، طبع دوم ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۶۔۲۳۷۔

مولانا جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے[۳۷]۔

۲) رئیس العلماء مولانا سید محمد سلیمان اشرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

رئیس العلماء حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفا میں سے تھے۔ جوں پور کے مدرسہ حنفیہ میں استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری سے اکتسابِ علم کیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۹۰۲ء میں مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ کے شعبہ علومِ اسلامیہ کے صدر بنے۔ عربی زبان کی فضیلت و برتری میں "المبین" کتاب تالیف کی، مشہور مستشرق پروفیسر براؤن اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اس کتاب کی تعریف کی۔ فارسی شعر و ادب کے بارے میں "الانہار" لکھی جس کے بارے میں فارسی، عربی و اردو کے محقق ادیب مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے رائے دی کی یہ علّامہ شبلی کی شعر العجم سے بہتر ہے۔ "النور" اور "الارشاد" بھی آپ کی بُلند پایہ تصانیف ہیں، اس کے علاوہ حج کے موضوع پر ایک کتاب "الحج" لکھی۔

---

[۳۷] مولانا محمد اطہر نعیمی، "چند یادیں، چند باتیں"، خصوصی مجلہ "عظیم مبلغ اسلام"، خواتین اسلام مشن، پاکستان، رجب ۱۴۲۴ھ / ستمبر ۲۰۰۳ء، ص ۱۴۳۔۱۴۴۔

رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ میں علیگڑھ میں وفات ہوئی، یونیورسٹی کے قبرستان میں شروانیوں کے احاطہ میں آپ کا مدفن ہے۔ آپ چشتی، نظامی، فخری، سلیمانی تھے پیرو مرشد کا نام معلوم نہیں، اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خان نے بھی اجازت و خلافت دی تھی[۳۸]۔

۴) ڈاکٹر سید ظفر الحسن:

ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن ۱۴ر فروری ۱۸۷۹ء کو سیال کوٹ میں پیدا ہوئے والدِ گرامی کا نام سیّد دیوان محمد ہے، آبائی وطن قصبہ کھرڑ ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب، بھارت) تھا۔ ڈاکٹر صاحب مسلم یونیورسٹی سے ایم۔ اے فلسفہ کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے جرمنی تشریف لے گئے۔ فلسفے کے مضمون "Realism" پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور واپس آکر مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ میں فلسفے کے استاد مقرر ہوئے، بعد میں شعبۂ فلسفہ کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے اس مضمون پر ڈاکٹریٹ کی۔ آپ صاحب علومِ عربیہ اسلامیہ اور غربیہ المانیہ و انگلیزیہ کے امامِ عصر بھی تھے۔ حق یہ ہے کہ عصری اسلامی علوم میں علّامہ محمد اقبال کے بعد اُن کے پائے کا کوئی دوسرا محقق و عارف اس زمانے میں یورپ و ایشیا میں نہیں تھا اور اُن کا یہ درجہ و مرتبہ مشرق و مغرب نے تسلیم کر لیا تھا۔ آپ نہ

۳۸؎ "تذکرہ علماءِ اہلسنت"، ص ۱۰۰۔ ۱۰۱۔

صرف حکیم و فلسفی تھے بلکہ صاحبِ طریقت صاحبِ ذوق و بصیرت، صاحبِ باطن و ظاہر اور پکّے مومن مسلمان تھے۔ اُن کا قول ہے کہ مشرق و مغرب کے علوم و حکمت کھنگالنے کے بعد صرف دو باتیں سیکھی ہیں، وہ یہ کہ دنیا میں صرف ایک کتاب ہے وہ قرآن ہے اور دنیا میں صرف ایک انسان ہے اور وہ ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ڈاکٹر صاحب کے فلسفے کو جرمنی میں تسلیم کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن صورتاً و سیرتاً پکے مسلمان تھے، چہرے پر شاندار لمبی داڑھی رکھتے تھے، نماز و وظائف کے پابند تھے۔ امامِ ربانی حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی طور پر معتقد تھے۔ حضرت امیر ملّت سیّد جماعت علی شاہ محدثِ علی پور رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت رکھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں ڈاکٹر ملک محمود احمد (سابق چیف ایجوکیشنل آفیسر پاکستان آرمی کاکول)، ڈاکٹر احسان اللہ (سابق استاذ اسلامیہ کالج، پشاور)، مشہور فلسفی ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لاہور، ڈاکٹر زکی الدین مرحوم، ڈاکٹر افضال حسین قادری مرحوم، ڈاکٹر عشرت علی اور سیّد امیر الدین قدوائی مرحوم وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۹ر جون ۱۹۴۹ء کو آپ نے راول پنڈی میں رحلت فرمائی اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں سپردِ خاک ہوئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون[۳۹]۔

---

[۳۹] تفصیل کے لیے دیکھیے "فدایانِ امیر ملّت" از محمد صادق قصوری، مطبوعہ مجلس امیر ملت، =

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور مختلف علوم و فنون:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کتنے علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اس تعین کرنا ابھی ذرا مشکل ہے تاہم راقم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی شاہکار پڑھ کر اور علمی خطابات سُن کر جن مختلف علوم و فنون کی جھلک دیکھی انہیں عنقریب ذیل میں بیان کیا جائے گا، مگر حاشا! ہنوز اِن میں حصر نہیں جوں جوں حضرت کی شخصیت کے پوشیدہ پہلو سامنے آئیں گے اس کے بعد ہی کچھ تعین ممکن ہو سکے گا، نیز یہ علوم و فنون کی فہرست اس لیے نہیں ہے کہ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ واساتذہ پر ان کی "برتری" جتائی جائے جیسا کہ جہالت کی وجہ سے یہ تاثر بھی دینے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے، کیونکہ جو کچھ علوم و فنون آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں نظر آتے ہیں وہ یقیناً آپ کے شیوخ واساتذہ کا دیا ہوا حصہ ہی ہیں۔

اِن علوم و فنون میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ علم القرآن (جس میں تفسیر اور اس سے متعلقہ علوم شامل ہیں)

۲۔ علم الحدیث

۳۔ علم الکلام (خصوصاً اشعری وماتریدی)

= برج کلاں، قصور، ۱۹۸۱ء، ہفت روزہ "قندیل" لاہور، ش ۶/ ستمبر ۱۹۴۹ء بحوالہ تذکرہ مولانا محمد فضل الرحمن، مرتبہ خلیل احمد رانا صاحب۔

۴۔ علم الفقہ (خصوصاً فقہِ حنفی وشافعی)

۵۔ لغت، عربی، اردو، فارسی، انگریزی اور جرمن۔

۶۔ علم معاشیات (Economics)

۷۔ علم عمرانیات (Sociology)

۸۔ علم تاریخ (History)

۹۔ تاریخِ فلسفہ (History of Philosophy)

۱۰۔ مسلم فلسفہ (Muslim Philosophy)

۱۱۔ Meta Philosophy

۱۲۔ علم قانون (Law Courses)

۱۳۔ علم طب (ہومیوپیتھک)

۱۴۔ علم قراءت وتجوید

۱۵۔ فنِ خطابت ("کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ"، یعنی: لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو، کی عملی تصویر۔

۱۶۔ فنِ تحریر (جس پر آپ کی کُتب شاہد ہیں)

۱۷۔ علم تصوف

۱۸۔ سائنس (قدیم وجدید)

۱۹۔ علم حساب / ریاضی (Mathematics)

۲۰۔ فلسفہ (Philosophy جس پر آپ کا تحقیقی مقالہ شاہد ہے)

۲۱۔ علم النفس / نفسیات (Psychology)

۲۲۔ طبعیات / مابعد الطبعیات (Physics & Meta Physics)

۲۳۔ فزیکل سائنس (Physical Science)،

۲۴۔ میتھالوجی (Mythology)،

۲۵۔ تاریخ تہذیب و ثقافت (History of Civilizations & Cultures)

۲۶۔ تقابلِ ادیان

۲۷۔ اسلام کا اخلاقی فلسفہ اور اخلاقی ضابطہ

۲۸۔ اسلامی سیاسی نظریہ اور نظام اور ۲۹۔ اسلامی معاشی نظریہ اور نظام وغیرہ علوم وفنون میں آپ کا وسیع مطالعہ تھا اور ان کی تعلیم و تدریس کرتے رہے۔

غرض یہ کہ علم حاصل کرنے کی پیاس تمام زندگی اُن کے ساتھ رہی۔

علیگڑھ میں قیام کے دوران آپ نے طب کے متعلق بھی پڑھا، خاص طور پر آپ ہومیوپیتھک میں بہت دل چسپی لیتے تھے۔ ہندوستان کے مشہور ڈاکٹر چوہدری آپ کے استاد تھے۔ کچھ سالوں بعد کراچی میں ۲۹ر ستمبر ۱۹۶۶ء میں آپ کا نام مستند ہومیوپیتھک ڈاکٹرز میں درج کر لیا گیا[۴]۔

---

[۴] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۲۳۔

پاکستان آمد:

تقسیم ہند کے بعد مولانا عبد العلیم صدیقی اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان ہجرت کر آئے تھے۔ مولانا انصاری نے یہاں بھی حضرت عبد العلیم صدیقی کے پرائیوٹ سیکریٹری کی حیثیت سے کام جاری رکھا۔ اسی سال آپ کا سوانحی خاکہ Biographical Encyclopedia of World میں شامل کیا گیا اور یوں آپ پوری دنیا میں مصنّف اور صحافی کی حیثیت سے متعارف ہوئے[۱۴]۔

پاکستان آنے کے بعد کچھ وقت کے لیے ایسے حالات پیدا ہوئے، جن کے شدید دباؤ کی وجہ سے مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کیا کہ وہ تبلیغی اُمور چھوڑ کر سول سروس میں ملازم لگ جائیں۔ پھر ایک دن اپنی زوجہ محترمہ بیگم سے اس فیصلہ پر دیر تک تفصیلی بات کی۔ اسی رات مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا، جس کی وجہ سے آپ نے پختہ اِرادہ کرلیا کہ وہ اسی طرح خدمتِ اسلام کو جاری وساری رکھیں گے۔

خواب میں دیکھا کہ آپ ایک صحرا میں برہنہ سروپا کھڑے ہیں، کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جوں جوں آپ چلتے جاتے ہیں، بھوک وپیاس کی شدت میں اِضافہ ہوتا جاتا ہے۔ کافی دیر چلنے کے بعد آپ نے وہاں ایک

---

۱۴ ایضاً ص ۲۰، ۲۴، ۴۹۔

خوبصورت مکان دیکھا، جس کی چمنی سے دھواں نکل رہا تھا۔ انصاری صاحب نے سوچا کہ یہاں سے ضرور کچھ کھانے پینے کی چیز مل جائے گی۔

جونہی آپ گھر کے قریب گئے، دیکھا کہ آپ کی پرنانی دروازہ پر کھڑی ہیں، اُن کے ساتھ گھر کے اندر چلے گئے۔ نانی جان نے بتایا کہ تمہارے پرنانا مولانا کریم بخش انصاری کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مولانا انصاری نے دیکھا کہ آپ کے پرنانا ایک سفید جائے پر نماز دو زانو بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اپنے نواسے کو اپنے پاس بٹھایا اور اُن کے لیے کھانا منگوایا۔ چنانچہ کچھ شیرنی اور دودھ پیش کیا گیا، مولانا انصاری نے زندگی میں اتنی لذیذ شیرنی اور دودھ کبھی نہیں چکھے تھے۔

مولانا کریم بخش نے آپ سے فرمایا: ”جب تم نے اتنی رکاوٹوں کو عبور کر لیا ہے، تو اب خدمتِ اسلام کو چھوڑنے کا اِرادہ کیوں کرتے ہو؟ یہ کام جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے، اسے تم نے ہی انجام دینا ہے، اس لیے کہ تمہیں اس خاص مقصد کے لیے تعلیم و تربیت دی گئی ہے۔“ مزید فرمایا: ”اس وقت برِ صغیر کے تین اقطاب ہیں، مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی ان میں سے ایک ہیں“۔

اس کے بعد مولانا انصاری نے اپنے والد محمد خلیل انصاری کو دیکھا، آپ نے اپنے بیٹے کو گلے لگایا اور فرمایا: ”بیٹا! مجھے تمہاری عظمت و شان کا اندازہ مرنے کے بعد ہوا، کیونکہ جو انعامات مجھے پر کیے گئے وہ تمہاری بزرگی کی وجہ سے

لیے گئے"۔ان حضرات میں آپس کی یہ گفتگو تقریباً چار گھنٹے جاری رہی۔ جب مولانا انصاری بیدار ہوئے تو ایک عزمِ نو کے ساتھ صبح کی اور ہمیشہ خدمتِ اسلام کے لیے کوششیں جاری وساری رکھنے کا عہد کیا[۴۲]۔

مولانا عبد العلیم صدیقی القادری سے ملاقات:

یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے جب مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ ایف۔ ایس۔ سی کے طالبِ علم تھے۔ایک دن کالج سے گھر واپس جارہے تھے کہ مخدوم صاحب کی مسجد سے ایک نورانی چہرے والے بزرگ کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا، لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور دست بوسی کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ مولانا انصاری نے اپنے ایک دوست سے، جس کے پاس آپ اکثر جایا کرتے تھے، اُن بزرگ کے بارے میں پوچھا، دوست نے بتایا کہ یہ عالمِ اسلام کے مشہور ومعروف عالم دین مولانا عبد العلیم صدیقی ہیں۔

اسی دوست نے آپ سے مولانا محمد عبد العلیم صدیقی کا تعارف کروایا اور انہیں ایک دن شاہ صاحب سے ملاقات کے لیے لے گیا۔ شاہ صاحب کی علم وفضل میں شہرت کے علاوہ خاص بات یہ بھی تھی کہ آپ لوگوں کو خصوصاً ایسے تمام شکوک وشبہات اور سوالات کے جوابات نہایت پیار اور عمدہ طریقے سے دیا

۴۲۔ ایضاً ص ۲۴، ۳۱۔

کرتے تھے، جو سائنس کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو جاتے تھے۔ مولانا انصاری جونہی شاہ صاحب سے ملاقات کے لیے پہنچے تو انہیں دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کی، یوں ان دونوں کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ گھر واپس آنے کے کچھ دن بعد دوبارہ مولانا عبد العلیم صدیقی کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ صاحب نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا: "میاں تمہیں تو یہاں ہمیں کھینچ کے لانا پڑا"۔ اُس کے بعد مولانا انصاری باقاعدگی سے اُن کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور انہی کے ہو کر رہ گئے۔

مولانا عبد العلیم صدیقی نے اپنا بہت سا تبلیغی کام آپ کے سپرد کر دیا۔ اسی سال (۱۹۳۲ء) آپ نے پہلی کتاب Beacon Light تصنیف کی۔ یہ کتاب ہانگ کانگ کے ایک پادری کے اسلام پر جھوٹے الزامات کے جواب میں لکھی گئی تھی[۴۳]۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب پادری نے سنگاپور میں کتاب لکھی تو مولانا عبد العلیم صدیقی نے اس کا ذکر اپنے مریدین و محبین سے کیا اور فرمایا کہ انتہائی مصروفیات کے باوجود اس کتاب کا جواب بھی مجھ ہی کو لکھنا پڑے گا۔ مولانا انصاری بھی حاضرِ خدمت تھے آپ نے عرض کی کہ حضور! اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب لکھ دوں۔ حضرت نے اجازت دے دی تو مولانا انصاری نے

---

[۴۳] ایضاً، ص ۲۳۔

صرف چار گھنٹے کے مختصر سے وقت میں یہ رسالہ تحریر فرمایا اور شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا عبد العلیم صدیقی بہت خوش ہوئے اور مولانا انصاری کو اپنے پاس بٹھالیا اور شفقت کرتے ہوئے فرمایا: "یہ تو ایک زبردست جواب ہے، اس جیسا جواب تو میں بھی نہیں لکھ سکتا"۔

کہا جاتا ہے کہ اُس وقت وہاں ایک وکیل صاحب بھی موجود تھے جو بیرونِ ملک سے قانون کی اعلیٰ تعلیم کی سند لے کر آئے تھے، مولانا عبد العلیم صدیقی نے جوابی رسالہ، وکیل صاحب کو دیکھنے کے لیے دیا۔ وکیل صاحب نے جب وہ رسالہ پڑھا تو حیرت میں پڑ گئے اور بولے: اس میں اب مزید کسی کلمہ کے اضافہ کی نہ مزید رموز واو قاف لگانے کی ضرورت ہے۔

حضرت شیخ اقدس شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر یہ کتاب آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی سنگاپور نے چھپوا کر چین کے خاص خاص شہروں مثلاً ہانگ کانگ، کینٹن اور مکاؤ میں کثیر تعداد میں تقسیم کی۔

عقدِ نکاح:

۱۹۳۶ء میں آپ کا نکاح مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی اَمۃُ السُّبوح سُبحیہ سے ہوا[۴۴]۔ اس خوش نصیب عفت مآب خاتون

---

[۴۴] ایضاً، ص ۲۴۔

کے بارے میں مبلغِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ (نومبر ۱۹۳۸ء) کو اپنی کتاب "ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم" حصہ اول کے مقدمہ میں یوں فرمایا:

"چند روز ہوئے نورِ نظر، لختِ جگر، دُخترِ بلند اختر، اَمَۃُ السُّبوح سُبْحِیه سَلَّمَهَا الْأَکْبَر (زوجہ محمد فضل الرحمٰن انصاری) نے اِصرار کیا، ان کے پڑھنے کے لیے ایک مضمون لکھوا دیا"۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی زوجۂ محترمہ کو "قرآنک فاؤنڈیشن" میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

"مجھے اپنی زوجہ محترمہ بیگم سُبْحِیه کا بھی اِحسان مند ہونا چاہیے، جو نکاح کے بعد سے آج تک باوقار انداز سے میرے شانہ بشانہ کھڑی رہیں اور اُن تکالیف میں مجھے بڑا حوصلہ دیا، دینِ اسلام کی خدمت کرتے ہوئے جن کا مجھے سامنا کرنا پڑا۔ ان کے مخلصانہ تعاون اور حوصلہ کے بِنا یہ موجودہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا"[۴۵]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۵ء آفتاب ہاسٹل کے وارڈرن بھی رہے، جہاں صرف یونیورسٹی کے باصلاحیت طلبہ کو ہی رہائش دی جاتی تھی، یہاں بھی مولانا انصاری نے اپنی صلاحیتوں سے زبردست خراجِ تحسین وصول کیا۔

---

[۴۵] قرآنک فاؤنڈیشن، ج ۱، ص XXIV۔

...لف زبانوں کا حصول:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور جرمن جیسی ...ین الاقوامی زبانوں پر مہارت حاصل تھی۔ ۱۹۳۷ء میں مولانا انصاری نے عربی، فارسی اور انگریزی کے علاوہ جرمنی زبان بھی سیکھنا شروع کی امتحان دیا اور "گولڈ میڈل" سے نوازے گئے۔

تبلیغی خدمات:

۱۹۳۷ء کے آخر میں مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اسلام کی تبلیغ کرنے کی پہلی ذمّے داری سونپی۔ سنگاپور اور ملایا میں غیر مسلموں کی کارروائیوں کو روکنے کے لیے اسلام کی تبلیغ کی بہت ضرورت تھی، حالانکہ مولانا انصاری اس وقت تک طالب علم تھے اور ان کو اپنے تبلیغی سفر سے واپسی پر ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کے لیے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم کو دوبارہ جاری کرنا پڑا۔ تاہم مولانا انصاری اُس وقت ایک نہایت عمدہ عالم دین اور ایک نہایت عمدہ لکھنے والے بن چکے تھے اس تبلیغی سفر میں اُنھوں نے تین بڑے کام سرانجام دینے تھے:

۱۔ سنگاپور سے انگریزی زبان میں "Genuine Islam" نامی پہلے اسلامی ماہ نامہ کا اجراء۔

۲۔ All-Malaya Muslim Missionary Society کی تبلیغی سرگرمیوں کو منظم اور ان کی رہنمائی کرنا۔

فائدہ: اس تحریک کو مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۸ء میں بنایا تھا۔

اور ۳۔ مشرقِ بعید میں ایک متحدہ عمومی تبلیغی محاذ کو منظم کرنا[۴۶]۔

اپریل ۱۹۳۸ء میں ملایا کی وفاقی قانون ساز اسمبلی میں ایک قانون کا مسودہ بنام "ملایا کی وفاقی ریاستوں کے لیے حدود شرعی کا قانون" سلانگور کی وفاقی مجلس قانون ساز میں پیش ہوا۔ بِل پیش کیا گیا، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ یہاں اسلامی قانون کی بالادستی ہونی چاہیے۔ اس کے ردِ عمل میں ملائشیا کے تمام اخبارات ورسائل نے اس بِل کی شدید مخالفت کی۔ کئی لفظی حملے "The Straits Times of Singapore" (اسٹریٹس ٹائم آف سنگاپور) نامی انگریزی اخبار کے اداریے میں کیے گئے، جس کی شہ سُرخی یہ ہوتی تھی: "Go to Mosque or go to prision" (مسجد جاؤ یا جیل خانہ) اس کے علاوہ مخالفت میں اور مضامین بھی لکھے گئے۔

---

[۴۶] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۷۔

ماہ اپریل ۱۹۳۸ء میں ایک قانون کا مسودہ موسومہ "ملایا کی وفاقی ریاستوں کے لیے حدود شرعی کا قانون" سلانگور کی وفاقی مجلس قانون ساز میں پیش ہوا۔ اس کا پیش ہونا تھا کہ سنگاپور اور ملایا کے اخبارات میں اس کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اکثر وبیشتر اخبارات غیر مسلموں کے تھے۔ انہوں نے صرف اس قانون ہی کی مخالفت نہ کی بلکہ اسلام کو مورد طعن بنایا۔ مشرق بعید کے سب سے اہم روزنامہ "The Straits Times of Singapore" (اسٹریٹس ٹائم آف سنگاپور) نامی انگریزی اخبار کے اداریے میں کئی لفظی حملے کیے گئے، اور پہلا ہی اداریہ لکھا، جس کی شہ سرخی یہ ہوتی تھی: "Go to Mosque or go to prision" (مسجد جاؤ یا جیل خانہ جاؤ) اس کے علاوہ مخالفت میں اور مضامین بھی لکھے گئے۔ دوسرے اخبارات بھی لامذہبیت اور اسلام دشمنی میں پیچھے نہ رہے۔ طوفان برابر بڑھتا گیا۔ اس لیے کہ اس کی قیادت نامور انگریز اور چینی صحافی اور سیاست داں کر رہے تھے۔ دوسری جانب اس قانون کی حمایت انتہائی کمزور تھی۔ اس کے لیے معدودے چند مسلم صحافی بھی طوفان میں بہہ چکے تھے۔ کمزوری کی کیفیت اس وقت تک مسلسل رہی جب تک کہ مولانا انصاری حمایت کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایک طویل فاضلانہ مقالہ لکھا جس میں مخالفین کے ایک ایک اعتراض کا دنداں شکن جواب دیتے ہوئے اسلامی قوانین اور ان کے فلسفہ کی برتری کو ثابت کیا۔ مولانا انصاری کی عمر اس

وقت ۲۲ سال تھی لیکن مقالہ اس قدر بلند پایہ تھا کہ سب سے زیادہ شدید مخالف اخبار ''اسٹریٹس ٹائمز'' ہی نے اس کو ممتاز طریقہ پر چھاپا اور محض چھاپا ہی نہیں بلکہ اس کے معمر اور نامور انگریز ایڈیٹر نے اس کے دلائل کے وزن کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا انصاری کو ''دقیق نظر اور وسیع علم رکھنے والے منطقی'' کے لقب سے یاد کیا[۴]۔

مشرقِ بعید کے ممالک میں عیسائی مشنریز نے اسلام مخالف تحریک شروع کی اور جاہل مسلمانوں کو ورغلانا شروع کیا، اس کام کو تقویت دینے کے لیے کچھ کُتب تصنیف کر کے تقسیم کی گئیں، جن میں تین سرفہرست ہیں:

1. "Moslem World in Revolution" by Rev. Cash.
2. "Islam and Chiristianity in India and the Far East" by Dr. Wherry.
3. "Mohammedanism and Chiristianity- *Twenthieth Century Trends*" by Archbishop Wand.

ان کُتب نے مسلمانوں میں بے چینی کی فضا پیدا کر دی اور Java (جاوا) کے کچھ اَن پڑھ قبائل مرتد ہو کر عیسائیت قبول کر بیٹھے، پھر انہیں مرتدین نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دیں۔ مبلغ اسلام شاہ محمد عبد العلیم

---

[۴] ایضاً، ص ۱۹۔

صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو ہدایت کی کہ وہ فوراً اس طرف اپنی توجہ مبذول کریں اور مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے کردار ادا کریں۔

چنانچہ مولانا انصاری نے صدر پادری (ArchBishop) وینڈ کے جواب میں سات مضامین تحریر فرمائے، جو ماہنامہ "Genuine Islam" سنگاپور میں قسط وار بعنوان "Trends in Chiristianity" شائع ہوئے، پھر انہیں ایک کتابی صورت میں شائع کر کے مشرقِ بعید کے علاقوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کتاب کے مدلل و معقول دلائل سے عیسائی مشنریز جواب سے عاجز آ گئے اور مولانا انصاری کے بارے میں بے سروپا باتیں کرنے لگے۔ پھر مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے ۱۹۴۰ء میں ایک کتاب علی گڑھ میں تحریر فرمائی، جو تاحال لاجواب ہے، اس کتاب کا نام ہے:

"Islam and Chiristianity in the Modern World".

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا سببِ تالیف یہ بیان کیا کہ اولاً تو آسٹریلیا کے صدر پادری نے جو طوفان مچار کھا ہے اُس کا سدِ باب ہو، ثانیاً اسلام کا پیغام محبت مسیحیت تک پہنچایا جائے تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں اور اسلام کی مخالفت ختم ہو، ثالثاً Dr. Samuel M. Zwember کی تحریریں اور رابعاً مذکورہ تین کُتب بھی اس کی تالیف کا سبب بنیں۔

یہ کتاب ورلڈ فیڈریشن کراچی سے دوبار شائع ہوئی، ۱۹۴۴ء اور ۱۹۷۶ء میں۔ اس معرکتہ الآراء کتاب کا اردو ترجمہ ہو جائے تو یقیناً کُتبِ تقابلِ ادیان میں ایک گراں قدر اِضافہ شمار کیا جائے گا۔

۱۹۴۶ء میں درگاہ شریف اجمیر کی تبلیغی کمیٹی کے مشورہ سے مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو اس اہم کام پر مامور کیا کہ وہ عالمی تبلیغی مرکز اور تبلیغی کالج کے قیام کے لیے اسکیم مرتب کریں۔ مولانا انصاری نے تمام دنیا میں اسلام کی تبلیغی ضروریات پر نہایت فاضلانہ بحث اور اہم معلومات پیش فرماتے ہوئے "منشور" کے عنوان سے وہ اسکیم لکھی۔ درگاہ کمیٹی نے اس کو منظور کرتے ہوئے ۱۹۴۷ء میں شائع کیا۔

۱۹۴۸ء میں آپ ہفت روزہ "Sind Information" کراچی کے "Editor" لگے۔ اس طرح اُنھوں نے ایک مرتبہ پھر میدانِ صحافت میں اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء تک جاری رہا۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ شروع ہی سے تبلیغی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کرتے رہے۔ بحیثیت مرید بیعت کی رسم کی ادائیگی کے لیے مولانا انصاری کی تمنا تھی کہ وہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں ادا ہو، ایسا موقع ۱۹۴۹ء میں آیا، جب مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے حجازِ مقدس سے خط لکھ کر آپ کو بلایا۔ مولانا

انصاری رحمۃ اللہ علیہ خط پڑھ کر آبدیدہ ہو گئے، یہ خوشی کے آنسو محبت و وفاداری کی علامت تھے۔ مولانا انصاری نے اپنی دوسری تمام مصروفیات سے مستعفی ہو کر خط لکھا کہ میں جلد ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔

۲۴ ربیع الاول کو بعد نماز اشراق خانہ کعبہ میں حطیم کے اندر مولانا محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور شاذلیہ میں بیعت کیا اور اِن میں اجازات و خلافت سے بھی سرفراز کیا اور فرمایا کہ میں دنیا کے تبلیغی دورے پر جانا چاہتا ہوں لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت ملنے کے بعد جاؤں گا، چناں چہ تین ماہ بعد مولانا محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اطلاع دی کہ تبلیغی دورے کی اجازت مل گئی ہے، پھر تاریخ ساز تبلیغی دورہ شروع ہوا۔

۱۹۴۹ء۔۱۹۵۰ء پانچ برِ اعظموں کے انیس ممالک کا یہ دورہ تقریباً پندرہ ماہ جاری رہا، چنانچہ ایشیا کے ممالک میں حجازِ مقدس، اُردن، شام، عراق، سری لنکا، ملائشیا، انڈونیشیا، فلپائن اور جاپان، یورپ کے ممالک میں برطانیہ، فرانس اور اٹلی، افریقہ کے ممالک میں مصر جبکہ جنوبی و شمالی امریکا کے ممالک میں کینیڈا، ٹرینیڈاڈ و ٹوبیگو، برٹش گیانا اور سرینام وغیرہ۔

اس تبلیغی سفر کے بعد بھی مولانا انصاری نے مولانا عبد العلیم صدیقی کے پرائیوٹ سیکریٹری کے عہدے کے فرائض جاری رکھے۔ بلاشبہ مبلغِ اسلام

رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و متوسلین میں مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد ہستی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ اس بڑی سعادت سے بہرہ مند فرمایا[۴۸]۔

حجاز مقدس میں جب بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے، تو ربیع الاول کا مبارک مہینہ اور سال ۱۳۶۹ھ (جنوری، ۱۹۵۰ء) تھا۔ یہیں قیام کے دوران، مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معرکتہ الآراء کتاب "The Communist Challenge to Islam" تصنیف فرمائی۔ اس میں مقدمہ، انتساب اور سات ابواب ہیں، یہیں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا مقدمہ ۲۵/ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۴/ جنوری ۱۹۵۰ء میں لکھا۔ یہ کتاب مکی پبلی کیشنز جنوبی افریقہ سے اپریل ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ اس بے مثال کتاب کو اپنے شیخ کے نام منسوب کیا، چنانچہ انتساب میں لکھتے ہیں[۴۹]:

"Dedicated to HIS EMINENCE MOULANA MOHAMMAD ABDUL ALEEM SIDDIQUI, AL-QADERI, *Guide, Philospphher, Father*".

---

۴۸ ایضاً، ص ۴۱۔ ۴۲۔

۴۹ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری، The Communist Challenge to Islam، مکی پبلی کیشنز، جنوبی افریقہ اپریل ۱۹۵۱ء، ص ۹۔

۱۹۵۲ء میں آپ جمعیۃ الفلاح کراچی کے آرگن "Voice of Islam" کے مدیر بنے اور ۱۹۵۶ء تک اس عہدے پر فائز رہے[۵۰]۔

تعلیم وتدریس:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۰ء تک مختلف مشہور تعلیمی اِداروں میں درس وتدریس کی صورت اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے طلبہ کے دلوں مثبت نقوش ثبت کیے۔ ان تعلیمی اِداروں میں کراچی کا سینٹ پیٹرک کالج، سینٹ جوزف کالج اور کالج آف ہوم اکنامکس شامل ہیں، جن میں آپ مختلف موضوعات پر لیکچرار دیتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کالجز میں Islamic Metaphysics (اسلامی ما بعد الطبیعات)، Islamic Moral Philosophy (اسلامی اخلاقی فلسفہ) Islamic Politics (اسلامی سیاسیات) اور Islamic Economics (اسلامی معاشیات) پڑھاتے رہے۔ ان فرائض کے علاوہ آپ جامعہ کراچی میں لیکچرار بھی رہے۔

استادِ محترم پروفیسر شمیم ہاشمی مرحوم (سابق چیئر مین شعبہ نفسیات، جامعہ کراچی) جن سے راقم الحروف اور اُس کے دیگر رفقاءِ علم کو تقریباً پانچ سال (۲۰۰۰ء۔۲۰۰۴ء) تک مادرِ علمی "جامعہ علیمیہ" میں مختلف مضامین پڑھنے

---

۵۰ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۳۔

اور استفادہ کرنے کا موقع میسر رہا۔ ان مضامین میں Education, Education Psychology, Psychology, Applied Psychology قابلِ ذکر ہیں۔

مرحوم اکثر ڈاکٹر انصاری کے جامعہ کراچی میں ہونے والے ان لیکچرز کی کیفیت بتایا کرتے تھے، آپ کے مطابق "جب ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ لیکچر دینے جامعہ کراچی آتے، تو کلیہ معارفِ اسلامیہ کے طلبہ کے علاوہ دیگر کلیات و شعبہ جات خصوصاً سائنس کے طلبہ کے ساتھ اساتذۂ کرام بھی آپ سے مستفید ہونے آتے، بعض اوقات تو ازدحام کی وجہ سے آنے والوں کو بیٹھنے کے لیے نشستیں نہ ملتیں، لہٰذا وہ کھڑے ہو کر ہی بغور ڈاکٹر انصاری کو سنا کرتے تھے"۔

۱۹۶۴ء میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ کراچی سے پانچ سال کی رخصت لی، تاکہ آپ علیمیہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کو بہتر طریقے سے چلا سکیں۔ بالآخر ۱۹۶۹ء میں جب آپ نے محسوس کیا کہ دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ تبلیغی سرگرمیوں کو زیادہ وقت نہیں دیا جا سکتا، تو آپ نے جامعہ کراچی میں استعفادے دیا اور مکمل ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز کے لیے وقف ہو گئے۔

عالمی مذہبی کنونشن میں شرکت:

۱۹۵۴ء ہی میں مولانا انصاری نے اپنے شیخ کے حکم پر لبنان میں منعقدہ عالمی مذہبی کنونشن (World Convention of Muslims and Christian)

میں شرکت کی[۵۱]۔ تفصیلات کے مطابق مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے چار ماہ قبل مدینہ منورہ سے ۱۳؍ اپریل ۱۹۵۴ء کو سیکریٹری کنونشن کے نام ایک خط لکھا، جس میں بتایا کہ "میرے سیکریٹری فضل الرحمن انصاری ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ عالم دین ہیں۔۔۔ میرے سیکریٹری ہر حیثیت سے میری نیابت کریں گے۔۔۔ وہ میرے خیالات کی ترجمانی مکمل طور پر کرسکتے ہیں اور جو توقعات اُن سے قائم کی جائیں، اُن کی تکمیل میں درماندہ نہ رہیں گے"۔ (اعلان، ص ۱۶)

جب مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اس عالمی کانفرنس میں شرکت کرکے واپس تشریف لے آئے، تو مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ۳۰؍ اپریل ۱۹۵۴ء کو انہیں ایک خط لکھا، جس میں کانفرنس میں شرکت کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا: "میرا مقصد اس کنونشن میں آپ کی شرکت سے صرف یہ تھا کہ آپ کو اس (بین المذاہب کام کے) میدان سے روشناس کرایا جائے اور مشرقِ اوسط کے احباب سے بھی تعلقات قائم کردیے جائیں"۔ (اعلان، ص ۱۶)

شیخ کا وصال:

یہی ۱۹۵۴ء وہ سال ہے کہ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ مبلغِ اسلام، سیاحِ عالَم، مولانا عبدالعلیم صدیقی خلیفہ مجاز امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا

---

۵۱ ایضاً، ص ۳۳۔

خان قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہا نے ۲۲ر اگست (۲۲۔۲۳ر ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ) مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے داماد و مرید ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری، آپ کے فرزندِ قائدِ اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور صاحب زادی ڈاکٹر فریدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے آپ کے تبلیغی کام کو بحسن خوبی آگے بڑھایا۔

عبد الماجد دریا آبادی (دیوبندی) نے شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر اِظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا:

"بریلوی گروہ کے سارے افراد کو ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا سمجھنا زیادتی ہے، مولانا عبد العلیم میرٹھی مرحوم و مغفور نے اسی کے ایک فرد ہو کر بیش بہا تبلیغی خدمات انجام دیں"[۵۲]۔

مولانا انصاری بہ حیثیت رئیس الخلفاء (مرکزی جانشین):

۳۰ر جنوری ۱۹۵۵ء کو حلقۂ علیمیہ قادریہ کراچی نے مولانا انصاری کو مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا رئیس الخلفاء، یعنی: مرکزی جانشین مقرر کیا[۵۳]۔ اس سلسلہ میں ۱۸ صفحات پر مشتمل ایک اعلان بعنوان

---

۵۲ ہفت روزہ صدقِ ضدید، لکھنؤ، ۲۵ر اپریل ۱۹۵۶ء۔ دیکھیے مبلغِ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری، از خلیل احمد رانا، ورلڈ اسلامک مشن کراچی، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء، ص ۶۷۔

۵۳ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۳۔

اعلان منجانب حلقہ علیمیہ کراچی، بسلسلہ انتخاب مولانا شاہ حافظ محمد فضل الرحمن انصاری القادری، بہ حیثیت رئیس الخلفاء (مرکزی جانشین) سلسلہ علیمیہ نجیبیہ قادریہ شائع کیا گیا۔ ہم ذیل میں اس کا اصل متن من وعن نقل کرتے ہیں۔

اعلان منجانب حلقۂ علیمیہ کراچی

بسلسلۂ انتخاب

مولانا شاہ حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری

بہ حیثیت رئیس الخلفاء (مرکزی جانشین) سلسلۂ علیمیہ نجیبیہ قادریہ

یہ پہلا اعلان ہے، جو حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مرکزی جانشین کے انتخاب کے سلسلہ میں حلقۂ علیمیہ کراچی کی جانب سے پیش کیا جا رہا ہے۔

اس اعلان کی اشاعت اور ترسیل میں بہت تاخیر ہوئی۔ اس کے اسباب دو ہیں: اولاً یہ کہ حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامہ کی مصدّقہ نقل، جس پر موجودہ فیصلہ کی بنیاد ہے، حضور کے وصال کے مہینوں بعد مدینہ طیبہ سے کراچی پہنچی۔ ثانیاً: یہ کہ اس مسئلہ میں حلقۂ علیمیہ بعض غیر معمولی اور ناقابلِ حل مشکلات سے دوچار رہا۔ حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ہر مرید پر واجب ہے کہ وہ موجودہ اعلان کے ایک ایک لفظ کو خود بھی بغور پڑھے اور جہاں تک ممکن ہو اس میں بیان کردہ حقائق زیادہ سے زیادہ مریدین تک پہنچائے۔ یہ ایک فریضہ ہے جو حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ہر مرید پر عائد ہوتا ہے۔

حضرت شیخ اقدس، مبلغِ اسلام، سیاحِ عالم، جامعِ قدیم و جدید، علامۂ علومِ شریعت، ہادیِ راہ طریقت، واقفِ رموزِ حقیقت، سیدنا و سندنا و مرشدنا و مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری نور اللہ مرقدہ کے وصیت نامہ میں عطا فرمودہ اختیار اور حکم کے مطابق حلقۂ علیمیہ کراچی، نہایت مسرت کے ساتھ دنیا کے تمام مریدینِ سلسلۂ علیمیہ قادریہ کو مطلع کرتا ہے کہ حلقۂ مذکور نے سیاحِ

عالم، مبلغ و مفکر و محقق و مصنف و صحافیِ اسلام، جامع علوم مشرقیہ و مغربیہ، عالم شریعت، سالکِ راہ طریقت، فاضل فلسفۂ جدیدہ و دیگر علومِ حاضرہ حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمن انصاری القادری دامت برکاتہ کو جو حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب داماد اور اعلیٰ ترین مقامِ علمی پر فائز مریدِ سلسلہ اور خلیفہ ہیں بائیس سال تک حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے پرائیوٹ سیکریٹری اور اُمورِ تبلیغ میں رفیقِ کار رہے ہیں اور اور حضرت شیخِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامہ میں مذکورہ دونوں شرائط "اَعلم" اور "اَتقیٰ" کے حامل ہیں اور اپنی جملہ اولاد میں جن کے اعلم اور اتقیٰ ہونے پر حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں گواہی دی ہے، حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے رئیس الخلفاء یعنی تمام دنیا کے لیے مرکزی جانشین کے منصب پر منتخب کیا ہے۔

رئیسُ الخلفاءِ علیمی کے انتخاب کے سلسلہ میں ضروری تفصیلات

(۱) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا وصال:

۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ (۲۲ر اگست، ۱۹۵۴ء) تمام متوسلین سلسلۂ عالیہ علیمیہ قادریہ کے لیے انتہائی زبردست غم کا دن تھا جب حضرت شیخ اقدس، مبلغِ اعظم، سیاحِ عالم، جامع قدیم وجدید، علامہ علوم شریعت، ہادیِ راہ طریقت، واقفِ رموزِ حقیقت، سیدنا وسندنا و مرشدنا و مولانا شاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری نور اللہ مرقدہٗ نے ارضِ مقدس مدینہ منورہ میں دار البقاء کی جانب سفر فرمایا

وہ اپنی اس آخری منزل میں بھی اسی قدر عظیم المرتبت رہے، جیسا کہ وہ اپنی تمام زندگی میں تھے۔ مگر ان کی جدائی جو عظیم الشان نقصان مسلمانانِ عالم کو عموماً اور مریدینِ سلسلہ کو خصوصاً پہنچا وہ ناقابلِ اندازہ ہے۔

(۲) حضرت شیخ اقدس کا خصوصی امتیاز بحیثیت مبلغ اسلام

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند مقام مرشد اور عظیم المرتبت عالمِ دین تھے، لیکن اول و آخر اور سب سے بالاتر وہ مبلغ تھے۔ دورِ حاضر میں اسلام کے مبلغِ اعظم اور یہی وہ خصوصی منزل تھی، جس پر انہوں نے اپنی تمام بلند پایہ علمی اور روحانی صلاحیتوں کو تمام عمر مرکوز رکھا۔

(۳) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ تبلیغی کاموں کی انجام دہی اور ترقی آج مریدین کا سب سے بڑا فریضہ ہے:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی کے چالیس سال اطراف واکنافِ عالم میں تبلیغ دین پر پوری قوت کے ساتھ صَرف فرمائے۔ اور مبارک تھے اور افراد جنہوں نے مولانا شاہ محمد فضل الرحمن انصاری القادری کی طرح حضور کے ساتھ تبلیغی کاموں میں رفاقت کی اور تعاون فرمایا۔ آج جب کہ ہم حضور کی ان بلند پایہ تبلیغی مساعی سے محروم ہو گئے ہیں، تمام دنیا میں ہر ایک مرید کا اہم ترین فریضہ حضور کے جاری کردہ تبلیغی کاموں کی انجام دہی اور ترقی ہے۔ آج ہر مرید کو اپنی تمام صلاحیتیں یہاں تک کہ راہ سلوک کے تمام مجاہدات

اور مساعی بھی، اس زبردست اور انتہائی اہم فریضہ کی انجام دہی میں صَرف کر دینی چاہئیں جیسا کہ خود حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عملی نمونہ سے ہم کو سکھایا۔

(۴) یہ اہم فریضہ کس طرح ادا کیا جائے:

یہ عظیم الشان فریضہ ہم تمام مریدین عالم پر اپنے تمام لوازم کے ساتھ عائد ہو چکا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کا تنظیمی طریقۂ کار کیا ہو؟

(۵) اس باب میں اوّلین اہم مسئلہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے رئیس الخلفاء کا انتخاب ہے:

اس باب میں اہم ترین مسئلہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے رئیس الخلفاء کے انتخاب کا ہے۔ اس اہم مرکزی منصب کے لیے محض کسی ایک شخص کا منتخب کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اشد ضروری ہے کہ جس ہستی کا انتخاب کیا جائے وہ اپنے امتیازات اور خصوصیات میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سے زیادہ مشابہت اور مناسبت رکھتا ہو تاکہ وہ قیادت اور ہدایت کے اس ظاہری خلا کو پُر کر سکے، جو حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری جدائی سے پیدا ہو گیا ہے اور تمام دنیا میں تبلیغی کام کی قیادت و تنظیم ان ہی خصوصیات کے ساتھ کر سکے۔

(۶) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس باب میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے:

دنیا کے تمام مریدین کے لیے باعث خوش نصیبی ہے کہ حضرت شیخ

اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس باب میں ہماری رہنمائی اپنے "وصیت نامہ" میں فرما دی ہے، جس کو حضور نے اپنے وصال سے کچھ قبل تکمیل فرما کر اپنے وکیل اُمورِ مدینہ حضرت مولانا شاہ علی حسین البکری کو سپرد فرمایا۔ وصیت نامہ مذکورہ کی جو مصدقہ نقل حضرت مولانا شاہ علی حسین البکری کی جانب سے کراچی میں موصول ہوئی اس کی آخری چند اہم دفعات اس مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہیں، ان دفعات کے حصہ کا فوٹو بلاک بنوا کر علیحدہ چھاپا گیا ہے، تاکہ مصدقہ دستاویز سب کے سامنے بجنسہ پیش ہو جائے اور کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ذیل میں ہم پوری عبارت بجنسہ پیش کرتے ہیں:

(۷) انتخاب جانشین اور دیگر تبلیغی وتنظیمی اُمور سے متعلق حضرت شیخ کی وصیت

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"(۱۰) مکتبۂ نجیبیہ کی جس قدر کُتب بھی میرٹھ سے وصول ہوئیں اور ہوں نیز ان کی الماریاں نیز میرے پاس جو کُتب وکاغذات واوراق تاریخی ومسودات پائے جائیں وہ سب وقف ہیں کہ اہلِ علم ان کے مطالعہ سے استفادہ کریں۔ میری اولاد ذکور واناث اور اس کے بعد صرف اُن کی اولاد ذکور پر مشتمل ایک مجلس، اس وقف کی نگراں ہو گی، اور اُن میں اصلح واتقیٰ منتظم (مینجنگ ٹرسٹی)۔ اس وقت میں اُس کا منتظم (مینجنگ ٹرسٹی) اپنے داماد مولوی حافظ فضل الرحمن انصاری سلمہ کو

مقرر کرتا ہوں اور محمد جیلانی، مولوی حافظ احمد نورانی و حامد ربانی و حماد سبحانی اور تینوں لڑکیوں کو اس کا رُکن بناتا ہوں اور آئندہ انتخاب مجلس پر چھوڑتا ہوں۔ اگر میری اولاد و ذریت میں اس مکتبہ کے سنبھالنے کی استعداد نہ ہو تو کثرتِ رائے سے فیصلہ کر کے کسی معتمد مسلّم وقف کتب خانہ یا مدرسۂ دینی اہلِ سُنت کے سپرد کر دیا جائے۔

(۱۱) سُنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے میں اپنا جانشین کسی فردِ خاص کو معین نہیں کرتا۔ میرے جملہ خلفاءِ طریق جو اقطارِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں، سب میرے جانشین ہیں ان کی ریاست کا وہی مستحق ہو گا جو ان میں اَعلم و اتقیٰ ہو۔ متوسلین سلسلہ موجودین کراچی اس کا انتخاب خود فرمائیں کہ وہ ہی ان اوقاف کا متولی بھی ہو گا جن کی تولیت کا بار مجھ پر ہے اور اسی کو نائب کے تقرر کا اختیار۔ ایسے اوقاف سردست صرف ماریشس و محبوب نگر حیدر آباد میں ہیں اور حلقۂ قادریہ ماریشس اِن کا، و مولوی قمر الدین محبوب نگر کے نگراں۔ ان کی دستاویزیں میرے کاغذات میں محفوظ ہیں۔

(۱۲) میری جملہ تالیفات عربی، انگریزی اردو سب وقف ہیں اور ہر ایک کو ان کی طباعت واشاعت کا حق حاصل"۔ فقط وقف کتب خانہ کراچی۔

جملہ کُتب جو مجلس میں موجود اور تصاویر وغیرہ وقف حلقۂ علیمیہ مرکزی:

ا۔ سائیکلو اسٹائل مشین قیمتی (۱۰۰۰)

ا۔ عربی ٹائپ مشین

۳۔ انگریزی ٹائپ مشین۔

(۸) حضرت شیخ اقدس کے وصایا سے پیدا شدہ ضروری نکات:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا سے متعلق مذکورہ ذیل دس اہم نکات ہیں، جو حضور کی جانشینی کے مسئلہ اور اس کے م تعلقات پر اہم روشنی ڈالتے ہیں۔

(شق الف) عام اُصول و حقائق

(اوّل) ایک نہیں بلکہ بہت سے جانشین

کوئی فردِ خاص حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا واحد اور تنہا جانشین ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ وصیت نامہ صاف اعلان کر رہا ہے کہ حضور کے جانشین بہت سے ہیں اور وہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(دوم) انتخاب صرف رئیس الخلفاء کا:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد صرف ایک نیا منصب وجود میں آتا ہے، وہ منصب "رئیس الخلفاء" کا ہے۔ "خلفاء" اور "ریاست" دونوں الفاظ حضور کی وصیت میں موجود ہیں۔

(سوم) رئیسُ الخلفاء کے انتخاب کا حق و اختیار صرف حلقۂ علیمیہ کراچی کو ہے:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے رئیس الخلفاء (یعنی: مرکزی جانشین) کو انتخاب کرنے کا حق صرف حلقۂ علیمیہ کراچی کو دیا ہے اور اس طرح تمام دنیا میں اس کو مرکزی حلقہ علیمیہ کا مقام عطا فرمایا ہے۔

(چہارم) شرائط انتخاب رئیس الخلفاء "اَعلم" و"اتقیٰ" ہونا نہ کہ "خاندانی قرابت"، "اصولِ انتخاب" نہ کہ "وراثت":

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی دو بنیادی امتیازی خصوصیات "علم" اور "تقویٰ" تھیں۔ یہ دونوں خصوصیات حضور کی مبارک زندگی میں پورے طور پر تبلیغ دین کے لیے صرف ہوئیں اور ان سے حضور کے تبلیغی کارناموں کو چار چاند لگے۔ پس حضور نے اپنے مرکزی جانشین (رئیس الخلفاء) کے لیے بھی یہ دونوں خصوصیات لازم قرار دیں اور ارشاد فرمایا کہ اس کا انتخاب اعلم (یعنی: سب سے زیادہ علم والا) اور اتقیٰ (یعنی: سب سے زیادہ تقویٰ والا) ہونے کی بنیاد پر کیا جائے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے اس لیے کہ اسی طرح وہ جانشین حضور کے اس روحانی اور تبلیغی کام کو جو وہ اپنے پیچھے چھوڑے گئے ہیں کما حقہ وقار ولیاقت کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔

اسلامی علوم اور علوم حاضرہ کا جامع ہونا

جہاں تک "علم" کی شرط کا تعلق ہے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اسلامی تعلیم اور مغربی تعلیم دونوں کے جامع ہونے کا

نادر امتیاز رکھتے تھے اور یہ وہ امتیاز تھا جس کا تعلق ان کی تبلیغی کامیابیوں سے بہت گہرا تھا۔

لہٰذا حضور نے "اعلم" ہونے کی جو شرط قائم فرمائی ہے اس کا یہ جزو لا ینفک قرار پاتا ہے کہ جو شخص حضور کے مرکزی جانشین کی حیثیت سے منتخب ہو، وہ اپنے علم کے لحاظ سے اس طرح ممتاز ہو کہ علوم دینیہ کی تعلیم اور علوم مغربی کی تعلیم اس میں بلند پایہ انداز سے جمع ہوں۔

موروثی سجادہ نشینی کی نفی، انتخاب رئیس الخلفاء خاندانی قرابت پر نہیں بلکہ ذاتی کمالات پر

اللہ تبارک وتعالیٰ عز اسمہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (تم میں سب سے زیادہ قابلِ عزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ رکھنے والا ہے) اسی وجہ سے اسلام شدت سے اس کا مخالف ہے کہ کسی انسان کا خصوصی استحقاق کسی دینی منصب کے لیے (مثلاً کسی مرشد کی جانشینی کے لیے) محض اس بنیاد پر تسلیم کیا جائے کہ وہ فلاں یا فلاں کی اولاد ہے اور نسلی وراثت کا حامل ہے۔ جہاں تک اُمتِ اسلامیہ کے عملی حالات کا تعلق ہے اس دورِ انحطاط میں خصوصاً متعدد مواقع پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اسلام کے مذکورہ واضح اصول کے باوجود، پیرو مرشد کے وصال کے بعد ان کی اولاد اس کی مدعی ہو جاتی ہے کہ وہی ان کی جانشینی کی مستحق ہے، خواہ وہ حقیقی اور ضروری صفات علم

و تقویٰ کے اعتبار سے دوسرے حضرات سے جو متوسلین سلسلہ ہوں کتنی ہی کم ہو، بعض اوقات تو ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ نسلی وراثت کے بل بوتہ پر قطعاً غیر موزوں افراد مسند شیخ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اس طرح موروثی طریقہ پر سجادہ نشین کا منصب قائم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے منصب سے افراد متعلقہ کو کچھ فوائد ضرور پہنچ سکتے ہیں، لیکن دینِ اسلام کو اس سے جو شدید نقصان پہنچتا ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ للٰہیت کا پیکر تھے اور اسلامی اصولوں کے سختی سے پابند تھے۔ خواہ اس سے ان کو یا ان کے متعلقین کو کتنا ہی سخت مادی نقصان پہنچتا۔ ان کی کیفیت محض یہی نہیں تھی کہ وہ دین کو دنیادارانہ منافع کے حصول کا ذریعہ بنانے کے سخت مخالف تھے، بلکہ وہ زبردست فراست و ذکاوت کے بھی حامل تھے۔ یہی سبب ہے کہ انہوں نے اپنے سلسلۂ روحانی میں "سجادہ نشین" کے موروثی منصب کے خلاف پوری قوت سے بندش فرمائی۔

اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک جانب جانشینی کو تمام دنیا میں تقسیم کر دیا اور دوسری جانب مرکزی جانشینی کے لیے ایک غیر موروثی انتخابی عہدہ رئیس الخلفاء کا قائم فرمایا، جس کے انتخاب کی بنیاد یہ قائم فرمادی کہ وہ اپنے علم اور تقویٰ میں دوسروں پر فضیلت رکھتا ہو نہ یہ کہ وہ حضور کی اولاد ہو یا کسی اور نسلی قرابت کا حامل ہو۔

(پنجم) رئیس الخلفاء کا کام اور مقام:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے رئیس الخلفاء کے تین بنیادی کام حضور کے ارشادات اور حضور کی مبارک زندگی سے مترشح ہوتے ہیں:

(۱) تمام دنیا میں حضور کے تبلیغی میدان کی قیادت

(۲) تمام دنیا میں حضور کے مریدین کی تنظیم و تعمیرِ امور روحانی

(۳) ماریشس اور محبوب نگر کے اوقاف کی تولیت۔

علم اور تقویٰ کے باب میں حضور کا ارشاد، اول الذکر دونوں کاموں پر دلالت کرتا ہے اور تیسرے کام کو حضور نے خود صراحۃً بیان فرمادیا ہے۔

ایک عام تخیل یہ ہے کہ پیرو مرشد کا ایک آستانہ ہوتا ہے جہاں ایک موروثی سجادہ نشین ان اوقاف کا انتظام کرتا ہے جو متوسلین سلسلہ اس آستانے کے لیے قائم کرتے ہیں اور پیرو مرشد کے عرس اور دوسرے مقاصد کے لیے مریدین سے نذریں قبول کرتا ہے اور ضرورت ہوتی ہے تو چندہ جمع کرتا ہے۔ یہ پورا تخیل حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامہ سے غائب ہے۔ اس کے اسباب دو معلوم ہوتے ہیں یعنی:

(الف) حضرۃ شیخ اقدس نے کوئی آستانہ علیہ نہیں بنایا:

مدۃ العمر حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زبردست تمنا یہ تھی کہ ان کا مبارک مدینہ طیبہ میں بنے اور یہ تمنا حضور کے مقام "فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم"

[م]ظہر تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ عز اسمہ نے اس تمنا کو شرف قبولیت بخشا۔ چنانچہ حضور کی قبر مبارک جنت البقیع، مدینہ منورہ میں بنی۔

مدینہ منورہ آستانہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس مقدس بستی میں کسی بھی دوسرے آستانہ کا تصور ہی سرے سے غلط ہے۔ اس کے علاوہ حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا میں کہیں کوئی خانقاہ نہیں بنائی جس کو مرید محبت کے سبب "آستانہ علیمیہ" کا لقب دیا۔

(ب) چندہ جمع کرنے سے شدید پرہیز:

حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بے لوث دینی خدمت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں، سالہا سال حضور نے دینی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنی اور اپنے متعلقین کی بہترین کفالت کے لیے تجارت کی۔ مریدین کی جانب سے نذریں اور تبلیغی کاموں میں مالی تعاون قبول کرنے میں حضور بے حد محتاط تھے۔ اور جہاں تک چندہ جمع کرنے کا تعلق ہے، جو کتنے ہی عمدہ اور اہم کام کے لیے ہو، حضور سخت مخالف تھے کہ اُن کی حیات میں یا اُن کے وصال کے بعد ان کے نام یا اثر کو اس کے لیے استعمال کیا جائے۔ اپنے مریدین میں تمام اسلامی کارکنوں کو اور اپنے خاندان کے تمام افراد کو حضور ہمیشہ یہ تبلیغ فرماتے تھے کہ جب وہ دین کے لیے کام کریں تو ان کو چاہیے کہ اپنی معاش اپنی محنت سے پیدا کریں۔ لہٰذا مرکزی جانشین سے چندہ جمع کرنے کا کام متعلق کرنا حضور کے ان اعلیٰ اصولوں کے منافی ہوتا۔

(ج) حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کرنا کس کا کام؟

حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک منعقد کرنا تمام مریدین سل
کے لیے ضروری ہے۔ اس باب میں مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ کام حضور
مرکزی جانشین کا ہو کہ وہ ہر سال تمام دنیا سے چندہ جمع کرے اور تقریبا
عرس انجام دے یا اس کے علاوہ کوئی اور شکل ہو؟ مذکورہ بالا حقائق کو مدّ نظر
رکھتے ہوئے اور اس اصول کو جانتے ہوئے جو حضور خود اپنے مرشد اقدس
قدس اللہ سرہٗ العزیز کے عرس شریف کے سلسلہ میں ملحوظ رکھتے تھے
صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں جہاں جہاں مریدین کی منظم جماعتیں
حضور کے خلفاء کے ماتحت موجود ہیں، وہاں ہر جگہ حضور کا عرس مبارک انجا
پائے۔ البتہ جو حضرات مریدین منتشر ہیں وہ اگر خود چاہیں عرس مبارک کی ا
تقریب میں شرکت فرمائیں جو مرکزی جانشین کے ماتحت منعقد ہو۔ مالی معاملات
میں شدید احتیاط بہت ہی ضروری ہے تاکہ سلسلہ عالیہ علیمیہ قادریہ پر اور ا
کے مرکزی جانشین پر کوئی حرف نہ آئے۔

(شق ب) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے اشارات وارشادات مولانا شاہ حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری سے متعلق

(ششم) مولانا انصاری کو صلبی اولاد کیساتھ شامل فرمایا گیا جو زبردست راب محبت کی دلیل ہے۔

مولانا شاہ حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری حضرت شیخ اقدس
...اللہ کے داماد ہیں، لیکن حضور نے اپنے وصیت نامہ کی دفعہ ص ۱۰ میں ان کو
...صلبی اولاد کے ساتھ شامل فرمایا ہے اور یہ ان کی اہلیہ کے بجائے نہیں بلکہ
...کے ماسوا۔ یہ حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انصاری کے مابین زبردست
...مجبت کی دلیل ہے۔

**...فتم) حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو "اصلح" اور "اتقیٰ" کی
...ثیت میں قائم فرماتے ہوئے اپنے تمام بیٹوں اور بیٹیوں پر واضح فوقیت دی ہے۔**

دفعہ نمبر ۱۰ ہی میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو اپنی
...ام صلبی اولاد پر فوقیت اور افضلیت دی ہے۔ حضور نے مولانا انصاری کو کتب
...انہ نجیبیہ کے وقف کا منتظم اور اپنی تمام اولاد کو اس کے ارکان مقرر فرماتے
...ئے مولانا انصاری کے "اصلح" (سب زیادہ صالح) اور "اتقیٰ" (سب سے زیادہ
...قی) ہونے پر اپنی مہر توثیق ثبت فرمائی ہے۔

**...شتم) صفتِ "اتقیٰ" کے اعتبار سے مرکزی جانشینی کے منصب کے لیے
...ضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جملہ لبی اولاد کے مقابلہ میں مولانا انصاری کے
...تحقاق کو خود قائم فرمادیا ہے۔**

"اتقیٰ" ہونے کی شرط ان دو بنیادی شرائط میں سے ہے جو حضرۃ شیخ
...اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرکزی جانشین (رئیس الخلفاء) کے لیے وصیت نامہ کی

دفعہ ۱۱ میں قائم فرمائی ہیں۔ دفعہ نمبر ۱۰ میں یہی "اتقیٰ" ہونے کی صفت حضرت شیخ اقدس نے اپنی تمام اولاد کے مقابلہ میں مولانا انصاری کے لیے قائم فرمائی ہے۔ اس طرح خود حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ہی یہ واضح فرمایا ہے کہ جہاں تک صفت "اتقیٰ" کا تعلق ہے حضور کی مرکزی جانشینی کے سلسلے میں حضور کا کوئی وفادار مرید اور دنیا میں کوئی شخص جو حضور کی وصیت اور ارشادات کی عزت کرتا ہے۔ مولانا انصاری کے مقابلہ میں حضور کی کسی اولاد کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

(نہم) نفسِ تقرر بحیثیت منتظمِ کُتب خانہ مرکزی جانشینی کے لیے مولانا انصاری کے انتخاب پر دلالت کرتا ہے۔

وصیت نامہ کی دفعہ ۱۱ میں حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرکزی جانشین کا یہ کام خصوصیت سے بیان فرمایا ہے۔ کہ وہ ماریشس اور محبوب نگر کے اوقات کا انتظام و انصرام کرے گا۔ اس سلسلہ میں یہ ایک نہایت واضح امر ہے۔ کہ خود حضور نے جس ہستی کو کتب خانہ کے وقف کا منتظم بنا کر اس کی دیانت و امانت و اہلیتِ تنظیمی پر اپنی مہر تصدیق ثبت کی وہ ہی مریدین کی نگاہ میں بھی اوقاف ماریشس و محبوب نگر کے منتظم بننے کا سب سے زیادہ اہل قرار پا سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس اعتبار سے مولانا انصاری ہی مرکزی جانشینی کے اہل قرار پاتے ہیں۔

(م) "اعلم" ہونے کے شرط

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرکزی جانشین کے سلسلہ میں جو

و بنیادی شرائط قائم فرمائی ہیں ان میں سے مولانا انصاری کا حضور کی جملہ اولاد

کے مقابلہ میں "اتقیٰ" ہونا ثابت ہو چکا۔ اب "اعلم" (یعنی علم کے لحاظ سے افضل

ہونا) کی شرط پر غور باقی ہے۔

تقویٰ بنیادی طور پر ایک باطنی صفت ہے۔ اس لیے مریدین کے لیے

اس باب میں اختلافِ رائے اور انتشار ذہنی ممکن تھا۔ مگر تمام دنیا کے مریدین

کے لیے یہ موجب خوش قسمتی ہے کہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی اس

مشکل کو رفع فرمادیا۔ جہاں تک "علم" اور تعلیم" کا تعلق ہے اس میں انتشار

واختلاف کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اس لیے کہ وہ ظاہری شے ہے اور اس کو واضح

ظاہری معیاروں سے ناپا جاسکتا ہے۔ دنیا کے بیشتر مریدین مولانا انصاری کے بلند

پایہ علمی مقام سے واقف ہیں اور حضور کی تمام اولاد پر ان کی علمی فوقیت بدیہی

امر ہے اور محض یہی نہیں بلکہ خود وصیت نامہ میں بھی اس باب میں حضرت شیخ

اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک اشارہ کی صریح برکت موجود ہے، اس لیے کہ بحیثیت

منتظم کتب خانہ مولانا انصاری کا ایک خالص علمی منصب و اعزاز پر فائز کیا جانا ان

کے جملہ اولاد کے مقابلہ میں "اعلم" ہونے کا کھلا ہوا اعلان رکھتا ہے۔

المختصر مذکورہ بالا تمام حقائق ثابت کرتے ہیں کہ خود حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و اشارات مندرجہ وصیت نامہ کے مطابق حضور کے خاندانِ عالی میں سے صرف حضرت مولانا انصاری مرکزی جانشین منتخب ہونے کے اہل ہیں۔

(۹) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے مریدین اور خلفاء پر مولانا انصاری کی فوقیت

اس اعلان کے ساتھ، مولانا انصاری کی سوانح حیات (Life) کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے، تاکہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے تمام دنیا کے مریدین مولانا انصاری کی بلند پایہ شخصیت اور اہلیت کا اچھی طرح اندازہ فرما سکیں۔ یہاں ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا مولانا انصاری حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ مریدین اور خلفاء کے مقابلہ میں "اعلم" اور "اتقیٰ" ہیں یا نہیں؟

(الف) "اعلم" ہونے کی شرط

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے تمام دنیا کے مریدین اور خلفاء کے مقابلہ میں مولانا انصاری کا "اعلم" (زیادہ علم والا) ہونا ایک ایسی بدیہی اور معروف حقیقت ہے جو محتاج بیان نہیں تفصیلات "سوانح حیات" اور موجودہ تحریر کی دفعہ ۱۰ میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کردینا کافی ہوگا کہ علوم

اسلامیہ کی بلند پایہ تحصیل اور علوم حاضرہ کی اعلیٰ تعلیم کے ایک مایۂ ناز جامع کی حیثیت میں مولانا انصاری آج اس مقام رفیع پر ہیں جہاں وہ علمی اعتبار سے محض تمام مریدین وخلفاء سلسلہ سے برتر و فائق ہی نہیں ہیں، بلکہ تمام دنیائے اسلام میں اپنی نسل کے افراد میں دینی علم و فکر کے افق پر ایک نہایت درخشندہ ستارہ ہیں۔

(ب) "اتقیٰ" ہونے کی شرط

تقویٰ کے اعتبار سے کسی کی برتری کو ناپنا ایک مشکل کام ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ افراد جن کا مقابلہ کرنا ہو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہوں۔ مگر حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے ماتحت "علم" اور "تقویٰ" دونوں کو ناپنا واجب ہے۔ اس لیے کہ بغیر اس کے کسی شخص کے بھی مرکزی جانشینی کے منصب پر انتخاب کے لیے کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی اور دعویٰ بلا دلیل بے معنیٰ ہے۔ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے "علم" اور "تقویٰ" میں مختلف افراد کا مقابلہ کرنے کا اور تمام دنیا سے ایک شخص کو بحیثیت "اعلم" و "اتقیٰ" منتخب کرنے کا نہایت نازک کام جن افراد کے سپرد فرمایا وہ اللہ کو شاہد کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ ان کے حاشیۂ خیال میں بھی کسی انسان کی ذرّہ برابر تنقیص وتوہین متصوّر نہیں۔ صرف ایک مذہبی فیصلہ کے دلائل کو بیان کرنا اور واضح الفاظ میں بیان کرنا مقصود ہے۔ ورنہ

جو ذرّہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مرکزی جانشین کے انتخاب کے نقطۂ نگاہ سے تقویٰ کے ان خصوصی علمی مظاہر کو بیان کر دینا کافی ہوگا جن کا راست تعلق زیرِ غور مسئلہ سے ہے۔ اس باب میں حسب ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

(اوّل) اسلام کی سربلندی کی خاطر دنیاوی عزت اور مادّی منافع کی قربانی

آج کل بہت سے مذہبی کارکن مذہبی کام اس لیے کرتے ہیں کہ وہ کوئی اور کام نہیں کر سکتے۔ بہت سوں کے لیے مذہبی کام ایک پیشہ اور معاش کا وسیلہ ہوتا ہے۔ مولانا انصاری کی دینی خدمات ان تمام کیفیات سے بلند تر ہیں۔ اس لیے کہ وہ علومِ جدیدہ کی ایسی ممتاز اور بلند پایہ تعلیم کے حاصل ہیں، جس پر دورِ حاضر کے بیشتر افراد ناز کر سکتے ہیں۔ انہوں نے جب بیس سال کی عمر میں بی۔ اے کی ڈگری اعلیٰ ترین علمی امتیازات کے ساتھ حاصل کی۔ اس وقت ہی ان کے خاندان کے افراد نے ان پر زور دیا کہ وہ عام دستور کے مطابق دنیاوی مناصب جاہ و مال کے لیے آگے بڑھیں، اعلیٰ سرکاری عہدوں کی راہیں ان کے لیے پورے طور سے کھلی ہوئی تھیں ان کے ساتھی جو امتحان میں ان سے کم تر رہے تھے آگے بڑھے اور آج بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ لیکن مولانا انصاری نے شدت کے ساتھ ان تمام مناصب کے لیے سعی کرنے سے اور ان کو حاصل کرنے سے انکار کیا۔ وہ یہ عزم کر چکے تھے کہ وہ اپنی زندگی اور

اپنے تمام علمی امتیازات دین متین کی خدمت میں صرف فرمائیں گے۔ اور وہ تاج تک اس عزم پر قائم ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے میں ان کو ایسی مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے جو اسلام کے ساتھ ان سے کم محبت رکھنے والے انسان کو اس راہ سے مستقلاً ہٹا دیتیں۔

علم کے اس پہلے اعلیٰ امتیاز (بی۔اے) پر پہنچنے کے تیرہ سال بعد وہ پاکستان کو ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ جس نے نئی اور ناقابل حل مشکلات کا درہ کھول دیا۔ ہجرت کے ۸ ماہ بعد انہوں نے اپنی زندگی کی پہلی سرکاری ملازمت بحیثیت ایڈیٹر "سندھ انفارمیشن" اختیار کی لیکن ان کو اس ملازمت میں بمشکل ایک سال ہوا تھا، جب تمام دنیا کے گرد تبلیغی دورہ کا مسئلہ ان کے سامنے آیا۔ ان کو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو عالمی تبلیغی دورے میں ان کی رفاقت اور خدمات دینی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے بغیر کسی پس وپیش کے استعفیٰ دیدیا اور حضرت اقدس کے ساتھ تبلیغی دورہ پر روانہ ہوگئے۔ حالانکہ یہ اس وقت ظاہر تھا کہ اگر وہ سرکاری ملازمت میں ٹھہرتے تو ان کی اعلیٰ تعلیم ان کو دنیاوی عزت اور وجاہت اور مالی استحکام وترقی کی راہوں پر مسلسل آگے بڑھاتی چلی جاتی۔ اس کے برعکس ہم میں سے بہت سے واقف ہیں کہ عالمی تبلیغی دورہ سے واپسی پر ان کو کس قدر مالی مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔

خالصۃً اللہ تبارک وتعالیٰ عزاسمہٗ اور اس کے دین کی خاطر یہ قابل تقلید جذبۂ ایثار اور عملی قربانیاں بلاشک وشبہ ایک ایسے مثالی تقویٰ کی آئینہ دار ہیں جس میں ہمارے علم کی حدتک مولانا انصاری حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدین اور خلفاء سے ممتاز ہیں۔

(دوئم) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ طویل ترین مدت تک دینی امور میں قریب ترین ہونا

مولانا انصاری حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۹۳۲ء سے ۱۹۵۴ء تک بحیثیت پرائیوٹ سیکریٹری فائز رہے یعنی اتنے طویل عرصہ وہ دینی امور کی انجام دہی اور روحانی برکات کے حصول میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے قریب ترین رہے۔ یہ ایک امتیاز ہے جو ہمارے علم میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید یا خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا۔ متوسلین سلسلۂ علیمیہ قادریہ کے عقیدہ میں حضرت شیخ اقدس کی دینی رفاقت اور امور تبلیغ میں اشتراکِ عمل تقویٰ کی دلیل ہے اور اس دینی رفاقت اور تبلیغی اشتراک عمل میں مدّت اور منصب کے لحاظ سے برتری، تقوی کی برتری کی دلیل ہے۔ مولانا انصاری اس اعتبار سے بھی اپنے تقویٰ میں حضرت شیخ اقدس کے دوسرے مریدین اور خلفاء پر برتری رکھتے ہیں۔

(۱۰) منصب رئیسُ الخلفاء اور مولانا شاہ حافظ احمد نورانی

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے رئیس الخلفاء کا انتخاب کرتے وقت مولانا شاہ حافظ احمد نورانی کا نام (جو مولانا انصاری سے تقریباً بارہ سال عمر میں چھوٹے برادرِ نسبتی ہیں) زیر غور آیا۔ وہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان میں واحد سند یافتہ عالم دین ہونے کے سبب خصوصی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے نام پر محبت کے ساتھ غور کرنا مریدین کے لیے ایک فطری امر تھا۔ لیکن حسبِ ذیل وجوہ کے پیش نظر ان کو مولانا انصاری پر ترجیح دیتے ہوئے رئیس الخلفاء کے منصب پر منتخب کرنا ناممکن ہو گیا:

(اولاً) رئیس الخلفاء کے منصب پر منتخب ہونے کے لیے جو دو شرائط ہیں ان میں ایک شرط "اتقیٰ" ہونے کی ہے۔ اس سلسلہ میں خود حضرت شیخ اقدس نے مولانا نورانی کے مقابلہ میں مولانا انصاری کو "اتقیٰ" قرار دیا ہے اور حلقہ علیمیّہ کراچی کے لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کی خلاف ورزی کرے۔

(ثانیاً) جہاں تک "اعلم" ہونے کی شرط کا تعلق ہے مولانا انصاری کی علمی برتری ایک بدیہی حقیقت ہے جس سے انکار کی کوئی سبیل نہیں۔ اس ضمن میں حقائق حسب ذیل ہیں:

بعض خصوصیات میں جن میں مولانا انصاری اور مولانا نورانی ایک دوسرے سے بنیادی طور پر مماثل ہیں، یعنی: (۱) مولانا انصاری حافظ قرآن مجید ہیں۔ اور مولانا نورانی بھی حافظ قرآن مجید ہیں۔ (۲) مولانا انصاری عربی زبان وادب میں درجہ اوّل اور مقام اول کے فاضل (گریجویٹ) ہیں اور علوم دینیہ مین درجہ اوّل اور مقام اوّل کے فاضل (گریجویٹ) ہیں اور یہ دونوں بلند پایہ اسناد انہوں نے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی ہیں۔ مولانا نورانی نے عربی زبان و ادب اور علوم دینیہ کی تعلیم الثقاف عربک اسکول (سنگاپور) اور مدرسہ قومیہ (میرٹھ) میں پائی ہے۔ اور مؤخر الذکر سے سند حاصل فرمائی ہے۔

یہاں دونوں کی علمی مماثلت ختم ہو جاتی ہے، اس لیے کہ ان خصوصیات کے بعد مولانا انصاری اپنی زائد اور امتیازی خصوصیات رکھتے ہیں، جو ان کو مولانا نورانی سے کلیۃً متمایز کر دیتی ہیں۔ مثلاً:

(۱) علوم دینیہ کے میدان میں مولانا انصاری نے صرف وہی عام مقام حاصل نہیں فرمایا جس کی تحصیل علمائے دین کی اکثریت ہندوستان اور پاکستان کے دینی مدرسوں میں کرتی ہے، بلکہ ان کا مقام اس سے آگے ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے علوم دینیہ کی اعلیٰ امتیازی سند لینے کے بعد فلسفہ جدیدہ کے ساتھ ساتھ اسلامی فلسفہ میں بھی ایم۔ اے کی ڈگری بلند ترین امتیازات کے ساتھ حاصل کی اور اس کے بعد پی۔ ایچ۔ ڈی کے محقق کی حیثیت سے انہوں

نے پانچ سال فلسفہ جدیدہ کی روشنی میں قرآن مجید حدیث، فقہ اور دور اوّل سے دورِ حاضر تک کے اسلامی فکر پر تحقیق کا کام انجام دیا۔

اس کے علاوہ مولانا انصاری علوم اسلامیہ کے صرف طالب علم ہی نہیں بلکہ استاد بھی رہے ہیں اور وہ مختلف اعتبارات سے یعنی:

(الف) دینی موضوعات پر وہ ایک درجن سے زائد فاضلانہ تصانیف کے مصنف ہیں۔

(ب) صحافت کے میدان میں وہ ایک مقالہ نگار کی حیثیت سے بیس برس اور دنیا کے مختلف جرائد کے (جن میں سے بیشتر حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمائے) ایڈیٹر کی حیثیت سے اٹھارہ برس اسلام اور مذہبی مسائل کے شارح رہے ہیں۔

(ج) وہ تین کالجوں اور کراچی یونیورسٹی میں مذاہب اسلام کے استاد ہیں۔

(۲) علوم اسلامیہ میں قابل قدر علمی مقام کے ساتھ ساتھ مولانا انصاری علوم حاضرہ مثلاً مابعد الطبیعات، فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ اجتماع، فلسفۂ مذہب، نفسیات، تقابل ادیان وغیرہ کے بھی ممتاز فاضل ہیں یہ ایک خصوصیت ہے جس کا موجودہ ہونا ہر اس شخص میں ضروری ہے جو دور حاضر میں تبلیغ دین کا کام بلند ترین علمی مقام سے کرنا چاہتا ہو اور جو اسلام کا پیغام جدید دنیا کو دینے کا اہل مانا جائے۔

(۳) مولانا انصاری انگریزی زبان وادب کے فاضل ہیں اور بحیثیت مقرر نیز بحیثیت انشاء پرداز و مصنف اس پر ایسا عبور رکھتے ہیں جو ہم میں سے کسی کے لیے بھی سرمایۂ افتخار ہو سکتا ہے۔ یہ ایک خصوصیت ہے جو خصوصیت نمبر ۲ کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ اقدس کے مرکزی جانشین (رئیس الخلفاء) کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ در حقیقت یہ ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو دنیا کے تمام حصوں میں پھیلے ہوئے مریدین سلسلۂ علیمیہ کی ہدایت کا کام انجام دینا چاہے۔ اور حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی میدان میں کام کرنا چاہے، ورنہ صورت یہ پیدا ہوگی کہ

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

مذکورہ بالا حقائق سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مولانا انصاری مولانا نورانی کے بہ نسبت ''اعلم'' اور ''اتقیٰ'' ہیں اور یہی دو شرائط حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مرکزی جانشین (رئیس الخلفاء) کے لیے وصیت نامہ میں مذکور ہیں۔

اس کے علاوہ مولانا انصاری رئیس الخلفاء منتخب ہونے کے لیے مولانا نورانی کے مقابلہ میں دو مزید اہم امتیازات رکھتے ہیں:

(۱) مولانا انصاری حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے پرائیوٹ سیکریٹری رہے ہیں اور طویل مدت تک رہے ہیں۔ (۲) مولانا انصاری نے حضرت شیخ

اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے وسیع پیمانہ پر اور عملی طور پر تبلیغی تربیت پائی ہے اور حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مختلف مواقع پر تبلیغی کاموں پر مامور کیا ہے آخری موقعہ پر وصال سے چار مہینہ قبل جب حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو لبنان کی عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے مامور فرمایا تو ان کا تعارف ان جامع اور یادگار الفاظ میں کیا: "میرے سکریٹری فضل الرحمٰن انصاری۔۔۔ ۔۔۔ہر حیثیت سے میری نیابت کریں گے"۔

(۱۱) حلقۂ علیمیہ کا فیصلہ مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری کو حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا رئیس الخلفاء منتخب کیا گیا

مذکورہ بالا واضح حقائق کے ماتحت اس اختیار اور اس حکم سے جو حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں عطا فرمایا حلقہ علیمیہ کراچی نے اپنے اجتماع منعقدہ ۳۰؍ جنوری ۱۹۵۵ء میں مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری کو حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سیدنا و سندنا و مرشدنا و مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری نور اللہ مرقدہ کا رئیس الخلفاء (تمام دنیا کے لیے مرکزی جانشین) منتخب کیا اور مذکورۂ ذیل متوسلین سلسلہ عالیہ علیمیہ قادریہ نے اس انتخاب پر اپنے دستخط ثبت کیے۔

(۱۲) تمام دنیا میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کے نام اپیل

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے حلقۂ علیمیہ کراچی کے کاندھوں پر بہت

ہی اہم ذمہ داری ڈالی جب حضور نے اس کو رئیس الخلفاء کے انتخاب کا اختیار اور حق تفویض فرمایا۔ لہٰذا مسئلہ کے ہر ہر پہلو اور متعلقہ امور کے ہر ہر نکتہ کے جانچنے میں حلقہ کو غیر معمولی کاوش انجام دینی پڑی، حالانکہ مولانا انصاری کا فضل وکمال اس کے اراکین کے علم میں برسوں سے تھا جیسا کہ دنیا کے دیگر لاکھوں انسانوں کو تھا اور ہے۔

حلقۂ علیمیہ کا واحد راہ نما اصول تقویٰ اللہ پر مبنی غیر جانب داری اور دیانت تھا۔ اس لیے بلاشبہ یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ ہر چند کہ یہ اعلان آپ کی خدمت میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے مہینوں بعد آرہا ہے۔ یہ صاف ضمیر کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ دلائل اور حقائق تفصیل کے ساتھ اس لیے پیش کیے گئے ہیں تاکہ تمام دنیا میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا ہر ہر مرید حلقۂ علیمیہ کراچی کے فیصلہ کو خود اچھی طرح وزن کرسکے۔

یقین ہے کہ اس کے بعد یہ فیصلہ پوری طمانیت قلب کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ حلقۂ علیمیہ کے نام خط وکتابت حسب ذیل پتہ پر کی جائے: بتوسط علیم ریڈیو انسٹی ٹیوٹ بالمقابل پاک سکرٹریٹ فریر روڈ، اے۔ ایم نمبر ۱۱، کراچی نمبر ۱، پاکستان۔

رئیس الخلفاءِ علیمی حضرت مولانا شاہ حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری کا پتہ حسبِ ذیل ہے: ۴۳۔ ماسٹر ہاؤس سمرسٹ اسٹریٹ کراچی نمبر ۳۔

پاکستان۔ فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء

وسید المرسلین۔

اسمائے اراکین حلقۂ علیمیہ جنہوں نے رئیس الخلفاء کے انتخاب پر اپنے

دستخط ثبت فرمائے:

(۱) محمد جعفر عبداللہ شیخ، سیکریٹری، حلقۂ علیمیہ، (کراچی)،

(۲) غلام حسین شیخ، ریڈیو انجینئر پرنسپل علیم ریڈیو انسٹی ٹیوٹ، (کراچی)،

(۳) الحاج محمد جلال الدین ریٹائرڈ کسٹم آفیسر، (کراچی)،

(۴) الحاج مولانا عبدالحکیم، امام وخطیب مسجد ترک، (کراچی)،

(۵) ڈاکٹر کے، ایم، محتشم ڈینٹل سرجن، (کراچی)،

(۶) حکیم منظور الٰہی۔ دواخانہ مخزن صحت، (کراچی)،

(۷) حکیم محمد اکبر اکبری دواخانہ، (کراچی)،

(۸) الحاج عبدالمجید قریشی، (کراچی)،

(۹) الحاج میراں محی الدین صدیقی، تاجر، (کراچی)،

(۱۰) کریم بخش، تاجر، (کراچی)،

(۱۱) عبدالستار، تاجر، (کراچی)،

(۱۲) ابو بکر سلیمان، تاجر، (کراچی)،

(۱۳) عطا محمد، مسلم کمرشل بینک، (کراچی)،

(۱۴) شاہ الحمید، تاجر، (کراچی)،

(۱۵) فرمان الٰہی، تاجر، (کراچی)،

(۱۶) غلام نبی، تاجر، (کراچی)،

(۱۷) عبد القادر بن احمد ابو حسینا، تاجر، (کراچی)،

(۱۸) لونا شاہ الحمید بن عمر، تاجر، (کراچی)۔

---پیش نظر مقصد کے اعتبار سے صرف تین اہم نکات بیان کر دینے ضروری ہیں، یعنی:

(۱) جہاں تک ہم کو علم ہے اسلام کی پوری تاریخ میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انصاری سب سے پہلے مسلم مبلّغین ہیں جنہوں نے تمام دنیا کے گرد تبلیغی سفر کیا اور حضرت شیخ اقدس کے وصال کے بعد پوری دنیا کے موجودہ علماء و مبلغین اہل سنت میں صرف مولانا انصاری اولیت کے اس بلند پایہ امتیاز میں واحد ہستی ہیں۔

(۲) چوں کہ وہ عالمی تبلیغی سیاحت بہت وسیع انداز پر ہوئی اور اس میں حضرت شیخ اقدس کی رہ نمائی اور تربیت کی برکات پوری طرح شامل رہیں، اس لیے آج مولانا انصاری حضرت شیخ اقدس کے بہترین تربیت یافتہ اور وسیع ترین تبلیغی معلومات کے حامل مرید اور شاگرد اور نمائندہ کی حیثیت میں تمام دنیا میں ایسا امتیازی مقام رکھتے ہیں جو صرف ان کو حاصل ہے۔

(۴) اُس عالمگیر تبلیغی سیاحت کا مشترکہ طور پر انجام پانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر تمام دنیا کے لیے اپنے نمائندہ اور مرکزی جانشین کے منصب کے لیے مولانا انصاری پر ہی تھی۔

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا انصاری کے تعلقات

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا انصاری کے تعلقات ان کی زندگی کا سب سے طویل باب ہیں۔ اس لیے کہ وہ تعلقات بائیس سال کی مدت پر پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی موجودہ عمر ۴۰ سال ہے۔ موجودہ مختصر تحریر میں صرف چند اہم نکات ہی بیان کیے جاسکتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ۲۲ سال تک پرائیوٹ سیکریٹری کے فرائض کی انجام دہی:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا انصاری کی پہلی ملاقات ۱۹۳۳ء میں ہوئی چونکہ دونوں شہر میرٹھ سے تعلق رکھتے تھے۔ ملاقاتیں پابندی سے روزانہ ہوتی تھیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت ہی جلد ایک غیر فانی محبت کا تعلق پیدا ہو گیا۔ مولانا انصاری نے تبلیغی میدان کے لیے اپنی خدمات حضرت شیخ اقدس کی خدمت میں پیش کیں جس کا پہلا عملی مظاہرہ یہ تھا کہ ۱۹۳۲ء ختم ہونے سے پہلے ہی انہوں نے انگریزی زبان میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ تبلیغی رسالہ "ریئل اسلام" سنگاپور میں مقالات لکھنے شروع کیے اور اپنی پہلی تصنیف بزبان انگریزی موسومہ "Beacon Light" (منارۂ ہدایت)

پیش کی۔ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو اپنے پرائیوٹ سیکریٹری کی حیثیت میں شرف قبولیت بخشا اور یہ اعزاز ان کو ۱۹۵۴ء یعنی حضرت شیخ اقدس کے وصال تک حاصل رہا۔

(۲) شرف دامادی پر فائز ہونا:

وہ رابطہ محبت جو ۱۹۳۲ء میں قائم ہوا وقت کے ساتھ بڑھتا گیا۔ دسمبر ۱۹۳۶ء میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سب سے زیادہ محبوب اولاد یعنی سب سے بڑی صاحبزادی کے ساتھ (جو اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے بڑی ہیں) مولانا انصاری کی شادی کر دی اور اس طرح وہ ایک محبوب شاگرد ہونے کے علاوہ محبوب داماد بھی بن گئے۔

(۳) ہر اہم کام پر مولانا انصاری کا مامور ہونا:

اپنی غیر معمولی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کے سبب مولانا انصاری شروع ہی سے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والے تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے زیادہ اہم شخصیت کے مالک رہے اور آج تک اس امتیاز پر فائز ہیں۔ ابتدا تعلق سے آخری لمحات تک حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ ان ہی کو تصنیف و تالیف، صحافت، تبلیغ و تذکیر، الغرض ہر اہم کام پر مامور کیا اور اس کا مقصد واضح طور پر صرف یہی ہو سکتا تھا کہ مولانا انصاری جامع تربیت پا کر حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغ و ارشاد کے بلند پایہ کام کو خصوصاً بعد

وصال سنبھالیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے وصال سے قریب تر زمانہ میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اکثر مولانا انصاری کے لیے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہ بنائے جو سیدنا ہارون علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے (یعنی جامع جانشین)۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب کبھی حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا جاتا تھا کہ ان کے بعد ان کے زبردست دینی کام کو کون سنبھالے گا، تو وہ مولانا انصاری ہی کا نام لیتے تھے۔ کراچی اور دنیا کے دوسرے مقامات پر وہ لوگ آج بھی موجود ہیں جنہوں نے یہ سوال کیا اور یہ جواب پایا۔

(۴) ۲۲ سال تک تبلیغی کاموں میں رفاقت:

مذکورہ بالا سبب ہی اس کا ذمہ دار تھا کہ اس تربیت کے علاوہ جو پرائیوٹ سیکریٹری کی حیثیت میں مولانا انصاری حاصل کر رہے تھے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۷ء میں ان کو سنگاپور میں مامور فرمایا تاکہ وہ عملی تبلیغ کی براہ راست تربیت اپنے دینی کام سے حاصل کریں، حالانکہ مولانا انصاری اس وقت تک طالب علم تھے اور ان کو اپنے تبلیغی سفر سے واپسی پر ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم کو دوبارہ جاری کرنا پڑا۔ پھر ۱۹۴۶ء میں درگاہ شریف اجمیر کی تبلیغی کمیٹی کے مشورہ سے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو اس اہم کام پر مامور کیا کہ وہ عالمی تبلیغی مرکز اور تبلیغی کالج کے قیام کے لیے اسکیم مرتب کریں۔ مولانا انصاری نے تمام دنیا

میں اسلام کی تبلیغی ضروریات پر نہایت فاضلانہ بحث اور اہم معلومات پیش فرماتے ہوئے "منشور" کے عنوان سے وہ اسکیم لکھی۔ درگاہ کمیٹی نے اس کو منظور کرتے ہوئے ۱۹۴۷ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ء۔ ۱۹۵۰ء کی عالمگیر تبلیغی سیاحت میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو تمام دنیا سے متعارف ہی ہیں کرایا بلکہ عالمی بنیاد پر ان کی تربیت کی بھی تکمیل فرمائی۔ اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ ۱۹۴۸ء سے مولانا انصاری بین الاقوامی تبلیغی ادارہ "انٹر نیشنل یونین آف اسلامک سروس" کے ناظم اعلیٰ رہے ہیں۔ اس ادارہ کے صدر خود حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اس کے پیغام کو پیش کرنے والا رسالہ مشہور ماہنامہ "مسلم ڈائجسٹ" تھا اور ہے اسی کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا جائے کہ حضرت شیخ اقدس نے مسلم نوجوانوں کی جو انجمنیں دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنی عالمی تبلیغی سیاحت میں قائم فرمائیں ان کا مُربّی اور سرپرست خود ارشاد فرما کر مولانا انصاری کو بنوایا۔

(۵) مکہ معظمہ میں حطیم خانہ کعبہ میں مولانا انصاری کو بیعت فرمانا:

تبلیغی تربیت کے ساتھ ساتھ مولانا انصاری روحانی تربیت بھی حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہی سے حاصل فرماتے رہے۔ بحیثیت مرید بیعت کی رسم کی ادائیگی کے لیے مولانا انصاری کی تمنا تھی کہ وہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں ادا ہو۔ ایسا موقع ۱۹۴۹ء میں آیا۔ ۲۴ر ربیع الاول کو بعد نماز اشراق خانہ

کعبہ میں حطیم کے اندر حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو بیعت فرمایا اور اپنے تمام سلسلوں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شاذلیہ کے تمام روحانی اعمال واذکار واوراد واشغال کی اجازت عطا فرمائی۔

(۶) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مولانا انصاری مقام محبوبیت پر فائز تھے۔ اور خود ان کو جو محبت حضور کے ساتھ تھی وہ ان تحریرات سے آج بھی ظاہر ہے جو انہوں نے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات اور سیاحت سے متعلق خصوصی پیر بھائیوں مثلاً ماریشس کے جناب اسحاق عبد اللطیف کے ساتھ تعاون فرماتے ہوئے لکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ محض مولانا انصاری کی بلند پایہ انشاء پردازی ہی کا نمونہ نہیں ہیں بلکہ ان کے اعلیٰ جذباتِ عقیدت ومحبت کی بھی پوری طرح آئینہ دار ہیں۔ اس سلسلہ میں دو کتابیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ دونوں انگریزی میں ہیں اور دونوں کا نام Roving Ambassador of Peace (سفیر سلامتی) ہے۔ لیکن پہلی کتاب جو حلقۂ قادریہ اشاعت اسلام، ماریشس نے شائع کی ہے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور ماریشس میں کام پر ہے اور دوسری کتاب جو مریدین ومعتقدین سنگاپور نے شائع کی ہے عالمگیر تبلیغی سیاحت پر ہے۔ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی مولانا انصاری نے جو طویل فاضلانہ مقالات حضور کی زندگی اور کارناموں پر

کراچی کے مشہور انگریزی روزنامہ ڈان اور انگریزی ماہنامہ "دی وائس آف اسلام" میں لکھے ان سے بہتر مقالات دنیا کے کسی اخبار اور کسی ملک میں نہیں لکھے گئے۔

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی حالیہ تحریرات میں مولانا انصاری سے متعلق بعض اہم ارشادات

(ا) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا انصاری کے ساتھ غیر فانی روحانی محبت:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ۷/اکتوبر ۱۹۵۰ء کو سین فرانسسکو (امریکہ) سے تحریر فرمایا: "مجھے اس کی عادت نہیں کہ اپنی قلبی محبت کا مظاہرہ الفاظ میں کروں (میرا عمل اس کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے یہی عادت پائی) اس لیے شاید آپ کو ابھی تک پورا اندازہ نہیں کہ مجھے میاں سلمہ (فضل الرحمٰن انصاری) سے کس قدر محبت ہے۔۔۔ اگرچہ محبت کے باب میں میری تحقیق یہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی صفت کے مرغوب طبع ہونے پر مبنی ہوتی ہے۔ مگر اس کلیہ میں مستثنیات بھی پائے جاتے ہیں اور بعض اوقات محبت ایسے اسباب پر مبنی ہوتی ہے جو ظاہر طور پر معلوم نہیں ہوتے اس لیے کہ ان کا تعلق مادیات سے نہیں ہوتا جس طرح اجسام کی ایک دوسرے سے مناسبت محبت کا سبب بنتی ہے۔ اسی طرح روح کی خاص مناسبت اپنے آپ دل کو دوسری روح کی طرف کھینچتی ہے یہی محبت حقیقی پائیدار اور روحانی محبت کہلاتی ہے۔ میں

نے بارہا غور کیا میاں سلمہ کے ساتھ ایسا ہی رابطہ ہے۔ میرا تعلق جو ان کے ساتھ ہے وہ اسی محبت کی بنا پر ہے"۔

(۲) مولانا انصاری ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ عالم دین۔ ہر حیثیت سے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کے اہل:

اپنے وصال سے چار ماہ قبل مدینہ منورہ سے ۱۳/ اپریل ۱۹۵۴ء کو، حضرت شیخ اقدس نے لبنان کی عالمی مذہبی کانفرنس کے سکریٹری کے نام حسب ذیل تحریر بھیجی: "میرے سیکریٹری فضل الرحمٰن انصاری ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ عالم دین ہیں۔۔۔ میرے سیکریٹری ہر حیثیت سے میری نیابت کریں گے۔۔۔۔ وہ میرے خیالات کی ترجمانی مکمل طور پر کر سکتے ہیں اور جو توقعات ان سے قائم کی جائیں ان کی تکمیل میں درماندہ نہ رہیں گے"۔

(۳) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا کہ مولانا انصاری ان کے وصال سے قبل ہی تمام منازل کو سنبھال لیں:

اپنی تمام اولاد اور تمام دنیا کے مریدین میں سے مولانا انصاری کو ہر اعتبار سے اپنے نمائندہ کی حیثیت میں منتخب فرماتے ہوئے حضرت شیخ اقدس نے جہاں مذکورہ بالا تحریر لبنان بھیجی وہاں اسی تاریخ میں مولانا انصاری کو حسب ذیل جامع کلمات لکھے: "میری تمنا ہے کہ تم میرے سامنے ان منازل کو

بھی سنبھال لو"[۵۴]۔ اسی سلسلہ میں ۳۰ر اپریل ۵۴ء کو حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو پھر لکھا: "میرا مقصد اس کنونشن میں آپ کی شرکت سے صرف یہ تھا کہ آپ کو اس (بین المذاہب کام کے) میدان سے روشناس کیا جائے اور مشرق اوسط کے احباب سے بھی تعلقات قائم کر دیئے جائیں"[۵۵]۔

(۴) مولانا انصاری کا حضرۃ شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں صائب الرائے اور صاحب مشورہ ہونا:

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ طیبہ سے مولانا انصاری کو ۹ر اپریل ۱۹۵۴ء کو (تقریباً ۴ ماہ قبل وصال) لکھا: "تمہارے سوا اور کون ہے جس

---

۵۴ نوٹ: ان کلمات میں لفظ "بھی" قابل غور ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس سے قبل اپنے دوسرے دینی کاموں کی منازل ہونا انصاری کے سپرد فرما چکے تھے اور اس خصوصی موقعہ پر یہ چاہتے تھے کہ ان باقی ماندہ خصوصی منازل کو بھی مولانا انصاری حضور کی حیات ظاہری ہی میں سنبھال لیں۔

۵۵ نوٹ: یہاں پھر لفظ بھی" کی دلالت پر غور فرمائیں۔ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ مولانا انصاری کے تعلقات تمام دنیا سے اس سے قبل دنیا کی تبلیغی سیاحت میں قائم فرما چکے تھے۔ مقصد بالکل ظاہر ہے یہی تھا کہ تمام دنیا میں ہر میدان میں اور ہر اعتبار سے مولانا انصاری حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی جامع نیابت اور خلافت کے حامل ہونے کی حیثیت میں (یعنی بعد وصال رئیس الخلفاء مرکزی جانشین اور جامع کمالات نمائندہ کی حیثیت سے) حضرت شیخ اقدس کے تمام دینی کاموں کو سنبھالیں۔

سے وہ صائب رائے دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔"

(۵) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ان کی اولاد کے لیے مولانا انصاری کا بحیثیت مربّی اور رہنما مامور ہونا:

وصال سے تھوڑے ہی عرصہ پہلے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد میں متعدد افراد کو لکھا کہ وہ ان کے بعد مولانا انصاری کو اپنا رہنما مانیں اور انکی زیر تربیت وہدایت کام کریں۔ اسی ضمن میں مولانا نورانی کے لیے اپنے وصال سے تقریباً ایک ماہ قبل یعنی ۹/ جولائی ۱۹۵۴ء کو مولانا انصاری کو حضرت شیخ اقدس نے لکھا: "جس طرح مجھے میرے بہنوئی نے (رحمۃ اللہ علیہ) طریقت کی راہ بتائی۔ بڑے بھائی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا شاہ احمد مختار صدیقی القادری) نے سدھایا کام کا بنایا، آپ بھی اسی شفقت بزرگانہ کو کام فرما کر نورانی میاں کو سدھائیں"۔

(۶) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد کی بہ نسبت مولانا انصاری کا "اصلح" اور "اتقیٰ" ہونا:

اپنے وصیت نامہ کی دفعہ نمبر ۱۰ میں حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام بیٹوں اور بیٹیوں کے مقابلہ میں مولانا انصاری کو "اصلح" (سب سے زیادہ صالح) اور "اتقیٰ" (سب سے زیادہ متقی) کا مقام عطا فرمایا"۔

مولانا انصاری کے موجودہ مشاغل:

دسمبر ۱۹۵۰ء میں دنیا کی تبلیغی سیاحت سے واپسی کے بعد مولانا انصاری

مسلسل اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ تمام دنیا کی تبلیغی ضرورتوں کے لیے ایک جامع اسلامی تبلیغی مرکز قائم ہو جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک جانب ہر قسم کی سیاسیات اور سیاسی کاموں سے مطلقاً پرہیز کیا ہے اور دوسری جانب تجارت اور سرکاری ملازمتوں سے بھی دور رہے ہیں۔ مثال کے طور پر یہاں یہ بیان کر دیا جائے کہ ۱۹۵۱ء میں حکومت پاکستان کی مجلس دستور ساز میں "ریسرچ آفیسر" (افسر تحقیقات علمی) کے عہدہ پر ان کا انتخاب ہوا۔ لیکن انہوں نے وہ ملازمت اختیار نہیں کی۔ ہمیشہ سے اسلامی تبلیغی تحریک کی تعمیر ان کی زندگی کا نصب العین رہا اور اسی کے لیے وہ کوشاں رہے ہیں۔ مارچ ۵۲ھ میں مولانا انصاری جمعیۃ الفلاح میں داخل ہوئے۔ یہ ایک خالص تبلیغی انجمن ہے جو ۵۰ء میں کراچی میں قائم ہوئی مولانا تمیز الدین خاں صاحب جو برسوں پاکستان کی مجلس دستور ساز کے صدر رہے ہیں اس انجمن کے صدر ہیں جمعیۃ الفلاح میں مولانا انصاری حسبِ ذیل تین عہدوں سے وابستہ رہے ہیں یعنی:

(۱) ایڈیٹر تبلیغی انگریزی ماہنامہ "دی وائس آف اسلام" (صوت الاسلام)۔

(۲) پرنسپل اسلامک مشنریز ٹریننگ کالج (اسلامی مبلغین کا تربیتی کالج)۔

(۳) ڈائریکٹر سینٹرل اسلامک مشن (مرکزی اسلامی ادارہ تبلیغ) ۱۹۵۴ء سے ان عہدوں کے ساتھ ساتھ تین اعزازات مزید شامل ہو گئے ہیں۔ یعنی: اعزازی لیکچرار برائے کراچی یونیورسٹی، اعزازی پروفیسر برائے طلبائے سینٹ جوزف

کالج کراچی۔ اعزازی پروفیسر برائے طلبائے سینٹ پیٹرک کالج کراچی۔ ان تینوں تعلیمی اداروں میں مولانا انصاری حسب ذیل مضامین کی تعلیم دیتے ہیں:
اسلامی مابعد الطبیعات، اسلام کا اخلاقی فلسفہ اور اخلاقی ضابطہ، اسلامی سیاسی نظریہ اور نظام، اسلامی معاشی نظریہ اور نظام۔

اسلامی مبلغین کے تربیتی کالج میں حسب ذیل مضامین شامل نصاب ہیں: عربی زبان، تفسیر القرآن، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، فلسفۂ مذہب، تقابل ادیان، جدید فلسفہ، دور حاضر کی معاشی وسیاسی تحریکات وغیرہ۔
مذکورہ بالا چھ ۶ اعزازات ومناصب کے علاوہ حسب ذیل دو ۲ مزید اعزازی عہدے بھی ہیں، جن پر خود حضرت شیخ اقدس نے مولانا انصاری کو برسوں پہلے مامور فرمایا تھا: اعزازی ناظم اعلیٰ، "انٹرنیشنل یونین آف اسلامک سروس (الوفاق العالمی لخدمۃ الاسلام) اعزازی ڈائریکٹر، اسلامک ریسرچ اکیڈیمی اینڈ پبلی کیشنز بیورو" (تحقیقات علمی واشاعت کتب کا ادارہ)۔

مولانا انصاری کے بیشتر اعزازات ومناصب اعزازی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں دین کی محبت، متاعِ دنیا کی محبت پر ترجیح وفوقیت رکھتی ہے۔ آج کل وہ بغیر کسی تعطیل کے سولہ سے اٹھارہ گھنٹہ روزانہ کام کرتے ہیں اور یہ تمام وقت خالصۃً اسلام کی خدمت میں صرف ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یا تو وہ اسلام پر لکچر دیتے ہیں (بیشتر انگریزی میں) اور اس میں

روزانہ چند گھنٹے صرف ہوتے ہیں، اور یا وہ اسلام پر لکھتے ہیں۔ اسلام اور اس کی خدمت سے ہی مولانا انصاری کا وجود سرتاپا معمور ہے۔ سچ کہا تھا پاکستان کے مؤقر جریدہ ''الشرق (بابت ۱۵ر ستمبر ۵۴ء) اور ہندوستان کے مشہور مجلّہ ''صدق'' (بابت ۱۷ر ستمبر ۵۴ء) نے اپنے ان اداریوں میں جن میں انہوں نے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے کارناموں پر خراج تحسین پیش کیا تھا کہ مولانا انصاری حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز ترین شاگرد اور لائق ترین مرید ہیں اور وہی اس کے اہل ہیں کہ حضور کے عظیم الشان دینی کام کی کٹھن ذمہ داریوں کو سنبھالیں اور تبلیغ و ارشاد کے افق کو روشن کریں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء و سید المرسلین

حضرت رئیس الخلفاء کا پیغام تمام مریدین سلسلہ علیمیہ قادریہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلّم علیٰ رسولہ سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین

اراکین سلسلۂ عالیہ علیمیہ قادریہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہمارے جلیل القدر رہنما اور اسلام کے مایۂ ناز خادم، سیدنا وسندنا ومرشدنا ومولانا شاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری قدس اللہ سرہٗ العزیز، نور اللہ تعالیٰ مرقدہ الکریم نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ اور ان کا وجود باجود ظاہری نظروں سے آج اوجھل ہے۔ اس سانحہ پر آنکھیں اشکبار اور قلوب غمناک ہیں۔ ہمارا نقصان اسلام کے تبلیغ وارشاد کے محاذ کا نقصان، عالم انسانیت کا نقصان، الفاظ میں ناقابل بیان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عزاسمہٗ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ بہ طفیل سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ سب کو اور مجھ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

میں آپ سب بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں نہایت پر خلوص تعزیت پیش کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ کو یہ فریضہ اس سے قبل ادا کرنا چاہیے تھا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ حضرات نے دنیا کے مختلف حصوں سے مجھ کو تعزیتی خطوط لکھے اور میں نے بجز تین چار غیر متعلقہ خطوط کی جواب دہی کے

مکمل سکوت اختیار کیا۔ اس پر دلی معذرت مجھ پر واجب ہے۔ میں معذرت پیش کرتا ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک خصوصی دینی مصلحت کے پیش نظر دانستہ طور پر قطعی خاموش اختیار کی وہ مصلحت یہ تھی کہ حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مرکزی جانشین کے منصب پر انتخاب کے لیے میرا نام حلقۂ علیمیہ کراچی کے زیر غور تھا اور یہ جانتے ہوئے کہ دنیا میں ہزاروں پیر بھائی مجھ سے محبت فرماتے ہیں، میرے لیے یہ احتیاط انتہائی ضروری تھی کہ میں اس انتخابی مسئلہ کو اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ قول یا فعل سے، بالواسطہ یا بلاواسطہ ان ہزاروں محبت فرمانے والوں کی محبت و عقیدت کی قوت سے کسی نہج پر بھی متاثر نہ ہونے دوں، اس لیے کہ ہمارے ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''نَا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هٰذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ أَوْ حَرَصَ عَلَيْهِ'' (بخاری و مسلم) (بخدا ہم کسی ایسے شخص کو کسی منصب پر مقرر نہیں کرتے جس نے اس کے لیے درخواست کی ہو یا جو اس کے لیے طمع رکھتا ہو) نیز یہ کہ ''إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهُ'' (ابوداؤد) (ہمارے نزدیک تم میں سب سے بڑا خائن وہ ہے جو خود اس کا طالب ہو) حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرکزی جانشین کے انتخاب کے سلسلہ میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل فرمایا۔ میں سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلے جانشین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل تاریخی اعلان کو اختیار کرتے ہوئے باری تعالیٰ عزاسمہ کی بارگاہ سے

حصول برکات کا متمنی ہوں: "وإن أحسنتُ فأعينوني وإن أسأت فقوموني ـــ أطيعوني ما أطعتُ الله ورسوله فإذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم "[56] (اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر بری روش اختیار کروں تو مجھے سیدھی راہ پر لگادو۔ جب تک میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع رہوں میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تمہارے ذمہ نہیں ہے)۔

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے حلقۂ علیمیہ کراچی نے مجھ کو سلسلۂ عالیہ علیمیہ قادریہ کی قیادت علیا کا منصب سپرد فرمایا ہے۔ لیکن میں اپنے آپ کو اس کا "قائد اعلیٰ" نہیں بلکہ "خادم اعلیٰ" تصور کرتا ہوں۔ لہٰذا خدمت دین میں میرے ساتھ تعاون فرماتے ہوئے آپ سب حضرات مجھ کو اپنی خدمت کے مواقع سے ممنون فرمائیں۔

حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے محض اپنی نوازشِ بے پایاں سے مجھ عاجز کے لیے ہر اعتبار سے نمائندگی کا شرف قائم فرمایا۔ میں اس شرف کی برکات اُسی صورت میں حاصل کر سکتا ہوں جب آپ سب ان تمام اُمور میں، جن میں حضور کی ہستی ہم سب کے لیے مشعل راہ تھی، مجھ سے کام لیں۔ اپنے ذاتی روحانی مسائل اور اپنے اپنے علاقوں کے تبلیغی امور سے مجھے مطلع فرماتے رہیں۔

---

۵۶ الصدیق، لمحمد حسین ھیکل نمبر ۶۷۔

میں بحول اللہ تعالیٰ ونصرتہ انتہائی سعی کروں گا کہ جو فیوض وبرکات روحانی وتبلیغی مجھ کو حضرت شیخ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئے ہیں ان سے آپ سب کو مستفید ہونے کا موقعہ دوں۔ اَللّٰہ نورُ السّمٰوٰات والارض کی ہدایت ورحمت کا نور بطفیل رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ سب کی زندگیوں کی راہوں کو منور فرمائے! آمین۔

والسلام، خادم اسلام

محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری غفرلہٗ

تبلیغی دوروں کا آغاز:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر مبارک میں پانچ مرتبہ دنیا بھر کے مختلف ملکوں کا عالمی تبلیغی دورہ فرمایا، جبکہ اس کے علاوہ مختصر تبلیغی دورے بھی مخصوص ممالک کے فرمائے اور وہاں دینِ اسلام کے پیغام کو کما حقّہ پہنچایا، بے شمار افراد آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوئے اور دینِ اسلام کو قبول کیا، نیز مسلمانوں نے بھی اپنی زندگیوں کو قرآن و سنت کے احکام کے مطابق ڈھالا، چنانچہ ذیل میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے اِن تبلیغی دوروں کو بیان کیا جاتا ہے:

پہلا تبلیغی دورہ:

۱۹۴۹ء میں مبلغِ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے حجازِ مقدس سے خط لکھ کر مولانا انصاری کو بلایا اور حطیم کعبہ میں بیعت و خلافت سے نوازنے کے بعد تبلیغی دورے کا آغاز کیا، مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پہلا تبلیغی دورہ تھا جو تقریباً پونے دو سال، یعنی: پندرہ ماہ تک جاری رہا۔ اس دورہ میں عالمِ اسلام کے اِن عظیم مبلغوں نے پانچ برِ اعظموں کے ممالک کا دورہ کیا، ان ممالک میں مشرقِ وسطیٰ، یورپ، افریقہ، شمالی اور جنوبی امریکہ کے ممالک شامل ہیں۔

چنانچہ ایشیا کے ممالک میں حجازِ مقدس، اُردن، شام، عراق، سری لنکا، ملائشیا، انڈونیشیا، فلپائن اور جاپان، یورپ کے ممالک میں برطانیہ، فرانس اور اٹلی، افریقہ کے ممالک میں مصر جبکہ جنوبی و شمالی امریکا کے ممالک میں کینیڈا،

ٹرینڈاڈ و ٹوبیگو، برٹش گیانا اور سرینام وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان دونوں حضرات نے ان ممالک میں دینِ اسلام کا پیغام بحسن وخوبی لوگوں تک پہنچایا اور کامران وشادکام واپس تشریف لائے۔

مولانا انصاری کی زبانی دورے کی رُوئیداد:

ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تبلیغی دورے کا ذکر یوں کیا کہ میں مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۰ء کے دوران عالمی دورے پر تھا، مشرقِ وسطیٰ، یورپ اور شمالی وجنوبی امریکہ کا دورہ کرنے کے بعد ہم فلپائن کے مشہور شہر Cotabato (کوتاباتو) گئے، فلپائن ایک ایسا ملک ہے جہاں طوفانی بارشیں کثرت سے ہوتی ہیں۔

ایک دن شام کے وقت ایک کھلے میدان میں ایک محفل کا انعقاد کیا جانا تھا، یہ محفل مغرب کے بعد شروع ہونی تھی، جس میں مسلمان اور غیر مسلم سب مدعو تھے۔ نماز ظہر کے بعد شہر میں کالے بادل چھانے لگے اور عصر تک ایک بڑے طوفان کے آثار نظر آنے لگے۔ میں عصر کے بعد میں اپنے مرشد مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں حضرت کے پاس دیگر مقامی لوگ بھی آئے ہوئے تھے، میں نے اپنے مرشد سے کالے بادلوں، بجلی کی کڑک اور آنے والے طوفان کے بارے میں عرض کی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور فرمایا: "بیٹا تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ ہم یہاں

اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی بارش برساتا ہے اور زمین اس کی ملکیت۔ جن لوگوں نے یہاں آنا ہے وہ اُسی کی مخلوق ہیں، اگر وہ چاہتا ہے کہ میں اس کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں، تو ایسا ضرور ہوگا"۔

مغرب کے بعد ہم جلسہ گاہ میں گئے، جہاں ایک بہت بڑا مجمع انتظار کر رہا تھا، جو وہاں تقریباً تین بجے کے بعد سے جمع ہونا شروع ہو گیا تھا، صوبہ کا گورنر جو کہ مسلمان اور صدرِ محفل تھا، وہ بھی وہاں موجود تھا، ایک رومن کیتھولک مہمانِ خصوصی اور دیگر مہمان بھی وہاں تھے۔ محترم المقام مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتگو انگریزی زبان میں کرنا شروع کی اور ساتھ ہی ایک مترجم نے مقامی زبان میں اس کا ترجمہ کرنا شروع کیا۔ بارش کی موٹی موٹی بوندیں گرنا شروع ہونے لگیں، مجمع نے بے چین ہو کر چاہا کہ اٹھ کر گھروں کو جایا جائے۔ اس وقت تک مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف عربی میں خطبۂ مسنونہ اور اس کے بعد ایک دو جملہ ہی ادا فرمائے تھے، میری حیرت کی انتہا تھی کیونکہ اس وقت تک میں اُس راز کو نہیں جانتا تھا جو مولانا جانتے تھے، مولانا نے فرمایا: "میرے عزیز دوستو! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس اب بارش رُکنے والی ہے اور جب تک یہ محفل جاری ہے اس وقت تک بارش نہیں ہوگی، تاہم محفل ختم ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پاس "دس منٹ" ہوں گے کہ آپ اپنے گھروں کو جا سکیں، پھر ایک بہت بڑا طوفان آئے گا، براہِ کرم جب

محفل ختم ہو جائے تو مجھ سے مصافحہ کرنے کے لیے آگے نہ آیئے گا کیونکہ اس وقت مجھے بھی ہوٹل واپس جانا ہے"۔

جب آپ نے یہ اعلان فرمایا تو بارش رُک گئی، اس کے بعد بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی پُر سکون انداز میں، ایک بہت ہی عمدہ خطاب فرمایا، میں پریشان تھا کہ مولانا نے یہ کیسا جرأتمندانہ اعلان کر دیا ہے گویا کہ میرے سُسر کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ آیا مولانا بھی جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا اعلان کیا ہے؟ اس دوران گرج چمک ہوتی رہی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گفتگو کی، اس دوران مجمع آرام سے بیٹھا رہا، میں یہ سمجھا تھا کہ مولانا اس اعلان کے بعد گفتگو کچھ کم کریں مگر مولانا نے طویل گفتگو کی۔ پھر دیگر کے خطاب اور صدرِ محفل کے اظہارِ تشکر کے بعد محفل ختم ہوئی۔ لوگوں نے اسٹیج کی طرف بڑھنا شروع کیا تاکہ وہ مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کر سکیں۔

یہ دیکھ کر مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا: "میرے عزیز دوستو! پہلے تو آپ لوگ یہاں سے بھاگ رہے تھے اور کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آسمان میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں نے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا، خدارا! مہربانی فرمائیں، آپ کے پاس گھر کو جانے کے لیے "دس منٹ" ہیں اور میں بھی اپنے ہوٹل جا رہا ہوں"۔

پورے دس منٹ بعد شدید طوفان آیا اور دوسری صبح پانی کو تاباتو شہر کی سڑکوں پر تقریباً چھ سے سات فٹ اونچا کھڑا تھا۔ اس کرامت کو دیکھ کر ہزاروں کیتھولک عیسائی مسلمان ہوئے۔ یہ ہے خلیفۃ اللہ! اور یہ ہے اسلام کا مقصد![۵۷]

فلپائن کے ایک عظیم مسلم رہنما مرحوم ڈاکٹر احمد دوموکاؤ الونٹو[۵۸] اس دورے سے متعلق لکھتے ہیں کہ ۱۹۵۰ء میں جب مولانا انصاری اور مولانا عبد العلیم صدیقی تبلیغی دورے پر جب فلپائن تشریف لائے تو میں اُن خوش نصیب مسلمان نوجوانوں میں سے تھا، جنہیں ان حضرات سے ملاقات کا شرف ملا۔ فلپائن کے مسلمان خصوصاً نوجوان نسل دینِ اسلام کی تعلیمات کو تقریباً یکسر چھوڑ چکے تھے، لیکن اس عظیم تاریخی تبلیغی دورے نے یہاں کے مسلمانوں

---

۵۷ حامد علی علیمی، "خطبات مولانا انصاری (۱)"، ادارۂ تحقیق و نشریاتی اسلامی کراچی، طبع اول، ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء، ص۳۸-۴۰۔

۵۸ یہ وہی ڈاکٹر احمد ہیں، جن کے نام ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک بے مثال کتاب "Islam and Western Civilization" کا انتساب ان محبت بھرے کلمات سے کیا:

"To Brother Al-Haj Ahmed Democao Alonto. President Muslim Association of the Philippines. Manila In recognition of his Distinguished service to Islam and Humanity". (Dr. Ansari, Islam and Western Civilization, WFIM krachi, 3rd Edition).

کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا اور انہیں دینِ اسلام کی حقیقی معرفت بخشی۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میرا تعلق بھی ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا، جس نے میری توجہ حقیقی حیات کی طرف مبذول کرائی۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فلپائن کے رہنے والوں کی زرخیزی کو دیکھتے ہوئے ان میں مسلم معاشرے کی از سرِ نو تعمیر کے لیے رہنمائی فراہم کی، تاکہ اس عظیم مقصدِ حیات کا حصول ممکن ہو سکے"[59]۔

دوسرا تبلیغی دورہ:

۱۹۵۷ء میں آپ نے دنیا کے سترہ ممالک کا تبلیغی دورہ کیا، یہ دورہ تقریباً پانچ ماہ تک جاری رہا۔ جن ممالک کا تبلیغی دورہ کیا وہ یہ تھے: ایشیا کے ممالک میں ملائشیا، تھائی لینڈ، فلپائن، ہانگ کانگ، جاپان، شام اور عراق، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کینیڈا، ٹرینڈاڈ و ٹوبیگو، برٹش گیانا اور سرینام وغیرہ، جبکہ یورپ کے ممالک میں برطانیہ، ہالینڈ اور ترکی وغیرہ شامل ہیں[60]۔ مولانا محمد اصغر درس، صاحب کراچی، جو جامعہ علیمیہ اسلامیہ میں پڑھ بھی چکے ہیں، اس دورے کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

---

۵۹ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جنوری / فروری، ۱۹۸۴ء، ص ۲۷۔

۶۰ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۳۔

"۵/ جون ۱۹۵۷ء کو مولانا فضلِ الرحمٰن انصاری، اسلامی ممالک، یورپ اور شمالی امریکا کا دورہ کرتے ہوئے سرینام[۱۷] (جنوبی امریکا) پہنچے، مولانا انصاری کا یہاں دوسرا دورہ تھا۔ ایک ہزار سے زائد محبت و عقیدت کے پروانوں نے آپ کا شان دار استقبال کیا۔ آپ نے سرینام کے دور دراز اطراف واکناف تک تبلیغی دورے کیے۔ آپ نے سرینام میں ۲۵ دن قیام کیا۔ ۲۸/ جون ۱۹۵۷ء کو سرینام کی نئی تعمیر شدہ جامع مسجد کا نمازِ جمعہ و دیگر مذہبی تقاریب سے افتتاح فرمایا اور اسی موقع پر مولانا سراج احمد (بی۔ اے) کو سرینام کے لیے "شیخ الاسلام" کے عہدے پر فائز کیے جانے کا اعلان کیا۔ اسی دن ساڑھے چار بجے جماعت کی طرف سے رسمِ افتتاح کے سلسلے میں تمام معززینِ شہر ہندو، مسلم، عیسائی، کیبنٹ کے وُزرا، ممبرانِ پارلیمنٹ و اعلیٰ سرکاری و نیم سرکاری حکام کو ایک عصرانے پر مدعو کیا گیا جس کے مہمانِ خصوصی گورنر سرینام جناب یان خان تبرگ تھے۔ اس موقع پر مولانا انصاری نے ایک مختصر لیکن جامع تقریر انگریزی میں کی، جس میں نماز کے مطلب اور اُس کی اہمیت کی وضاحت

---

[۱۷] سرینام: جنوبی امریکہ کے شمالی حصہ میں واقع ایک ملک ہے اس کا دار الحکومت "Paramaribo" ہے۔ یہاں بسنے والوں میں برصغیر کے افراد زیادہ ہیں۔

کی۔ اس کے بعد گورنر سرینام نے اپنی تقریر میں مسلم ایسوسی ایشن اہلِ سنّت و جماعت کی مساعیِ جمیلہ کو سراہا جن کے اتحادِ کامل، عزمِ راسخ اور یقینِ محکم کی بہ دولت وہ عظیم الشان مسجد عالمِ وجود میں آئی جس کی نظیر و مثیل پورے جنوبی امریکا میں نہیں۔ گورنر نے تقریر میں کہا کہ مسلمانوں کا یہ اقدام پورے ملک کے لیے فخر، نمونۂ عمل اور لائقِ تقلید ہے۔ اس کے بعد گورنر سرینام نے اس پلیٹ کی نقاب کشائی کی جس پر جامع مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے والے انجینئر، معمار اور افتتاح کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی تحریر تھے۔

گورنمنٹ آف سرینام کے محکمۂ اطلاعات نے پوری تقریب کی عکس بندی کی اور اُس پر شکوہ مسجد کی رسمِ افتتاح کو محفوظ کر لیا جس کی خشتِ اوّل مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی۔ اسی طرح اخبارات و جرائد نے تمام کارروائی جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کی، دارالحکومت "Paramaribo" کے شہریوں کی استدعا پر مولانا انصاری نے ایک پبلک ہال میں "اسلام اور کمیونزم" کے موضوع پر جامع تقریر فرمائی۔ اس اجلاس میں غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔

سرینام میں مولانا انصاری کے قیام کی آخری رات کا منظر بڑا رقت آمیز منظر تھا۔ ہزاروں مسلمان آپ کی الوداعی تقریر سننے کے لیے دور دراز

سے جوق در جوق جمع تھے۔ مولانا انصاری نے اس موقع پر "حلقۂ اربابِ ثقافت" قائم فرما کر اس کا اعلان فرمایا اور دیگر مقاصد کے ساتھ خصوصیت سے اس بات پر زور دیا کہ اس حلقے کا خاص کام یہ ہوگا کہ اسلامی علوم وادب کو ڈچ زبان میں منتقل کیا جائے، اس لیے کہ ڈچ زبان ہی یہاں کی موجودہ سرکاری و عوامی زبان ہے۔ مولانا انصاری کے اس مختصر دورے کے شان دار نتائج بر آمد ہوئے۔ آپ سرینام سے یکم جولائی ۱۹۵۷ء کو روانہ ہوئے اور واپسی پر برٹش گیانا، ٹرینڈاڈ، ریاست ہائے متحدہ امریکا، منیلا (فلپائن)، ٹوکیو (جاپان) اور سنگاپور ہوتے ہوئے کراچی پہنچے"[۶۲]۔

تیسرا تبلیغی دورہ:

۱۹۶۰ء میں آپ نے تیسرے عالمی تبلیغی دورے کا آغاز کیا اور ایشیا کے ممالک میں ملائشیا، فلپائن، ہانگ کانگ، تائیوان، جاپان، اُردن اور عرب، یورپ کے ممالک میں برطانیہ اور سوئٹزرلینڈ، افریقہ میں مصر، جبکہ ریاست

---

۶۲ مولانا محمد اصغر درس: مضمون "مولانا فضل الرحمن انصاری اور جنوبی امریکا میں تبلیغ اسلام"، روزنامہ "نوائے وقت" ملتان، ۲۹ر فروری ۱۹۸۴ء، ص۶، بحوالہ تذکرہ مولانا فضل الرحمن انصاری، مرتبہ خلیل احمد رانا۔

ہائے متحدہ امریکہ میں کینیڈا، ٹرینڈاڈ و ٹوبیگو، برٹش گیانا اور سرینام میں اسلام کے مختلف موضوعات پر لیکچر دیے۔ یہ تبلیغی دورہ آٹھ ماہ تک جاری رہا[۶۳]۔

مئی تا اگست ۱۹۶۲ء میں آپ نے اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز کوئٹہ کے زیرِ اہتمام علما کے فقہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سیمینار منعقد کروائے۔ آپ اس اکیڈمی میں اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر تھے، اس کے علاوہ مذہبی فلاسفی اور Comparative Religion (تقابلِ ادیان) کی تعلیم بھی دیتے تھے[۶۴]۔

۱۹۶۳ء میں آپ اسلامی یونیورسٹی بہاول پور میں صدر شعبہ تصوّف و اخلاق مقرر ہوئے لیکن دوسرے فرائض کے پیشِ نظر آپ نے اس ملازمت کو اختیار نہ کیا[۶۵]۔

چوتھا تبلیغی دورہ:

۱۹۶۴ء میں آپ نے بغیر تنخواہ کے کراچی یونیورسٹی سے پانچ سال کی رخصت لی تاکہ آپ علیمیہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کو بہتر طریقے سے چلاسکیں۔ اسی سال آپ نے کراچی سے اُردو اور گجراتی زبان میں ماہ نامہ

---

۶۳ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۶۔

۶۴ ایضاً ص ۴۷۔

۶۵ ایضاً۔

"منزل" جاری کیا اور چوتھی مرتبہ دنیا کے مختلف ممالک کا تبلیغی دورہ کیا جو کہ پانچ ماہ تک جاری رہا۔ اس مرتبہ آپ نے ایشیا کے ممالک میں ہانگ کانگ اور جاپان، یورپ میں برطانیہ اور جرمنی جبکہ جنوبی و شمالی امریکہ میں ٹرینڈاڈ و ٹوبیگو، برٹش گیانا، سرینام، نیو یارک اور کینیڈا کا دورہ کیا[٦٦]۔ آپ کے اس عالمی تبلیغی دورے کی رپورٹ کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے چوتھے کامیاب عالمی دورے کے اختتام پر ۸/اکتوبر ۱۹۶۴ء کو کراچی واپس تشریف لائے، آپ نے برطانیہ، جرمنی، ٹرینڈاڈ، سرینام، نیو یارک، کینیڈا، جاپان اور ہانگ کانگ کا تین ماہ تک دورہ کیا اور ممتاز مسیحی افراد کو مشرّف بہ اسلام فرمانے کے علاوہ ان ممالک میں لاکھوں افراد کے اجتماعات سے اپنی بصیرت افروز تقاریر اور مذاکرات کے ذریعے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اس سلسلے میں ٹرینڈاڈ (جنوبی امریکا) "انجمنِ اہلِ سنّت و جماعت" نے عام جلسوں اور تقریبات کے انعقاد کا انتظام کیا۔

پینل شہر (ٹرینڈاڈ) میں مولانا انصاری نے ایک عظیم الشان نئی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا جو پندرہ ہزار ڈالر کی لاگت سے تعمیر کی گئی۔ اس موقع پر آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مسجد خانۂ خدا ہے اور اسلام اتحاد کا درس دیتا ہے لہٰذا

---

٦٦ ایضاً، ص ۴۶۔

مسجد اتحاد کی نشان دہی کرتی ہے۔ پورٹ آف اسپین (ٹرینڈاڈ) کے ٹاون ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ "عید میلاد النبی ﷺ" سے خطاب کرتے ہوئے مولانا انصاری نے فرمایا کہ "حضور سرور کائنات ﷺ تاریک عہد میں پیدا ہوئے لیکن آپ کے اُصول اتنے درخشاں ہیں کہ اُنھیں جدید سائنس کی بنیاد بنالیا گیا ہے"۔

آپ نے مزید فرمایا کہ "ہم جب تحقیق کرتے ہیں کہ اس دور میں انسان نے اتنی تیزی کے ساتھ کیوں ترقی کی تو ہمیں حضور اکرم ﷺ کی شخصیت نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور موجودہ معاشرتی نظام کے ارتقامیں بھی آپ ہی کی ہستی کارفرما ہے"۔

اس جلسے میں ٹرینڈاڈ کے اکابرین کے علاوہ لوکل سیلف گورنمنٹ اور کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے وزیر جناب سعید محمد اور وزیرِ افاداتِ عامہ جناب کمال الدین بھی شریک تھے۔

مولانا نے ٹرینڈاڈ و ٹوبیگو کے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کریں اور بنیادی انسانی حقوق اور واجبات ادا کریں جو تعلیماتِ محمدی کی اساس ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اسلام نسلی امتیازات اور طبقاتی جدوجہد کے خلاف ہے اور انسانی مساوات و معاشرتی عدل کا علم بردار ہے۔

"اہلِ سنّت و جماعت" کے نائب صدر جناب ڈاکٹر واحد علی صاحب نے اپنی تقریر میں ملک سے لا مذہبیت کے سیلاب کو روکنے کے لیے ایک بین المذہبی ادارے (Inter Religious Body) کے قیام پر زور دیا، اُن کی تقریر سے قبل ٹرینڈاڈ کے وزیرِ افاداتِ عامہ جناب کمال الدین نے اپنی تقریر میں موجودہ جرائم اور لامذہبیت کی بیخ کنی کے لیے حکومت کی جانب سے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

میپاریما باؤل (سان فرنینڈو، ٹرینڈاڈ) میں ایک جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا انصاری نے فرمایا کہ "کائنات کی ہر چیز مسلمان ہے، لیکن اُس کا یہ اسلام اِرادی طور پر نہیں ہے بلکہ اُسے مسلمان پیدا کیا گیا ہے، اس لیے کہ مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور انسان کے علاوہ کائنات کی ہر چیز سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہے۔۔۔ سرورِ کائنات ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں انسانیت کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ آپ ﷺ زندگی بھر انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہے اور ہر قسم کے مصائب و مشکلات کا سامنا کر کے آپ ﷺ نے اس مقصدِ عظیم کو حاصل کیا۔۔۔ اسلام میں تعصب اور تنگ نظری کا شائبہ تک نہیں ہے وہ تمام انسانیت کو امن و سلامتی کا پیغام دیتا ہے"۔ اُس کے بعد لوکل سیلف گورنمنٹ ٹرینڈاڈ کے وزیر جناب سعید محمد نے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "مولانا انصاری کی ایمان افروز تقاریر سُن کر اُنھوں نے بہت کچھ سیکھا"۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باربیڈس آرٹس اینڈ سائنس کالج کے طلبہ اور اساتذہ سے بھی خطاب کیا، جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اسلام نے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کیا ہے، جو سرمایہ داری اور اشتمالیت کی خوبیوں کا مجموعہ ہے، لیکن فلسفہ اسلام مارکس ازم کی خرابیوں سے پاک ہے"۔

اسلام کے اُصولِ توحید (Principle of Unity) پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد غیر منقسم ہے، لہٰذا پوری کائنات میں بھی وحدانیت موجود ہے اور وہ اپنی جگہ ناقابلِ تقسیم ہے۔۔۔ اس عقیدہ کی بنا پر اسلام میں نسل، رنگ یا کسی اور قسم کا امتیاز نہیں پایا جاتا"۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقاریر میں مختلف اُمور پر تبادلۂ خیال کیا، ایک جگہ اُس وقت میں کی گئی خلائی تحقیقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "اسلام خلائی اَسرار کا انکشاف کرنے کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس نے ہدایت کی ہے کہ انسان کائنات کے راز دریافت کرے، لیکن اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر (بھی) چلے"۔

یہ سب باتیں کرنے کے بعد مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ کس طرح اسلام نے دنیا کے سامنے روحانی، معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور علمی اقدار پیش کیے اور یورپ نے مسلم سائنس دانوں اور فلسفیوں سے کس طرح سائنسی

علوم حاصل کیے۔ بعد ازاں حیات بعد الموت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اسلام میں سزا و جزا کا تصور تزکیہ روح پر مبنی ہے تاکہ وہ تزکیہ کے بعد ارتقائی منازل طے کر سکے"۔

اسلام کے ایک اہم شعبہ "سیاست" پر بھی مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے روشنی ڈالی، خصوصاً اُس وقت کی سیاسی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "اسلام سے قبل جمہوریت کا وجود کہیں نہیں تھا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوریت کی تعریف یہ ہے:

"Government through Allah by the people for the people".

یعنی: "اللہ تعالیٰ کے تحت عوام کے لیے عوام کی حکومت"۔

ریوکلیرو (ٹرینڈاڈ) کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ کے بعد تقریر کرتے ہوئے مولانا انصاری نے فرمایا کہ "مسلمان اپنے تمام معاملات میں اخلاص اور دیانت سے کام لیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی کریں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہیں۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ جو لوگ خشیتِ الٰہی کی بنیاد پر اپنی زندگی گزارتے ہیں اور مادی فوائد کو خاطر میں نہیں لاتے اُنھیں آخرت میں اجرِ عظیم ملے گا۔۔۔ آج کل انسان روحانی دولت کے بجائے مادی دولت کے حصول میں سرگرداں ہے، لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی فلاح حاصل کریں"۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ٹرینڈاڈ وٹوبیگو کے مسلمانوں کے لیے ممتاز علماء کی ایک مجلس "مسلم ایڈوائزری کونسل" کے نام سے تشکیل فرمائی، جس کی ضرورت حضرت مولانا شیخ حاجی رکن الدین صاحب قاضی و شیخ الاسلام ٹرینڈاڈ وٹوبیگو کے انتقالِ پُرملال کی وجہ سے پیش آئی۔ یہ کونسل اس ملک میں مسلمانوں کے شخصی، مذہبی اور قانونی اُمور میں اعلیٰ پیمانے پر رہنمائی کا انتظام کرے گی اور مولانا فضل الرحمن انصاری القادری "شیخ الاسلام" ٹرینڈاڈوٹوبیگو، وصدر عالمی جمعیت تبلیغِ اسلام، پاکستان کی سرپرستی میں قائم شدہ پاکستانی "مجلسِ علماء" کے تعاون واشتراک سے کام کرے گی اور اس کے ماتحت ہوگی۔

بوائز مسلم کالج سان فرنینڈو کے ایک اجتماع میں پورے ملک کی مجلس ائمہ اور مسلم انجمنوں کے مندوبین وعمال نے "مسلم ایڈوائزری کونسل" کے تقرر کی توثیق کی۔ توثیق کرنے والے حضرات انجمنِ سُنت والجماعت ایسوسی ایشن آف ٹرینڈاڈوٹوبیگوانکارپوریٹڈ سے ملحق مندرجہ ذیل جماعتوں کے ممبر ہیں:

1. The Central Muslim Youth Organissation
2. The Islamic Missionaries Guld[۶۷].

---

۶۷ ذیل میں کچھ IMG کے بارے میں لکھتے ہیں:

Islamic Missionaries Guild:

The IMG was launched in 1960 by Maulana Dr. Muhammad Fazal-ur-Rahman Ansari (b.1914-d.1974), a Pakistani scholar and missionary and founder of the WFIM in 1958. It started as the =

3. The Ladies section of the Anjuman Sunnat wal Jamat, Association Incorpporated.
4. The John Islamic Youth Movement
5. The young Women's Muslim Association.

مسلم ایڈوائزری کونسل کی تشکیل کو مندرجہ بالا انجمنوں نے مولانا فضل الرحمن انصاری القادری کا ایک مستحسن اقدام قرار دیا اور مکمل طور پر اس کی تائید کی اور یہ بھی طے کیا کہ وہ اہم مسائل جن میں پاکستانی مجلس علماء کی

=
missionary arm of the ASJA of which Dr. Ansari was the Sheikh-ul-Islam.

It later evolved into a separate body – IMG of the Caribbean and South America with representatives in several of the Caribbean islands and South American continent.

Registered under the Company's Act in T&T, its activities included sourcing, publishing, distributing and selling Islamic literature, hosting lectures and radio and television programmes, arranging for Islamic scholars to visit the region on lecture tours, organizing Hajj and Umrah trips, assisting Muslim youths in acquiring scholarships to study Islam abroad and fund-raising events. Approximately 25 regional conferences and camps were held by the IMG during 1965-1990.

During the sixties, seventies and eighties, the IMG contributed tremendously to the development of Muslim communities throughout the Caribbean. M.K. Hosein, Secretary General of the IMG for several years, played a significant part in the IMG's thrust in the Caribbean.

During the nineties, the defunct IMG gave way to the CIS as M.K. Hosein shifted from the IMG to the CIS.

(MUSLIMS IN THE CARIBBEAN TOWARDS INCREASED CO-OPERATION AND INTEGRATION, By Imtiaz Ali, February 2005page: 4-5)

رہبری کی ضرورت پیش آئے گی، انہیں کونسل کا سربراہ جلد از جلد مولانا انصاری کی خدمت میں ارسال کرے گا اور یہ سربراہ کونسل کے قوانین کی رو سے ہمیشہ وہی شخص ہو گا جو انجمن سنت والجماعت ایسوسی ایشن انکارپوریٹڈ کا پریزیڈنٹ جنرل ہو گا۔ یہ انجمن اس ملک کے تقریباً پچاس ہزار مسلمانوں کی نمائندہ ہے اور اس کے پریزیڈنٹ کا انتخاب سالانہ ہوتا ہے۔ اس سربراہ کونسل کے معاملات میں ووٹ دینے کا حق نہیں ہو گا، لیکن کونسل کے اجلاس کی تمام کارروائیوں کے انتظام کا ذمہ دار ہو گا اور یہ بھی اس کی ذمہ داری ہو گی کہ شیخ الاسلام مولانا فضل الرحمن صاحب انصاری سے مسلم ایڈوائزری کونسل کے سلسلہ میں مسلسل رابطہ قائم رکھے۔

ٹرینڈاڈ کے مسلمانوں نے سان فرنینڈو کی جامع مسجد میں مولانا فضل الرحمٰن انصاری کی پچاسویں سال گرہ منائی۔ اس سلسلے میں نمازِ عشاء کے بعد قرآن خوانی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل منعقد ہوئی۔ بعد میں پورٹ آف اسپین کی جامع مسجد میں آپ نے "Islamic Training Course" (اسلامک تربیتی کورس) کے درس کا سلسلہ شروع کیا، جس کا افتتاح لوکل سیلف گورنمنٹ کے وزیر جناب سعید محمد نے کیا۔ وزیرِ موصوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا:

"اسلامی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے واضح لائحہ عمل ایک لابدی امر ہے"۔

پہلا درس دیتے ہوئے مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مذاہب عالم دو قسموں میں منقسم ہیں: ۱۔ اِلہامی، ۲۔ غیر اِلہامی۔ اِلہامی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام داخل ہیں۔ پھر یہ تینوں مذاہب دو قسموں میں منقسم ہیں: ۱۔ تحریف شدہ، ۲۔ غیر تحریف شدہ۔ ان کے علاوہ باقی دیگر مذاہب یا تو ترکِ دنیا کے زمرہ میں شامل ہیں، یا اجتماعیت کے ضمن میں داخل ہیں، چنانچہ ہندو مت ان دونوں نظریات کا مجموعہ ہے اور اس کا مطمعِ نظر راہبانہ ہے، جو ہماری متمدن دنیا سے قطعِ تعلق کر کے گوشہ نشینی کی دعوت دیتا ہے۔۔۔ اسلام کے پانچ شعبے ہیں: ۱۔ فلسفہ، ۲۔ شریعت، ۳۔ طریقت، ۴۔ معرفت اور ۵۔ حقیقت۔۔۔ عوام کے سامنے اسلام کا بھیس بدل کر آنے والے بہت سے لوگ یا تو فلسفہ پر آکر رُک جاتے ہیں، یا شریعت پر اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بس مذہب اسی کا نام ہے، حالانکہ انسان کو محض شریعت کے بیرونی دباؤ کے تحت زندگی نہیں گزارنی چاہیے، ورنہ یہ چیز اس کو جانوروں سے بھی پست تر درجے میں پہنچادے گی"۔

مزید فرمایا کہ "ظاہری شریعت کو اپنے باطن کے سانچے میں ڈھالیے اور محض قانون سازوں اور اعلیٰ طاقتوں کی موجودگی کے خوف سے کوئی عمل نہ کیجیے۔ پہلے شریعت کے قوانین سے واقفیت حاصل کیجیے، پھر ہر وقت اس کے مطابق عمل کیجیے"۔

درس کے اختتام پر یہ نصیحت فرمائی: "پہلے اپنے نفس اور کائنات کا عرفان حاصل کیجیے پھر خدا کا، اس لیے کہ حقیقت غیر محدود ہے اور سفر کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے"۔

تبلیغی دورے کے اختتام پر مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے اعزاز میں ہلٹن ہوٹل میں ایک شان دار الوداعی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ اس دعوت میں ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم قوم کے نوجوانوں کی حالت پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور اُن کے اخلاقی وروحانی فرائض کے احساس ذمہ داری پر بہت زور دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لامذہبیت وبدکرداری سے جنگ کرنے کے لیے ایک "اِدارہ بین المذاہب" قائم کیا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید تلقین کی کہ اس قسم کی تنظیم کو جلد از جلد قائم کر کے کام شروع کر دینا چاہیے"۔

ٹرینڈاڈ کے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ خلوص کے ساتھ اسلامی اصول وتعلیمات کے پابند رہیں۔ ملک کے دوسرے فرقوں کے شانہ بشانہ تمام شہریوں کی فلاح وبہبود کے کاموں میں حصہ لیں۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ٹرینڈاڈ کو اپنا دوسرا گھر سمجھتا ہوں، لیکن اس کے موجودہ اخلاقی وروحانی تنزل سے مجھے بڑا دکھ ہوا، بہر حال مجھے اس کا مستقبل درخشاں نظر آتا ہے اور

مجھے یقین ہے کہ یہاں کے تمام فرقے بدکرداری کے خلاف جارحانہ اقدام کے لیے متحد ہو جائیں گے"۔

اس الوداعی پارٹی میں شرکا کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس سے قبل اس سے ہوٹل میں کبھی اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا۔ اس کے معزز مہمانوں میں جناب ایم۔ مونینم ڈپٹی برٹش ہائی کمشنر اور جے ہملٹن صدر پارلیمنٹ ٹرینڈاڈ وٹوبیگو بھی شامل تھے۔

اس ضیافت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں سب کو اسلامی کھانے پیش کیے گئے۔ اس پروگرام کے اختتام پر تمام حاضرین احتراماً کھڑے ہو گئے، مولانا انصاری نے پورے ملک کے لیے دعا فرمائی، جناب حاجی شفیق الرحمٰن صاحب صدر انجمن اہلِ سنّت و جماعت نے اس جلسے کی صدارت کی۔ دورے کے اختتام پر مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو "پیارکو" (Piarco) کے بین الاقوامی ایئرپورٹ پر پُرجوش الوداع کہا گیا۔

یہاں الوداع کے موقع پر مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر سا خطاب کیا، جس میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "مجھے بڑی مسرت ہے کہ مجھے آپ لوگوں کی کچھ خدمت کرنے کا موقع ملا اور میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ اسلام کی تعلیمات پر پوری قوت کے ساتھ عمل پیرا ہو کر اسلام کے

جھنڈے کو سر بلند کریں"[۶۸]۔

پانچواں تبلیغی دورہ:

۱۹۶۹ء میں آپ نے دنیا کا پانچواں تبلیغی دورہ کیا، یہ دورہ تقریباً چار ماہ جاری رہا۔ ایشیا کے ممالک میں جاپان، سنگاپور، ملائشیا اور انڈونیشیا، یورپ کے ممالک میں سوئٹزر لینڈ، مغربی جرمنی، ہالینڈ، بیلجیئم، برطانیہ، جبکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں باربرڈوس، ٹرینڈاڈ وٹوبیگو، سرینام، برٹش گیانا، وینزویلا، جمیکا اور کینیڈا وغیرہ شامل ہیں[۶۹]۔

دیگر تبلیغی دورے:

اگست تا ستمبر ۱۹۷۰ء میں آپ نے جنوبی افریقہ کا یادگار تبلیغی دورہ کیا۔ یہاں آپ نے کیپ ٹاؤن کی "White Stellenbosch University" (وائٹ اسٹیلن بش یونیورسٹی) میں خطاب کیا۔ یہ جنوبی افریقہ کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے، جہاں صرف منتخب قسم کے اہل علم و محققین تقریر کر سکتے ہیں۔ مولانا انصاری پہلے شخص ہیں، جنھوں نے نسلی امتیاز کے باوجود خطاب کیا اور سننے

---

۶۸ "چوتھا کامیاب عالمی دورہ"، ماہنامہ "منزل" کراچی، نومبر ۱۹۶۴ء، جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۷، ص ۱۷ تا ۱۹۔ وجلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۸، ص ۱۸ تا ۲۰۔

۶۹ ایضاً، ص ۱۸ تا ۲۰۔

والوں پر اسلام کی عظمت کو واضح کیا[70]۔

مختلف عہدوں پر تقرر:

۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۹ء ماہنامہ "Genuine Islam" سنگاپور کے مدیر رہے۔

۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء ہفت روزہ "Sind Information" کراچی کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۰ء سہ ماہی "Five Pillars" ڈربن (جنوبی افریقہ) کے مدیر رہے۔

اسی طرح آخری وقت تک ماہنامہ "The Muslim Digest" اور ماہنامہ "Ramadan Annual" ڈربن (جنوبی افریقہ) کی اِدارت بھی فرمائی۔

۱۹۷۲ء میں آپ ایک ماہر اسلامک اسٹڈیز کی حیثیت سے بورڈ آف اسلامک اسٹڈیز، کراچی یونیورسٹی میں منتخب ہوئے اور آخر وقت تک اس شعبے سے منسلک رہے، نیز آپ اسی شعبے میں ڈائریکٹر آف ریسرچ بھی رہے۔ اسی سال مئی۔جون میں آپ کو حکومتِ پاکستان کی طرف سے ایک وفد کے سربراہ کی حیثیت سے یوگنڈا (افریقہ) کے دورے پر بھیجا گیا[71]۔

---

[70] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۶۔

[71] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۴، ۴۷۔

۱۹۷۳ء میں آپ نے بحر ہند کے جزیرے "Seychelles" (سی شیلز) کا تبلیغی دورہ کیا۔ مولانا انصاری وہ پہلے مسلمان مبلغ تھے، جنھوں نے پہلی بار اس جزیرے کا دورہ کیا[۷۲]۔ اسلامی تعلیمات کی ترویج واشاعت کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی۔

کچھ جزیرۂ Seychelles کے بارے میں:

یہ "Seychelles" یا "Republic of Seychelles" کے نام سے مشہور ہے، جزیروں پر مشتمل یہ ملک افریقہ سے تقریباً ۱۵۰۰ کلو میٹر دور بحر ہند میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۴۵۱ مربع کلو میٹر ہے، جبکہ اس کی آبادی (۲۰۱۲ء کی مردم شماری کے مطابق) تقریباً "۸۰,۶۵۴" (اسی ہزار چھ سو چون) افراد پر مشتمل ہے۔ دار لحکومت کا نام "وکٹوریا" ہے۔ ۲۹؍ جون ۱۹۷۶ء میں برطانیہ سے آزادی حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ اس ملک کے جزیروں کی تعداد ۱۵۰ سے زائد ہے۔ یہاں علاقائی زبانوں کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی زبانیں بھی بولی ہوتی ہیں[۷۳]۔

۱۹۷۳ء ہی میں آپ نے انگریزی میں ایک کتاب "The Quranic Foundation and Structure of Muslims Society" (اسلامی معاشرہ کی بنیادیں اور اس کا ڈھانچہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں) لکھی۔ یہ کتاب دو جلدوں پر

---

[۷۲] ایضاً، ص ۵۰۔

[۷۳] دیکھیے: سیچیلیس/http://ur.wikipedia.org/wiki/۔

مشتمل ہے، ان دونوں جلدوں میں نو سو سے زیادہ صفحات ہیں۔ یہ ایک تاریخ ساز کتاب اور یقیناً بہت بڑا کام ہے۔ اس کتاب کی افتتاحی تقریب یکم دسمبر ۱۹۷۳ء کو ہوئی۔ پاکستان کے بڑے بڑے علما و دانش ور اور مفکرین نے اس کتاب اور اس کے مصنّف کو خراجِ تحسین پیش کیا، چند کے تاثرات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی[۴۷]، سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی کہتے ہیں:

"توضیحاتِ اسلام کے لیے اپنے مخصوص انداز میں ہونے والی کاوشوں میں یہ ایک عمدہ کاوش ہے"۔

۲۔ ممتاز قانون دان جناب اللہ بخش کریم بروہی[۴۸] اس کے متعلق کہتے ہیں:

---

[۴۷] ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی بن قاضی تصدق حسین: ۲۰ر نومبر ۱۹۰۳ء کو پٹیالی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک بہترین ڈرامہ نگار، محقق، ادیب اور ماہر تعلیم تھے۔ ۱۹۳۹ء میں "تاریخ" میں کیمرج یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ ۲۳ر جون ۱۹۶۱ء کو وائس چانسلر جامعہ کراچی بنے اور ۰۲ر جون ۱۹۷۱ء، اس عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۲ر جنوری ۱۹۸۱ء کو پاکستان کے دار الحکومت اسلام آباد میں انتقال ہوا۔ (ماہنامہ "اخبار اُردو" کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۱۳، "وفیات ناموران پاکستان، ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۹)۔

[۴۸] موصوف اے۔ کے بروہی کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں پاکستان کے ہائی کمشنر ہر کر ہندوستان گئے۔ آپ ہی نے اسلام آباد میں انٹرنیشنل یونیورسٹی قائم کی اور پہلے ڈائریکٹر =

"میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ کتاب قرآن کو سمجھنے میں معاون ہے اور قرآن کے متعلق جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، اُن میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ علامہ اقبال کے انگریزی خطبات "تشکیلِ جدید الٰہیات" کے بعد اگر کوئی دوسری کتاب میری نظر میں آتی ہے تو وہ یہ کتاب ہے"[۷۶]۔

۳۔ پروفیسر ڈاکٹر عثمان امین، قاہرہ یونیورسٹی (مصر) اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قرآنِ حکیم اور اسلامی ثقافت کے متعلقہ اُصولوں پر یہ ایک جامع کتاب ہے۔"

۴۔ ڈاکٹر سیّد حسین ناصر، تہران یونیورسٹی، ایران، کے مطابق:

"مختلف نقطۂ نگاہ سے منظّم تحقیق پر مبنی اخلاقیاتِ قرآن پر جدید مواد ہے"۔

۵۔ ڈاکٹر محمد منظور احمد، کراچی یونیورسٹی نے کہا:

=

بنے۔ انگریزی میں کئی کُتب تصنیف کیں۔ ستمبر ۱۹۸۷ء میں بہتر (۷۲) سال کی عمر میں عارضۂ قلب کی وجہ سے انتقال ہوا۔ (ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، وفیاتِ معارف، قرطاس پرنٹرز، کراچی ۲۰۱۳ء، ص ۴۷۳)۔

[۷۶] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۹۔۵۰۔

"فی الحقیقت قرآن کے اخلاقی ضابطۂ قانون پر جامع کتاب ہے اور میرے علم کے مطابق اتنی وسیع النظر کتاب اب تک مسلم ادبی تاریخ میں وضع نہیں کی گئی"۔

۶۔ خالد اسحاق، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، پاکستان، نے کہا:

"بلاشبہ یہ اپنی نوعیت کا اعلیٰ شاہ کار ہے۔ مصنّف نے نہ صرف یہود ونصاریٰ کے اعتراضات پر دلائل دیے ہیں بلکہ کتاب کا ہر جملہ بالواسطہ اعتراضات پر جواب لیے ہوئے ہے"[۷۷]۔

۷۔ شیخ محمد جعفر العلیمی القادری رحمۃ اللہ علیہ ایم۔اے (سابق جنرل سیکریٹری ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز، کراچی) کہتے ہیں:

"مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری کی عظیم کتاب "The Quranic Foundation and Structure of Muslims Society" کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ جنرل ضیاء یا اُن کے عمّالِ حکومت جب کسی مسئلے کا حل تلاش کرتے کرتے تھک جاتے ہیں، تو ضیاء صاحب اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ اس کتاب کا مطالعہ کرو تو حل مل جائے گا اور یقیناً وہ کامیاب

---

[۷۷] تعارف پمفلٹ "دی قرآن فاؤنڈیشن اینڈ اسٹرکچر آف مسلم سوسائٹی" ص ۴ مطبوعہ کراچی۔

ہو جاتے ہیں۔ اب تک مختلف منسٹریوں اور اداروں نے اسلامی معموں کے حل کی تلاش کے لیے ستّر ہزار روپے کی یہ کتابیں خریدی ہیں"[۴۸]۔

وفات حسرت یاس:

۱۹۷۴ء میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ دل اور پھیپھڑوں کی وجہ سے علیل ہو گئے۔ مزید یہ کہ اُنھیں ذیابیطس (شوگر) کی تکلیف بھی تھی۔ ۳؍ مئی کو اُنھیں "National Institute of Cardiovascular Diseases" کراچی میں داخل کرایا گیا، ۳۰؍ مئی کو ڈاکٹروں نے بتایا کہ مولانا کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اُس کے بعد احباب آپ کو گھر لے آئے تا کہ ہومیو پیتھک علاج کی کوشش کی جائے، مگر وقت آپہنچا تھا۔

صاحب زادہ مصطفیٰ فاضل انصاری آخری لمحات کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ والدِ محترم کو جب اسپتال لے جایا گیا، تو وہاں ان کے مرید سید محمد علی شاہ علاج کے لیے موجود تھے۔ طبیعت انتہائی نازک حالت میں تھی۔ والدِ ماجد نے فرمایا کہ مجھے یہاں سے گھر لے چلیں۔ ڈاکٹرز نے بڑا سمجھایا، پر آپ کا اِصرار تھا کہ گھر لے جایا جائے۔ بالآخر ہم والدِ ماجد کو لے کر گھر آگئے۔

---

۴۸ کتابچہ "دورِ جدید کی پاکستانی مسلم مشنری" از صوفی دیوان راحت، مطبوعہ علیمیہ اکیڈمی اسلامک سینٹر، جہلم، ۱۹۸۶ء، ص ۵، بحوالہ تذکرہ مولانا محمد فضل الرحمن انصاری۔

گھر میں انہیں ایک پلنگ پر لٹا دیا گیا، آپ نے سید محمد علی شاہ سے اُس دن (ہفتہ) فرمایا: "میاں! ان شاء اللہ ہم پیر کے دن غسلِ صحت کریں گے"۔

پیر ۱۱رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ بمطابق ۳رجون ۱۹۷۴ء کی صبح گھر والے پلنگ کے چاروں طرف جمع تھے کہ کچھ دیر بعد ابا جان نے فرمایا: کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے کھول دیے جائیں اور آپ سب پلنگ سے ذرا دور ہو جائیں، ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر والدِ ماجد نے سورۂ رحمن کی تلاوت بلند آواز سے کرنا شروع کی، کمرے کے اندر گویا ایک عجیب کیف و سرور کی کیفیت تھی، یوں لگتا تھا کہ کمرہ بھرا ہوا ہے، والدِ ماجد کچھ دیر کے وقفے سے اپنا سیدھا ہاتھ اُٹھاتے تھے، گویا کسی سے مصافحہ کر رہے ہوں۔

ہم سب نے اُس کمرہ میں انوار و تجلیات کی جو کیفیات محسوس کیں، انہیں الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ تلاوت مکمل فرما چکے، جب بھی لب مسلسل جنبش کر رہے تھے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ "اللہ اللہ" کی ضربیں لگا رہے ہیں۔ بالآخر اُسی پیر کے روز صبح تقریباً دس بج کر پندرہ منٹ پر اُن کی روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[۴۹]۔ وصال سے پہلے والد محترم نے ہاتھ آگے بڑھائے، میں سمجھا کہ شاید اُٹھنا چاہ رہے ہیں، تاہم والدہ

[۴۹] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۵۰۔

ماجدہ نے مجھے منع فرمایا کیونکہ وہ وقتِ رخصت تھا۔ روح اس طرح پرواز کر گئی جیسے آٹے یا مکھن میں سے بال کو نکالا جاتا ہے، موت کی کوئی تکلیف ابا جان کے چہرہ سے عیاں نہیں ہوئی۔ وصال کے بعد والدۂ ماجدہ نے بڑھ کر منہ اور آنکھیں بند کر دیں۔

نمازِ جنازہ مولانا سیّد محمد کریم الجیلانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزارِ پُر انوار المرکز الاسلامی شمالی ناظم آباد بلاک بی، کراچی کے احاطے میں ہے[۸۰]۔

اولاد و احفاد:

آپ نے ایک فرزند، ایک بیوہ اور چار صاحب زادیاں یادگار چھوڑیں۔

جناب آرزوؔ اکبر آبادی نے قطعۂ تاریخِ وفات کہا:

وہ مبلّغ تھے نرالی شان کے　　اہلِ دل کو ہے اُنھی کی جستجو
جانشینِ حضرتِ عبدالعلیم　　جن کی شہرت ہے جہاں میں چار سو
دامنِ رحمت میں جا کر سو گئے　　عبدِ حق فضلِ رحماں آرزوؔ

۱۳۹۴ھ[۸۱]

۸۰؎ روزنامہ "جسارت" کراچی، ۵ر جون ۱۹۷۴ء۔

۸۱؎ روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۲ر جون ۱۹۷۴ء۔

جناب راغب مراد آبادی نے یہ قطعۂ تاریخ وصال لکھا: ؎

تبلیغ سے بلند کی اسلام کی شان
تعلیم کی شمعیں بھی جلائیں ہر آن
پوچھو کوئی محرمانِ علمِ دیں سے
جولان گہ علمِ دین تھے فضل الرحمٰن

۱۹۷۴ء[82]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے اس مشن کو جن حضرات نے آگے بڑھایا، ملک پاکستان میں ان میں سے مولانا شیخ محمد جعفر علیمی القادری، مولانا منظر کریم، مصطفیٰ فاضل انصاری اور محترمہ سعدیہ صاحبہ وغیرہم قابلِ ذکر ہیں۔

تذکرہ شیخ محمد جعفر علیمی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا محمد جعفر القادری ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست تھے، جو اخلاص و عمل میں اپنی آپ ہی مثال تھے، آپ کے جانشین یہی مقرر ہوئے اور آپ کی اس معنوی یادگار کے امین و منتظم ٹھہرے۔ انہی شیخ محمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے اکثر ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو نمازِ فجر کے بعد دیکھا کہ جب آپ اوراد

۸۲۔ ایضاً۔

وظائف پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے، تو المرکز الاسلامی کے احاطہ میں چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ کسی پریشانی یا غم کی وجہ سے متغیر ہوتا تھا۔ ایک روز میں نے عرض کیا: حضور! کس بات نے پریشان کر دیا ہے؟ فرمایا: اِن سوئے ہوئے لوگوں کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو جاتا ہوں کہ آخر یہ کس طرح اور کب بیدار ہوں گے۔۔؟ مجھے یہی فکر پریشان کیے دیتی ہے۔

شیخ محمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ اخلاص و للٰہیت کا پیکر تھے، علامہ قاری عطاء الرحمن صاحب (سابق استاد جامعہ علیمیہ) کا بیان ہے کہ شیخ صاحب کے تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ ادارہ کے کام سے بھی کہیں جانا ہوتا، تو اپنی جیبِ خاص سے کرایہ لگا کر جاتے اور واپس آتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان کے اجلاس میں شرکت کے لیے شہر سے باہر جانا پڑا، اُس میں بھی سفر کے اخراجات اور کھانے پینے کی ضروریات کے لیے اپنا ذاتی مال خرچ کرتے تھے۔ اگر کوئی پیسوں کی پیش کش بھی کرتا تو اُس سے فرمایا کرتے: اگر آپ کے پاس زیادہ پیسے ہیں، تو ادارہ کے لیے دے دیں۔

راقم کو آج بھی شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جمعہ و عیدین کی تقاریر اور خصوصی دعاؤں کا یاد ہے۔ اُن کی پُر سوز اور سریلی آواز میں اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں کرنا بڑا رقت انگیز ہوا کرتا تھا، حاضرینِ محفل پر گریہ طاری ہو جایا کرتا تھا۔ ایک

مرتبہ کا ذکر ہے کہ عیدِ قرباں کی نماز میں نمازیوں کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ پوری مسجد بشمول صحن بھری ہوئی تھی اور باہر کی دونوں سڑکوں پر تقریباً تیس سے چالیس میٹر دور تک صفیں بنی ہوئی تھیں۔ اُس وقت کی دعا اہلیانِ بلاک بی شمالی ناظم آباد اور کھنڈو گوٹھ آج بھی یاد کرتے ہیں۔ ادارہ کے لیے اُن کی خدماتِ جلیلہ کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا وہ آج تک پُر نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جنت الفردوس میں اپنے محبوب نبی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمین۔۔!

تذکرہ شیخ منظر کریم رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ قاری عطاء الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ شیخ منظر کریم رحمۃ اللہ علیہ پوسٹ آفس میں سرکاری ملازم تھے۔ مفتیِ اہلسنت علامہ مفتی وقار الدین صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اس سرکاری ملازمت کو خیر آباد کیا اور ادارہ المرکز الاسلامی میں مستقل تشریف لے آئے۔ سلیم الطبع، کریم النفس اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ اپنے یہاں کہ طلبہ سے انتہائی شفقت و محبت سے پیش آیا کرتے، اُن کے مسائل اور شکایات کو حل کرنے کے لیے کسی قسم کی تاخیر نہیں کیا کرتے تھے۔ جو لوگ حضرت سے ملے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بھی ایک مرتبہ ملتا، پھر اُنہی کا ہو کر رہ جاتا تھا۔ ادارہ کی بہتری کے لیے دن رات ایک کرکے مسلسل محنت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے۔

کُتب و تصانیف:

اپنی عالمی تبلیغی مصروفیات کے باوجود مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف و تالیف کا مقدس فریضہ بھی انجام دیا، یہ تصانیف اُن تحریرات سے الگ ہیں، جو مختلف رسائل و جرائد میں دنیا کے مختلف حصوں میں شائع ہوتی رہیں، ہم ذیل میں اِن کُتب و تصانیف کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ قرآنِ حکیم کا عمرانی فلسفہ (سورۃ العصر کی تفسیر)، مطبوعہ المرکز الاسلامی، عالمی جمعیت تبلیغِ اسلام، کراچی۔

۲۔ اسلام اور مارکس ازم، مطبوعہ عالمی جمعیت تبلیغِ اسلام، کراچی۔

3. The Beacon Light (۱۹۳۲ء)

4. The Christian World in Revolution(۱۹۳۳ء)

5. Muhammad: The Glory of the Ages(۱۹۳۵ء)

6. Islam in Europe and America(۱۹۳۵ء)

7. Muslims and Communism(۱۹۳۸ء)

8. Humanity Reborn (۱۹۳۸ء)

9. Islam(۱۹۳۸ء)

10. Trends in Christianity(۱۹۳۸ء)

11. Our Future Educational Programme (۱۹۴۴ء)

12. Islam and Christianity in the Modern World (۱۹۴۴ء)

13. Ethics of the Qur'an(۱۹۴۶ء)

14. Meaning of Prayer(۱۹۴۶ء) -

15. Communist Challenge to Islam(۱۹۵۱ء)

16. What is Islam?(۱۹۵۳ء)

17. Islam versus Marxism(۱۹۵۴ء)

18. Islamic Moral and Metaphysical Philosophy

19. Foundations of Faith

20. Beyond Death

21. The Qur'anic Foundations and Structure of Muslim Society (۱۹۷۳ء)

22. Which Religion

23. Islam and Western Civilization

24. Philosophy of Worship in Islam

25. Through Science and Philosophy to Religion[۸۳]

26. A New Muslim World in Making.

علامہ محمد اقبال نے اپنے ایک خط میں اس کتاب (A New Muslim World in Making) کا ذکر یوں کیا ہے:

۸۳؎ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۴۸۔۴۹۔

مسعود عالم ندوی کے نام

مخدومی جناب مدیر الضیا[۸۴]!

مجلہ ضیا میں سید فضل الرحمن انصاری کی کتاب "اے نیو مسلم ورلڈ ان میکنگ" پر آپ کا ریویو نظر سے گزرا، مگر اس سے یہ نہ معلوم ہوا کہ کتاب کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو مہربانی کر کے جو نسخہ آپ کے پاس ہے، قیمتاً ارسال فرما دیجیے، یا جہاں سے کتاب مذکورہ دستیاب ہو سکتی ہے، وہاں لکھ دیجیے کہ مجھے ایک نسخہ بذریعہ ویلیو ارسال کر دیں۔ اُمید کہ آپ یہ زحمت گوارا فرما کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔

مخلص

محمد اقبال، میو روڈ، جاوید منزل

---

[۸۴] مجلہ الضیاء (عربی)، جو مکتوب الیہ کی اِدارت میں لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا، ۱۹۳۲ء / ۱۳۵۱ھ۔ ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ۔

۳۔ افکار و نظریات

مولانا فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ آپ کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، سوادِ اعظم مسلک حق اہلسنت و جماعت سے کے ایک عظیم ہیں۔ سراج الاُمّۃ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سچے مقلد اور راہِ طریقت میں سلاسلِ اربعہ (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ) کے علاوہ سلسلۂ عالیہ شاذلیہ میں بھی مجاز و خلیفہ ہیں۔

"عبادت" ایک مقدس لفظ ہے، ہر مذہب میں اس کی ادائیگی کے مختلف طور و طریقے ہیں۔ دینِ اسلام میں درستیِ عقائد کے بعد جس چیز پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ "عبادت" ہے۔ لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہبِ عالم کے پیروکاروں کی طرح بعض مسلمانوں نے بھی عبادت کے صحیح مفہوم کو پس پشت ڈال دیا اور اس عبادت کو محض "رسم" کے طور پر ادا کرنے لگے، یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کے صحیح تصور عبادت کو مختلف اوقات میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا، اس کے اَسرار و رموز اور اس کا فلسفہ بتایا۔ ارکانِ اسلام کی حکمتوں کے بارے میں برِ صغیر کے علماء و مشائخ نے اردو زبان میں بہت کچھ لکھا اور تاحال لکھ رہے ہیں، امام المتکلمین مولانا مفتی محمد نقی علی خان والدِ ماجد مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہما نے ایک معرکۃ الآراء کتاب بنام

"جواہر البیان فی اَسرار الارکان" تحریر فرمائی، فاتح سرحد مولانا عبد الحامد بدایونی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حالتِ اَسیری میں ایک کتاب بنام "فلسفۂ عباداتِ اسلامی" تالیف کی اوران کے علاوہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موضوع پر ایک عمدہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔

مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے دورِ جدید کے ذہنوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، دینِ اسلام میں عبادت کے فلسفہ و حکمت کو انگریزی اور اردو میں نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا، یہ کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے، جس کا نام "Philosophy of Worship in Islam" ہے۔ تاہم اردو میں یہ "اسلام کا فلسفۂ عبادت" کے نام سے ہے، ہم اسے ذیل میں نقل کرتے ہیں:

نوٹ: اس تحریر میں عنوانات کا اِضافہ معکوفین [---] میں مؤلف کا ہے۔

"اسلام کا فلسفۂ عبادت"

[عبادت کا معنیٰ و مفہوم]

ادیان عالم کے مابین اسلام کا تصور عبادت ایک بے نظیر تصور ہے۔ اس تصور کی تعبیر کے لیے اسلام نے جس لفظ کو منتخب کیا ہے وہ "عبادت" کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ ہیں "اطاعت و سپردگی" جبکہ انگریزی زبان کا لفظ (Worship) بمعنی احترام و عقیدت کے آتا ہے۔ عبادت کے لفظ میں "عبدیت" یعنی بندگی اور غلامی کا مطلب پوشیدہ ہے، چنانچہ عبادت اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ عزوجل کے

سپرد کر دینے کے مترادف ہے۔ بالفاظ دیگر عابد کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کلیۃً اپنی ذات کی نفی کرتا ہے اور ذات باری تعالیٰ کی بالادستی اور اس کے اختیار مطلق کا اقرار و اثبات کرتا ہے۔

[ادیانِ عالم میں عبادت کا تصور]

دیگر ادیان کا تصور یہ ہے کہ عبادت زندگی کا صرف ایک پہلو ہے، جبکہ اسلام کا تصور ساری عبادت زندگی پر، زندگی کے ایک ایک پہلو پر حاوی و ساری ہے۔ اس اعتبار سے دیگر مذاہب ثنویت (دوئی) کے قائل ہیں۔ وہ زندگی کو رحمٰن اور شیطان کے درمیان دو مساوی حصوں میں تقسیم کر کے انسان کی عملی زندگی کو دو متضاد شعبوں میں محصور کر دیتے ہیں۔ جن میں سے ایک پر "مذہب" اور دوسرے پر "لا مذہبیت" کی مہر لگی ہوتی ہے۔

مسیحیت مثلاً اس اصول کی حامی ہے کہ "سیزر کا حق سیزر کو اور خدا کا حق خدا کو"۔ اسی طرح ہندو مت، جین مت، بدھ مت اور فلسفۂ زرتشت کی بنیاد روح اور مادہ کی لامتناہی کشمکش اور ان کے تقاضوں کے تصور پر رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت ہی کی طرح ان مذاہب کی عبادات بھی محض چند عقیدت کیشانہ مراسم پر مشتمل ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بجز اسلام کے جملہ ادیانِ عالم کی بنیاد ہی فلسفہ ثنویت (دوئی) پر ہے، چنانچہ ان کے نزدیک جملہ دنیوی علائق قابلِ نفرت و احتراز

ہیں، اس اعتبار سے وہ دائرۂ مذہب سے خارج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کا تصوّرِ عبادت صرف ایک جزوی حیثیت رکھتا ہے اور چند مخصوص اعمال ومراسم کا آئینہ دار ہے۔

[اسلام کا تصورِ عبادت]

اس کے برعکس اسلام ثنویت کی نفی اور توحید کا اثبات کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک زندگی ایک منظّم وحدیت ہے۔ کارخانۂ عالم کا تضاد جو ثنویت کی طرف اشارہ کرتا ہے، محض سطحی اور ظاہری ہے، جبکہ بنیادی حقیقت توحید اور صرف توحید ہے جو تشریح وتجزیہ کے بعد بھی اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات خیر محض ہے اور اس کے جملہ افعال ہمیشہ خیر محض ہیں اور اس کے جملہ افعال ہمیشہ خیر پر مبنی ہوتے ہیں، خواہ ان کا تعلق روح سے ہو یا مادہ سے۔ کائنات فعل خداوندی کی مظہر ہے، اسی کی تخلیق کردہ ہے۔ چنانچہ یہ کائنات لازمی طور پر خیر اور "مظہر خیر" ہے۔

دیگر مذاہبِ عالم کے تصور میں دنیا "مظہر شر" ہے، چنانچہ ان کا اعتقاد ہے کہ نجاتِ اُخروی کا انحصار دنیا اور علائق دنیوی سے گریز اور کنارہ کشی پر ہے، اسلام، اس کے برعکس مادی وسائل سے پوری طرح متمتع ہونے اور معاشرتی زندگی میں بھرپور حصہ لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات اور عقائد کی روشنی

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کسی بھی شے کو حقیر جاننا اور اس کی عطا کردہ صلاحیتوں سے کام نہ لینا خود اس کی ذات پاک کی توہین کے مترادف ہے۔

[انسانی صلاحیتیں]

اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں ہم میں ودیعت فرمائی ہیں ان کی حسب ذیل پانچ قسمیں ہیں: ۱۔مادی، ۲۔ذہنی، ۳۔اخلاقی، ۴۔جمالیاتی ۵۔روحانی۔

اسلام کا یہ تقاضہ ہے کہ انسان حیاتِ دنیوی میں ان جملہ صلاحیتوں سے پوری طرح فائدہ حاصل کرے اور زندگی کے ان تمام شعبوں میں، جو ان صلاحیتوں سے متعلق ہیں، پوری طرح سرگرم عمل رہے۔ یہ اس لیے کہ اسلام حیات دنیوی کو بطور لازمی شر کے تسلیم نہیں کرتا۔ یہ صرف اسی طرح شر میں تبدیل ہو سکتی ہے کہ انسان "زندگی برائے زندگی" کا قائل ہو جائے یا باالفاظ دیگر ہوائے نفس کی اندھا دھند پیروی میں منہمک ہو جائے، لیکن اگر وہ احکام خداوندی کی اطاعت کرتا ہوا دائرۂ شریعت کے اندر رہ کر زندگی گزارتا ہے، تو اس کا ہر دنیوی کام یا مشغلہ ایک عبادت ہے۔ عبادت کے اس ہمہ گیر تصور کے پہلو بہ پہلو، جو ساری زندگی پر حاوی ہے۔

[اسلامی عبادات کی اقسام]

اسلام نے عبادت کے چند خاص اوضاع وارکان بھی بتائے ہیں، جو انسانی زندگی کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس نوع کی عبادتوں کی حسب

ذیل تین قسمیں ہیں:

۱۔ فرض نمازیں،

۲۔ روزہ

۳۔ حج بیت اللہ۔

"زکوۃ" کا شمار عبادات ہی میں ہوتا ہے، کیونکہ یہ ایک مالی قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب مقررہ اوقات میں ایک متعین شرح کے مطابق ادا کی جاتی ہے۔ اتنا فرق البتہ ضرور ہے کہ یہ نماز، روزہ اور حج کے برعکس ظاہری ارکان سے خالی ہے اور اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ظاہری ارکان صرف نماز اور حج ہی میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بتادینا کہ فقہانے نکاح کو بھی اسی نوع کی عبادات میں شامل کیا ہے، دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، لیکن ہم فی الحال اس موضوع سے تعرّض نہیں کرینگے۔

[اسلامی عبادات کے اَسرار و رُموز]

اب ہم ان عبادات، یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج، کے عقلی اور منطقی پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

نماز:

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے، جن میں سے ایک کا تعلق عقیدہ سے ہے اور بقیہ چار کا اعمال وارکان سے، موخر الذکر چار ستونوں یا

اصولوں میں سے اہم ترین نماز ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر نماز کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ازمنۂ قدیمہ سے انسان اس حقیقت کو تسلیم کرتا چلا آیا ہے کہ اس کا وجود جسم، دماغ اور روح سے مرکب ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کی شخصیت عروج وارتقاء کی متقاضی ہے۔ نہ صرف انسان کی شخصیت بلکہ ہر جسمِ نامی کا مائل بہ ارتقاء ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

جہاں تک جسمِ انسانی کے ارتقاء کا تعلق ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ وہ ایک ذی حیات جرثومہ کی حیثیت سے پہلی مرتبہ وجود پاتا ہے۔ ایک بے حقیقت ذرہ جو صرف خوردبینوں ہی کی وساطت سے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہی نقطۂ حیات بتدریج ترقی کرتا ہوا جنین کی شکل اختیار کرتا ہے اور پھر یہی ارتقائی منازل کو طے کرتا ہوا ایک کامل انسان کے وجود کی شکل میں منصۂ شہود پر رونما ہوتا ہے اور یہیں سے انسانی زندگی میں اس کے انفرادی کردار کا آغاز ہوتا ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب ایک فردِ انسانی شکمِ مادر سے تولد ہوتا ہے اور پہلی مرتبہ عالم خارجی میں قدم رکھتا ہے، تو گرچہ کہ شکل وشباہت، اعضاء وجوارح میں بظاہر مکمل ہوتا ہے، لیکن حقیقتاً اس کو ترقی کی اور کئی منزلیں طے کرنی ہوتی ہیں۔ ایک مدت معینہ تک اس کو رات دن ترقی کرنی ہوتی ہے، تاوقتیکہ اس کا مادی وجود پختگی کی منزل تک نہ پہنچ جائے۔ مگر مادی ارتقاء کی یہی

آخری منزل نہیں ہے، کیونکہ گاما[۸۵]، بننے کے لیے اس کو مزید کئی منزلیں طے کرنی پڑیں گی۔

[انسانی شعور کی منازل]

جس طرح جسم انسانی کے لیے ارتقائی منازل متعین ہیں اسی طرح اس کے شعور کی ارتقائی منازل بھی معین ہیں اور یہ تین ہیں: ۱۔ جبلی، ۲۔ منطقی یا استدلالی اور ۳۔ وجدانی۔

[انسانی شعور کی اقسام]

علاوہ ازیں انسانی شعور پانچ واضح قسموں میں منقسم ہے:

۱۔ مادی شعور

۲۔ نظریاتی شعور

۳۔ اخلاقی شعور

۴۔ جمالیاتی شعور

اور ۵۔ روحانی شعور (وجدان)۔

---

۸۵ گاما: یعنی گاما پہلوان: اصل نام غلام محمد ہے۔ "رستم زماں" بھی کہا جاتا ہے، امرتسر میں ۱۸۷۸ء میں پیدائش ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قدیم فن پہلوانی کے بانیوں میں سے تھا۔ ۱۹۶۰ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔

بچہ جب تولد ہوتا ہے تو اس کا منطقی اور وجدانی شعور حالتِ خواب میں ہوتا ہے، حتی کہ جبلتیں بھی پوری کی پوری بیدار نہیں ہوتیں۔ صرف ایک جبلی خاصہ جو اس پہلے لمحہ میں پایا جاتا ہے وہ ذائقہ کا احساس ہے۔ پیدائش کے ایک یا دو دن بعد آنکھیں تو کھل جاتی ہیں، لیکن قوت بینائی محض واجبی سی ہوتی ہے، ابھی وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ مختلف اشیاء کے درمیان تمیز کر سکے۔ اسی طرح تدریجی طور پر دیگر حواس بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ جب حواس میں ایک خاص حد تک پختگی پیدا ہو جاتی ہے، تو قوتِ استدلال بھی بتدریج اُبھرنے لگتی ہے۔ یہی وہ وقت ہے جب بچہ بولنے اور سوال کرنے لگتا ہے۔ پھر تعلیم کی منزل شروع ہوتی ہے جو اس کے قوائے ذہنیہ کی ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس منزل کے ایک خاص حد تک طے کر لینے کے بعد اخلاقی شعور بتدریج اُبھرنے لگتا ہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ اس شعور میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہی آگے چل کر جمالیاتی اور وجدانی شعور سے متصل ہو جاتا ہے۔

اب یہ حقیقت واضح ہو چکی ہو گی کہ نا صرف جسمِ انسانی ہی ترقی کی منازل طے کرتا ہوا ایک ذی حیات جرثومہ سے ایک بھرپور انسانی شخصیت میں مبدل ہو جاتا ہے، بلکہ انسانی شعور بھی تدریجاً ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ جس طرح جسمِ انسانی مسلسل تغذیہ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا، اسی طرح انسانی دماغ اور انسانی روح بھی اپنی ترقی کے لیے مسلسل تغذیہ کی محتاج ہے۔ ہم جسمِ مادی کے

لیے مادی غذا فراہم کرتے ہیں۔ دماغ کے لیے افکار، یعنی دماغی غذا کا انتظام کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ روح کے لیے روحانی غذا فراہم کی جائے۔

[تقویت و تغذیہ کے اُصول]

جسم انسانی کی تقویت اور تغذیہ کے چند خاص حکیمانہ اُصول منضبط کیے گئے ہیں۔ اسی طرح ذہن انسانی کی تقویت اور تغذیہ کے بھی چند حکیمانہ اُصول پائے جاتے ہیں۔ تو پھر روح کے ساتھ ہمارا کیا رویہ ہونا چاہیے؟ اس سوال کا ایک ہی فطری اور معقول جواب ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح ہم جسم کے لیے مختلف قسم کی غذائیں فراہم کرتے ہیں، اسی طرح یہ ہمارا فرض ہے کہ روح کے لیے بھی مسلسل روحانی غذا مہیا کریں۔ ہم نے اس سے قبل بھی اس جانب اشارہ کیا تھا کہ جسم کے لیے مادی غذا اور دماغ کے لیے ذہنی غذا کی ضرورت ہے۔ چنانچہ روح کی غذا بھی روحانی نوعیت کی ہونی چاہیے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ روح کی غذا اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہے، جس کو "مُناجات" کی شکل میں ہونا چاہیے اور انہی اُصول وضوابط کے ساتھ جو ہم مادی اور ذہنی غذا کے سلسلہ میں ملحوظ رکھتے ہیں۔

[مادی غذا کی ابتدائی شرائط]

مادی غذا کے سلسلہ میں چند ابتدائی شرائط یہ ہیں کہ

[پہلی شرط] اس کے لیے پہلے خود کو آمادہ کیا جائے اور پھر پوری توجہ کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ اسی طرح ذہنی غذا کے لیے بھی یہ ابتدائی اور بنیادی شرط ہے کہ اس کے لیے خود کو تیار کیا جائے اور پھر پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ اس کو استعمال کیا جائے۔ اسی طرح روحانی غذا کے استعمال سے قبل چند بنیادی شرطوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ اسلام ہمیں وضو، نیت کے استحضار اور توجہ الی اللہ کی تعلیم دیتا ہے۔

[دوسری شرط] مادی غذا سے متعلق دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اپنی نوعیت میں صحت بخش ہو اور یہی شرط ذہنی غذا کے متعلق بھی پائی جاتی ہے، کیونکہ ایسے افکار جو دماغ کی ترقی کے ضامن ہوں، وہی افکار صحت بخش افکار ہوتے ہیں۔ چنانچہ روحانی غذا کی دوسری بنیادی شرط بھی یہی ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں صحت بخش ہو، یعنی ذکر اور یاد "ایک اور واحد خدا" کی ہو نہ کہ خود ساختہ جھوٹے خداؤں کی۔ اس طرح اسلام نے پوری شد و مد کے ساتھ شرک کا بطلان کر دیا اور صرف ایک خدائے واحد کو جس کو قرآن مجید نے "اللہ" کے اسم ذات سے یاد کیا ہے، مستحق عبادت قرار دیا ہے۔

[تیسری شرط] مادی غذا سے متعلق تیسری بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کو دن اور رات کے اوقات میں باقاعدہ وقفوں کے ساتھ استعمال کیا جائے، کیونکہ اس کے بغیر نظام جسمانی کا ترقی کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ذہنی غذا کے

استعمال میں بھی مناسب اوقات اور وقفوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، نظام تعلیم کا منظم اور مستقل رہنا ذہن کی صحت مندانہ ترقی کے لیے لازمی ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ روحانی غذا کے استعمال میں بھی تسلسل اور مناسب وقفوں کی پاسداری کرنا ضروری ہے اور یہ اس سلسلہ کی تیسری بنیادی شرط ہے۔ چنانچہ اسلام نے دن اور رات کے مختلف اوقات میں وقفہ وقفہ سے نماز کو جو فرض کیا ہے، وہ متقاضائے فطرت کے عین مطابق ہے۔ پہلی نماز سورج کے طلوع ہونے سے کچھ قبل ادا کی جاتی ہے اور یہ وہ وقت ہے جبکہ انسان اپنی روزمرہ کی اہم ترین مصروفیتوں کے لیے خود کو تیار کر رہا ہوتا ہے۔ یہ نماز، نمازِ فجر، ایک روحانی ناشتہ ہے، جو مادی ناشتہ سے کچھ قبل استعمال کیا جاتا ہے۔ دوپہر میں جب ہمارے قُویٰ (اعضاء) تھک جاتے ہیں، تو انہیں از سرِ نو طاقت و توانائی سے بھرنے کے لیے مادی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وہ وقت ہے جبکہ ہمیں روحانی غذا کی دوبارہ حاجت ہوتی ہے، جس کو اسلام ''نمازِ ظہر'' کی شکل میں تجویز کرتا ہے۔ چند ہی گھنٹوں بعد ہمیں پھر سے چائے یا بسکٹوں کی حاجت ہوتی ہے اور اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس وقت کچھ روحانی غذا بھی استعمال کی جائے اور وہ ''نماز عصر'' ہے۔ پھر جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور رات چھا جاتی ہے۔ وقت ایک نئی کروٹ بدلتا ہے اور انسان کو رات کے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، تو روح بھی اپنی غذا کی طالب ہوتی ہے اور وہ ''نماز

مغرب" ہے اور جب استراحت کا وقت ہوتا ہے اور صحت مند لوگ کسی مقوی مشروب کے طالب ہوتے ہیں، تو یہی وقت ہے جبکہ روح بھی کسی مقوی مشروب کی حاجت مند ہوتی ہے اور وہ غذا "نماز عشاء" ہے، جس کے بعد ہم روحانی کیف وسرور کو لیے ہوئے اپنے بستروں پر نیند سے ہم آغوش ہو جاتے ہیں۔

روزہ:

جسم انسانی کے متعلق ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کو نہ صرف یہ کہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ جب کبھی وہ اپنا صحیح توازن کھو بیٹھے یا جسمانی اعمال میں سے کسی عمل میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو وہ طبی معالجہ ماہ رمضان کے فرض روزے اور دیگر اوقات کے نفل روزے ہیں۔ گو روزہ خوصوی طور پر روحانی امراض کا علاج ہے لیکن عوارض ونقائص کے لیے بھی یہ ایک تیر بہدف نسخہ ثابت ہوتا ہے۔ حتی کہ بعض انتہائی خطرناک امراض بھی مخصوص طریقوں پر روزہ رکھنے سے دور ہو جاتے ہیں اور کسی بیرونی دوا کی ضرورت نہیں رہتی[۸۶]۔

---

۸۶ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں میک فیڈن کی کتاب "MACFADDEN'S ENCYCLOPEDIA OF PHYSICAL CULTURE" کا حوالہ دیا ہے۔ یہ انسائیکلوپیڈیا ۸ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ صفحات کے نمبر مسلسل ہیں۔ اس کی تیسری جلد میں روزہ اور بیماریوں کا طریقہ علاج ذکر ہے، اس جلد میں یوں لکھا ہوا ہے:

=

حیات انسانی کے روحانی پہلو پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے بدترین دشمن وہی ہیں جو اس کی ذات کے اندر پوشیدہ ہیں مثلاً حرص، شہوانی جذبات اور خواہشات نفسانی جنہیں اسلام نفس اَمارہ سے تعبیر کرتا ہے، خواہشات نفسانی میں ملوث ہو کر انسان خود اپنے ہی جسمانی وجود کے ساتھ بے اعتدالی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور یہی کیفیت اس کے ذہنی اور روحانی وجود کے ساتھ ہوتی ہے۔ انہی خواہشات کی پیروی میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہی وہ سفلی جذبات ہیں جن کے تحت انسان روحانی اقدار کا انکار کرتا ہے حتیٰ کہ خود اپنے خالق کو بھلا بیٹھتا ہے۔

نفس امارہ کو قابو میں رکھنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسی نفسیاتی اور روحانی تدابیر اختیار کی جائیں کہ وہ مغلوب و مقہور ہو جائے اور

=

"This Volume is devoted to rational methods of Treatment of Physical Disorders".

یہ تیسری جلد تقریباً ۶۰۰ صفحات (۱۲۰۳ تا ۱۷۹۷) پر مشتمل ہے، جس میں روزہ کی مختلف اقسام سے مختلف پیچیدہ اور مہلک بیماریوں کا طریقہ علاج بتایا گیا ہے۔ الحمد للہ راقم الحروف کو یہ انسائیکلوپیڈیا مکمل مل گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال رہی تو کبھی "روزہ اور صحت" یا اس سے ملتے جلتے نام کے عنوان سے اس میں مذکور تمام تر طریقہ ہائے علاج کو اردو کے قالب میں ڈھالا جائے گا۔

عقل کی رہنمائی کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ وہ انسان جس کی زندگی نفس امارہ کی تابع ہو جائے حیوان سے بدتر ہے اور اسا کے مقابلہ میں وہ جس کی زندگی عقل کے تابع ہو صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق ہے اور وہ جس کی زندگی روحانی اقدار و انوار کی حامل ہو اور خدائے واحد و برحق کی محبت اور اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہو وہ نکھرا ہوا خالص سونا ہے کیونکہ اس کی شخصیت فرشتوں سے بلند تر ہوتی ہے۔ یہی وہ منزل ہے جو اسلام ہر مسلمان کے لیے متعین کرتا ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اس نے فرض اور نفل روزوں کو تجویز کیا ہے۔

زکوٰۃ:

اسلام کا ایک اور ستون زکوٰۃ ہے جس کا مقام اپنی اہمیت کے اعتبار سے نماز کے فوراً ہی بعد آتا ہے۔ نماز تو ایک ایسا فرض ہے جس کا تعلق بالراست عبد و رب سے ہے جبکہ زکوٰۃ کا تعلق اس سے کچھ آگے بڑھ کر معاشرہ کے ساتھ بھی قائم ہے۔ آنحضور ﷺ نے زکوٰۃ کے نظام کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ وہ دولتمندوں سے وصول کی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا مذہبی ٹیکس ہے جو ان لوگوں سے لیا جاتا ہے جو اپنی بنیادی ضرورتوں سے زیادہ مال رکھتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی مدد کی جائے جن کی آمدنی ان کی بنیادی ضرورتوں کے لیے بھی کافی نہیں ہوتی۔

ایک دینی فریضہ ہونے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ایک باقاعدہ معاشرتی نظام بھی ہے۔ بنیادی طور پر یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ زکوٰۃ کو وصول کرے اور بیت المال (اسٹیٹ بینک) کے معاشرتی فلاح کے شبہ میں جمع رکھے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو ان کے بنیادی حقوق کی ضمانت دے اور اس فریضہ کی تکمیل کے لیے وہ نظام زکوٰۃ کو بروئے کار لائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

”تحقیق کہ زکوٰۃ ان لوگوں کے لیے جو کسی طرح کی ملکیت نہیں رکھتے یا اگر کچھ رکھتے بھی ہوں تو وہ ان کی بنیادی، ضروریات کے لیے کافی نہیں ہوتی اور ان کے لیے بھی جو زکوٰۃ وصول کرتے ہیں یا تالیف قلب کے محتاج ہیں یا (مکاتیب) غلام جن کی آزادی مال کی ادائیگی پر موقوف ہو، یا مقروض (دیوالیہ) یا اسلام کی حمایت کے لیے اور مسافروں کے لیے۔

[التوبۃ ۹: (۶۰)]۔

کچھ ہی مدت قبل کی بات ہے کہ چند مغربی ممالک نے معاشرتی فلاح کی ضمانت (Social Insurance) کے نام سے ایک نئے ٹیکس کا اجراء کیا جس کو معاشرتی فلاح کی تاریخ میں ایک انقلابی اقدام کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن یہ اسلام ہی ہے جس نے تاریخ عالم مین پہلی مرتبہ معاشرتی فلاح کا نظام پیش کیا اور اس کی ضمانت دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام کی ابتداء کی اور اس کو

معاشرہ پر جاری وساری فرمایا اور مسلمانوں کے اقتصادی نظام کی ترقی کے ساتھ ساتھ نظام زکوۃ بھی بتدریج مستحکم ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ حضرت رضی اللہ عنہ کے دور میں زکوۃ کا نظام اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ قائم ہوگیا۔ رعایا کے حالات سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دیوان مرتب فرمایا تھا جس میں ہر طرح کے اعداد وشمار شامل تھے۔ اس سے یہ سہولت ہوتی تھی کہ رعایا کہ ہر فرد کے جملہ حالات کا پتہ چل جاتا تھا اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ امداد کا مستحق ہے اس کی پوری پوری امداد کی جاتی تھی۔ ایسے لوگ جو اپنی روزی کمانے کے قابل نہ ہوتے تھے۔ مثلاً بوڑھے، اپاہج، یتیم، بیوائیں وغیرہ بیت المال سے وظائف پاتے تھے۔ وہ جو کسی پیشہ کے ذریعہ اپنی روزی پیدا کر سکتے تھے لیکن آلات و آلات واسباب کے نہ ہونے کی مدد دی جاتی تھی۔ ان اصلاحات کا یہ اثر ہوا کہ طلوع اسلام کے بعد سے ۳۰ سال تک کی مدت میں یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک اسلامی حکومت کے اندر کوئی ایسا خاندان باقی نہیں رہا جو زکوۃ کو قبول کر سکتا، جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر مسلمان صاحب استطاعت اور صاحب نصاب تھا۔

حج بیت اللہ:

حج بیت اللہ بھی اسلام کے پانچ ستونوں میں سے ایک ستون ہے اور اس حیثیت سے فرائض دینیہ کے مابین اس کا ایک اہم مقام ہے۔ حج کے روحانی

اور معاشرتی برکات میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

ا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان کو اپنے ہر فعل و عمل میں، خواہ اس کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبہ سے ہو، خدا شناسی کا ثبوت دینا چاہیے۔ اس اعلیٰ وارفع شعور کے بیدار کرنے کی خاطر اسلام نے نماز، روزہ اور زکوۃ جیسی عبادات کو فرض قرار دیا ہے۔ حج بیت اللہ میں یہ شعور اپنی انتہائی بلندی پر ہوتا ہے۔ کیونکہ حج میں نہ صرف یہ کہ حاجی کو سفر حج اور دوران حج میں اپنے معمولات و مشاغل کو خیر باد کہنا پڑتا ہے بلکہ زندگی اور کئی آسائشوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح زندگی کے معمولات سے منقطع ہو کر وہ روحانی تجربات کے ایک نئے میدان میں قدم رکھتا ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہے۔ حج کے عظیم اجتماع میں ہر فرد اسی بلند مقصد کو لیے ہوئے شامل ہوتا ہے۔ وہ ان تمام لذائذ اور خواہشات نفسانی سے کچھ مدت کے لیے دست بردار ہو جاتا جو روحانی کیفیات کی راہ میں رکاوٹ ثبات ہوتی ہیں۔ ایک بن سلے لباس میں ملبوس، وہ ہر برے خیال پر فحش گفتگو اور ہر طرح کے جھگڑے اور ہر رکن جو وہ بجالاتا ہے اس کا صرف ایک ہی منتہائے مقصود ہوتا ہے اور وہ ہے جذبہ حب خداوندی سے سرشاری و سرمستی۔ یہی وہ جذبہ ہوتا ہے جس کے تحت وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت وہ پروانہ وار خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

اس دنیا کے دیگر نظاموں کے مقابلہ میں حج کا نظام اس حیثیت سے بھی ممتاز و منفرد ہے کہ حج رنگ ونسل اور مرتبہ اور منصب کے باطل امتیازات کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ حج کے دوران نہ صرف یہ کہ مختلف نسلوں اور ملکوں کے لوگ حرم کعبہ میں ایک ہی خدان کے افراد کی طرح یکجا ہوتے ہیں بلکہ وہ لباس بھی ایک ہی طرح کا پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ سفید کپڑے کی دو بن سلی چادریں اور بس۔۔۔ اور پھر بلندی و پستی کے سارے امتیازات حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔

باب دوم

۱۔ عالمِ اسلام کی صورتِ حال

۲۔ الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیۃ کا قیام

(World Federation of Islamic Missions)

۳۔ الجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ کا تعارف

(Aleemiyah Institute of Islamic Studies)

اس سے قبل کے ہم عالمی جمعیت تبلیغ اسلام کے قیام کا ذکر کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اصاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اُس وقت کی عالمِ اسلام کی حالت کا ایک سرسری سا جائزہ لیں، تاکہ اس اہم مقصد کی ضرورت واہمیت کا اندازہ درست طریق پر لگایا جاسکے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری نے اپنے زمانے میں عالم اسلام کی صورت حال کو اچھی طرح جان لیا تھا، خصوصاً مسلمانان عالم کی مختلف شعبہ ہائے زندگی میں زبوحالی اور ان کی وجوہات کا اچھی طرح ادراک کر لیا تھا۔ آپ مختلف مقامات پر اس ساری صورت حال کا ذکر کرتے اور مسلمانان عالم کو اس سے نکلنے کی تدابیر بتاتے۔ اپنی تحریر میں بھی جابجا اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

عالم اسلام کی صورت حال:

ذیل میں ہم آپ کی تحریر سے مختصراً عالم اسلام کی ذہنی وفکری، معاشرتی، عمومی، تعلیمی اور نظریاتی صورت حال بیان کرتے ہیں، تاکہ آپ کی خدمات کی اہمیت وافادیت کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکے، نیز یہ بھی معلوم ہو سکے کہ آپ کیا چاہتے تھے؟ چنانچہ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ذہنی وفکری صورت حال:

جب اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں مغربی ثقافت مسلمانوں میں آئی، تو اُس وقت عالم اسلام اخلاقی تنزلی کا شکار ہو چکا تھا، اس تنزلی کی وجہ سے

مسلمانوں نے مغرب کے سیاسی افکار کے ساتھ ساتھ اس کے مادی اور مذہب مخالف افکار وخیالات کو اپنے اندر جذب کرنا بھی شروع کر دیا اور یوں مزید جمود کا شکار ہو گئے۔ اس جمود کی بنیادی وجوہات بہت سی ہیں، مثلاً اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور فکری وغیرہ۔ مغربی اقوام کے غلبہ سے بہت پہلے ان وجوہات کی بنا پر مسلمان جمود کا شکار ہو چکے تھے، اگرچہ فکر و عمل پوری طرح مفلوج نہیں ہوئے تھے۔ اس جمود کے نتائج بڑے دردناک ہیں۔ سو سال تک آہستہ آہستہ عالم اسلام کو زہر دیا جاتا رہا، اور آج حالت ایسی ہے، جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ اس حالت کو افتراق، ابتری اور بدانتظامی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کی اندرونی کمزوری اور مغربی فکر کے بیرونی اثرات نے موجودہ مسلمانوں کو چار طبقات میں تقسیم کر کے ہمیں دکھ دیا ہے:

۱) ترقی یافتہ اور صاحب بصیرت مسلمان:

یہ وہ مسلمان ہیں، جنہوں نے اسلام کو جدید فکر اور مسائل کے تناظر میں سمجھنا اور اس کی حمایت کرنا سیکھ لیا ہے۔ اسلام پر ان کا یقین غیر متزلزل ہے، جس کی بنیاد صحیح فہم پر ہے، یہ لوگ اسلام پر بڑی عمدگی سے عمل پیرا بھی ہیں۔ یہ پختہ یقین اور عمل انہیں ہر قسم کے اسلام مخالف اثرات سے محفوظ رکھتے ہیں، چاہے وہ کسی قسم ہوں، یہ متحرک نظریاتی مسلمان ہی اسلام کے مستقبل کی اُمید ہیں۔

۲) تنگ نظر مسلمان:

یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ فکری ماحول سے باہر نکلنے کے انکاری ہیں، اسلام کے بارے میں ان کا یہ نظریہ چند غلط خیالات کی وجہ سے ہے اور یہ خیالات گمراہ کُن تنگ نظری اور تاریکی پر مبنی ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں نے اپنے مذہبی نقطہ نظر کو چند رسومات اور بنیادی اخلاقیات تک محدود کر لیا ہے۔ اسلام پر مکمل عمل پیرا نہیں ہیں، جس کی وجہ سے غیر اسلامی افکار وخیالات کے ساتھ بآسانی سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ ان کا ایمان تو پکا ہوتا ہے، تاہم ایک واضح نظریہ اور اسلام کے درست معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام سے صحیح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اسلام مخالف نعروں اور تحریکوں کی چمک دمک سے دام فریب میں آجاتے ہیں۔

۳) بے عمل مسلمان:

جن کا مذہبی شعور ناکارہ ہے اور جن کے لیے اسلام ایک تاریخی ورثہ ہے، یعنی: ان کے قومی ورثہ کا ایک حصہ، جو آثار قدیمہ کی طرح ہی ہے اور اس (ورثہ) کو عملی زندگی کے معاملات کے لیے ایک زندہ رہنمائی کے طور پر اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تعلیم غیر مذہبی مغربی افکار میں ہوئی اور پرورش ایسے ماحول میں ہوئی جو اسلام کے لیے اجنبی کی سی حیثیت رکھتا ہے اور اسلامی تعلیمات سیکھنے کا موقع فراہم نہیں کرتا۔ عملی زندگی میں ایسے مسلمانوں کا غیر

مسلموں سے فرق کرنا بڑا مشکل ہے، سوائے ایک امر کی وجہ سے "مسلم قوم" (یا مسلم قومیت) کہا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے تشکیل پاتی ہے۔ یہ لوگ دین اسلام پر صرف رسمی یقین رکھنے والے ہیں، جبکہ زندگی کے تمام عملی معاملات میں رہنمائی کے لیے مغرب کی جانب دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ ایک اقلیت کی طرح ہیں، تاہم تمام مسلم ممالک میں ان کا اچھا خاصہ اثرورسوخ ہے۔ اس کی وجہ ان کا سیاسی اور انتظامی معاملات میں ایک بڑا کردار و حصہ ہے، جہاں آج صرف جدید مغربی تعلیم کو ہی شمار کیا جاتا ہے۔

۴) دہریے اور مذہب مخالف لوگ:

یہ وہ لوگ ہیں، جن کے نام مسلمانوں کے نام کی طرح اس لیے ہیں کہ والدین نے ان کا اسلامی نام رکھا ہے، ان کے دہریے ہونے کی ممکنہ وجوہات یہ ہو سکتی ہیں: ۱۔ یا تو یہ لوگ زندگی کی غیر اخلاقی راہوں پر چل کر تہذیب وروحانیت کا شعور مکمل طور پر کھو چکے ہیں۔ ۲۔ یا پھر یہ مغرب کے دہریے مفکرین کے مادی فلسفے کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ۳۔ یا پھر یہ وہ لوگ ہیں، جو زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں، اس لیے کہ یہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جدید مغربی فکر میں تیرا جائے، جو سراسر دہریت ہے۔

ان تمام اقسام میں "مسلمان دہریے"، وہ چند لوگ ہیں، جنہیں کبھی اسلام کے بنیادی ارکان جاننے کا موقع ملا اور نہ ان کے بارے میں سنجیدگی سے

غور و فکر کرنے کا۔ یہ طبقہ ایک ایسا چھوٹا سا گروہ ہے، جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں غرق ہے۔

معاشرتی صورتِ حال:

ذہنی و فکری صورتِ حال کے ساتھ ساتھ زیادہ سنگین معاشرتی صورتِ حال بھی ہے، جس نے عالمِ اسلام کو اس قدر کمزور کر دیا ہے کہ وہ بیرونی اثرات قبول کرنے لگا ہے۔ وہ دن جب یزید نے پہلی مرتبہ اسلامی فلاحی ریاست اور جمہوریت کو نشانہ بنایا، اُس وقت سے عالمِ اسلام مسلسل سماجی اور سیاسی مثالی نظام سے دور ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ حقیقی جمہوریت کے بجائے بادشاہت اور اسلامی اجتماعیت کے بجائے انفرادیت پرستی نے جگہ بنالی۔

یہ اس المیہ کے اثرات کی منتقلی کا نتیجہ ہے، جو دو سو سال پہلے مسلمانوں کے سیاسی انحطاط کا سبب بنے اور یہی چیز آج بھی اسلام کے لیے اشتراکیت کی صورت میں باعثِ تشویش بنتی جا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کوئی معاشرتی، سیاسی یا معاشی بُرائی ایسی بمشکل ملے، جو عالمِ اسلام میں نہ پائی جاتی ہو۔ جاگیر داری ایک عرصہ سے ہمارے ممالک میں ایک نظام کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے، بالآخر اس کا نفاذ سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعے سے ممکن ہو گیا ہے۔ اب اس میں صنعتی سرمایہ داری بھی شامل ہو چکی ہے۔ چونکہ اسلام کی معاشرتی اقدار پسِ پشت ڈال دی گئی ہیں، اسی لیے عام آدمی کی پریشانیاں دُگنی ہو گئیں ہیں اور آج یہ

اندرونی اور بیرونی استحصال کرنے والوں کے دباؤ کے تحت ناقابلِ برداشت بن چکی ہیں۔

علمی صورتِ حال:

ڈاکٹر انصاری فرماتے ہیں: "آج عالم اسلام جس قسم کے بحرانوں کا شکار ہے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ دراصل ان بحرانوں کا سبب مغربی تہذیب کے وہ مضر اثرات ہیں، جو اس نے عالمِ اسلام پر مرتب کیے۔ حقیقت میں بحران کی ابتدا اُس وقت سے ہوئی، جب مغربی استعماری قوتوں نے ایک طرف تو سیاسی طور پر مسلمانوں کو اپنا محکوم بنایا، پھر اس کے بعد انہی قوتوں نے باقاعدہ ایک منظم طریقے سے مسلم تہذیب و ثقافت اور خود مختاری کی روح کچلنے کا پلان بنایا اور دوسری طرف مسلمانوں پر ایک ایسا تعلیمی نظام مسلط کرنے کی تیاری کی گئی، جس کے ذریعے مسلمانوں کو ان استعماری قوتوں کا ذہنی غلام بنایا جا سکے۔ یہ تعلیمی نظام دراصل اسلام دشمنی پر مبنی تھا، جسے لارڈ میکالے کی ایک رپورٹ میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اس رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص نے ہندوستان کا دورہ کیا اور یہ محسوس کیا کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک یہاں (ہندوستان) میں نہ کوئی چور ہے اور نہ کوئی بھکاری اور اس کی وجہ یہاں کے لوگوں کی آسودہ حالی تھی، جس کی وجہ سے انہیں چوری کرنے یا دستِ سوال دراز کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اس شخص نے لکھا کہ اس طرح کے

لوگوں پر کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں لگتا۔ الحاصل اس کا حل یہ نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسا تعلیمی نظام مرتب کر دیا جائے، جس کے ذریعے ان کے اذہان میں یہ بات ڈالی جائے کہ ان کا اپنا نظامِ تعلیم ناقص ہے، جبکہ انگریزی نظامِ تعلیم کامل ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمان ہمارے نظامِ تعلیم کے مطابق تعلیم حاصل کریں گے اور پھر آہستہ آہستہ ہماری اقدار اپنائیں گے، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مسلمان خود کو کمتر جبکہ ہم کو برتر و بہتر سمجھیں گے اور پھر ذہنی طور پر ہمارے غلام بن جائیں گے۔ جب یہ ذہنی غلام بن جائیں گے تو ان پر حکومت کرنا آسان ہو جائے گا"۔

دراصل یہی وہ بنیادی نکتہ ہے، جس پر انگریز نے برصغیر میں اپنا نظامِ تعلیم بنایا اور رائج کیا۔ اسی میکالے نے تعلیم کی بدولت برصغیر کا نظامِ تعلیم بدل کر رکھ دیا، مسلمانوں کو انگریزوں کے غلاموں میں تبدیل کر کے ایک کھیپ تیار کی گئی، یوں زندگی کے ہر شعبہ میں انگریز کے غلام تیار ہونے لگے، مثلاً معاشی، سیاسی، عدالتی اور تعلیمی نظام کے لیے۔

نظریاتی صورتِ حال:

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانانِ ہند کو اندرونی اور بیرونی عوامل کی وجہ سے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس شکست سے جہاں مذکورہ شعبہ جات میں صورتِ حال ابتر ہوئی، وہیں مسلمانانِ ہند کی نظریاتی صورتِ حال میں بھی

"بگاڑ" ظاہر ہونے لگا۔ مسلمان گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہونے لگے، عقل وخرد کے نام پر اپنے اسلاف کرام سے روگردانی بلکہ اُن پر لعن طعن کیا جانے لگا۔

چنانچہ جو بڑی خرابیاں رونما ہوئیں، اُن میں مندرجہ ذیل انتہائی خوفناک تھیں:

ا۔ فلسفۂ قدیم وجدید کے شکار افراد "شانِ اُلوہیت" کی توہین کے مرتکب ہونے لگے، اِمکانِ کذب کا نزاع پیدا کیا گیا، یعنی: یہ کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے، تو آیا وہ "جھوٹ" بول سکتا ہے۔۔؟ (معاذ اللہ)۔ پھر اس نزاع نے طول پکڑی اور بعض بے باک تو حد سے گزر گئے اور کہنے لگے کہ اگر کوئی وقوعِ کذب باری تعالیٰ کا قائل ہو، جب بھی گمراہ نہیں چہ جائے کہ کافر۔ علماءِ اہلسنت نے اس فتنہ کے سدِ باب کے لیے کئی کُتب تحریر فرمائیں، ان میں سرِ فہرست حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۵ھ) کی "تَقْدِیْسُ الْوَکِیْلِ عَنْ إِهَانَةِ الرَّشِیْدِ وَالْخَلِیْلِ" ہے۔ یہ در اصل ۱۳۰۶ھ میں بہاولپور میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور رشید احمد گنگوہی صاحب دیوبندی سے کیے گئے ایک تاریخی مناظرہ کی روئیداد ہے۔ اس کتاب پر اُس وقت کے اکابرینِ اُمت نے مہرِ تصدیق ثبت فرمائی، جن میں حاجی الحرمین حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ علمائے حرمین کی تصدیقات بھی شامل ہیں۔ تقریباً ۴۵۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب نوری کُتب خانہ لاہور سے شائع ہوئی۔

اسی باطل نظریہ کے جواب میں امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بنام "سُبْحٰنَ السُّبُّوْحِ عَنْ عَیْبِ کَذِبٍ مَقْبُوْحٍ" (۱۳۰۷ھ) (یعنی: جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات بالکل مبرا ہے) تحریر فرمائی۔ یہ فتاویٰ رضویہ، ج۱۵، ص۳۱۱ تا ۴۵۰ پر موجود ہے۔

۲۔ برِ صغیر کے جدید فرقوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات کے حوالہ سے بھی عجیب و غریب شکوک و شبہات کو جنم دیا، مثلاً کچھ نے کہنا شروع کر دیا کہ "رسول اللہ ﷺ تو ہماری طرح کے انسان تھے"۔

"رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر ایسے کرو جیسے بڑے بھائی کی تعظیم و توقیر کرتے ہو"۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام اقسام کے وساوس اور شبہات کا نہایت مدلل اور معقول انداز میں رد فرمایا، اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی عظمت و رفعتِ شان کا بتایا، مثلاً جنوبی افریقہ کے دورے میں کلمۂ طیبہ کے دوسرے حصہ "محمد رسول اللہ (ﷺ)" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

"میں اس بات کو پُر زور کہتا ہوں کہ یہ موضوع کلمہ کے پہلے حصہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" سے زیادہ مشکل ہے۔ اگرچہ اس پہلے حصہ کو بھی کئی لوگ درست طریقے سے سمجھ نہیں سکے، جیسا کہ مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ بہت ساری غلط فہمیاں اور متضاد تشریحات اس حصہ میں یعنی

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" میں خصوصاً اس مادیت زدہ دور میں کی گئی ہیں، اِن لوگوں کی "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی اپنی تشریح کے سبب مختلف فرقے وجود میں آگئے ہیں۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی آراء کے درجات مختلف ہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے فلاں صاحب سے اس قسم کی بات سُنی ہے جو یقیناً شانِ رسالت میں گستاخی ہے، یہ لوگ اسی طرح ہمارے ملک میں بھی گفتگو کرتے ہیں۔۔۔ہر شخص چیزوں کو اپنے نقطۂ نظر اور قوتِ اِدراک کے مطابق سمجھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کچھ لوگوں کو یہ کہتا ہوا پائیں گے کہ "رسول اللہ ہماری طرح کے انسان تھے"(والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور یہ اِن لوگوں کی علمی انتہا ہے"۔[87]

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیاوی مقام کو قرآن یوں بیان کرتا ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (ترجمہ: "تم فرماؤ میں ظاہر صورتِ بشری میں تو تم جیسا ہوں۔" [الکہف: (۱۱۰)]۔

[87] خطبات مولانا انصاری(۱)، "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح"، ص۴۹۔۵۶۔

اب اس مقام کی شرح کرتے ہوئے کئی لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں یاد رکھیے! اس آیت کا ترجمہ کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک کفر کا، جبکہ دوسرا ایمان کا۔ کچھ نے اس کا ترجمہ "مَیں تمہاری طرح کا انسان ہوں" کیا ہے جو کفر کی طرف لے جاتا ہے، اگر کوئی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری یا فلاں یا فلاں کی طرح کے انسان ہیں تو وہ کافر ہے، وہ قرآن وسنت پر ایک بہتان عظیم لگا رہا ہے کیونکہ کوئی انسان بھی رسول اللہ ﷺ جیسا نہیں ہو سکتا۔

نیز ان لوگوں کا کیا مطلب ہوتا ہے جب وہ اس آیت کا ترجمہ اِس بُرے طریقے سے کرتے ہیں! کس کی طرح؟ قاتل، زانی، ڈاکو یا مجسم شیطان کی طرح؟ (معاذ اللہ) کیونکہ انسانوں میں تمام قسم کے انسان ہوتے ہیں، کس کی طرح؟! ایسا ترجمہ کرنے کا یہ انتہائی احمقانہ طریقہ ہے۔ نیکوکاری میں وہ کونسا "معیاری شخص" ہے، جس کے ساتھ تم رسول اللہ ﷺ کا موازنہ کرتے ہو جب یہ کہتے ہو کہ "وہ ہماری طرح ہیں" یا یہ کہ "وہ صرف ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں!" یہ روش یہودیوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک عظیم شخص سے زیادہ تصور نہیں کرتے۔ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرح یا اپنے سے ذرا بہتر تصور کرتے ہو؟ یقیناً ایسا نہیں! اس آیت میں جو راز مضمر ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی "بشریت" پر زور دینا ہے تاکہ آپ ﷺ کی معجزانہ قدرت کو دیکھ کر مسلمان کہیں حیرت میں نہ پڑ جائیں جیسا کہ دیگر لوگ (یہود ونصاریٰ) حیرت میں پڑ گئے

تھے اور کسی بھی معنی میں کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ آپ ﷺ انسان نہیں بلکہ "خدا" ہیں، اس آیت میں آپ ﷺ کی "اُلوہیت" (خدا ہونے) کی نفی کی گئی ہے نہ یہ کہ وہ ہماری طرح ہیں، کون اُن کی طرح ہو سکتا ہے![۸۸]

۳۔ مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں سب سے پہلے اپنے نور سے رسول اللہ ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے نور سے تمام کائنات کو تخلیق فرمایا۔ لیکن جب جدید مادیت کا دور آیا تو اس کے زیرِ اثر لوگوں نے اس عقیدے پر حرف زنی کرنی شروع کر دی۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔ لیکن مجھے ایک چیز یہاں ضرور کہنی ہے کہ یہ مسلمانوں کا صدیوں سے متفقہ عقیدہ رہا ہے، اب جسے صرف اس بگاڑ کے دور میں، جدید مادیت کے زیرِ اثر چیلنج کیا جا رہا ہے، اس سے پہلے ایسا نہیں تھا"۔

پھر دلائل کے ساتھ اس عقیدہ کی ایسی ایمان افروز تشریح فرمائی کہ مخالف کو بھی تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ آیتِ نور و حدیثِ نور کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آیئے پھر آپ ﷺ کے آفاقی مرتبہ کی طرف چلتے ہیں جسے میں نے

---

۸۸ ایضاً، ص ۵۶۔۵۷۔

قرآن کریم کی اس آیت سے بیان کیا تھا کہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (ترجمہ: "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے"۔ [الانبیاء: (۱۰۷)]) میں ایک اور آیت بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ ترجمہ: "بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب" [المائدہ: (۱۵)] یہاں آیت مبارکہ میں "واو" عطف (conjunction) کے لیے ہے لہٰذا یہاں "نُوْرٌ" ایک الگ چیز ہے اور "كِتٰبٌ" ایک الگ چیز، یہ دو چیزیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کلام فرما رہا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مفسرین کرام کی اس سلسلے میں یقیناً مختلف آراء ہیں کچھ کہتے ہیں کہ "نور" سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات ہے جبکہ کچھ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ اس "نور" سے مراد وہ ہدایت ہے جو نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں۔ یہاں پھر وہی مسئلہ پیش آتا ہے کہ ۔

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست

ایک مستند حدیث میں اس کا معنی بھی آیا ہے تو پھر ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم آیت مذکورہ میں لفظ "نور" کی کوئی تشریح کریں بلکہ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں رجوع کرتے ہوئے آپ سے عرض گزار ہوں کہ آقا! یہ ارشاد فرمایئے کہ ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ﴾ میں "نور" سے مراد کون ہے؟ کتبِ احادیث میں ایک صحیح روایت ملتی ہے جسے اکابرِ

دیوبند کے مشہور عالم مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر الحبیب" میں نقل کیا، جو رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر ہے[89] اور یہ حدیث دیگر کُتبِ احادیث میں بھی مروی ہے، جسے رسول اللہ ﷺ کے پیارے صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (يَا جَابِرُ إِنَّ اللهَ خَلَقَ قَبْلَ كُلِّ الْأَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهِ)[90] "یعنی: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا"۔ یہ صحیح حدیث ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ہم اُن علماء و مفسرین کا ساتھ دیں جو کہتے ہیں کہ آیت ﴿نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ کا معنی یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے "نور"

---

[89] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب"، پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں، ص ۱۰ تا ۱۲، ط: انتظامی کانپور، فروری ۱۹۱۵ء۔

[90] أخرجه عبد الرزاق في المصنف (الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف)، ۱/۶۳، الرقم: ۶۳، والقسطلاني في المواهب اللدنية، ۱/۷۱-۷۲، والزرقاني في شرح المواهب اللدنية، ۱/ ۴۶-۴۷، والعجلوني في كشف الخفاء، الرقم: ۸۲۷، وقال: رواه عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما، وقال: رواه عبد الرزاق بسنده، والحلبي في السيرة، ۱/ ۵۰، والشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي في المدارج النبوة، ۲/ ۲.

ہونے کی طرف اشارہ فرما رہا ہے"[91]۔

حدیث نور کا مکمل متن وترجمہ:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث شریف کا حوالہ دیا ہے، ہم ذیل میں اسے کامل عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رضي الله عنهما قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي! أَخْبِرْنِي عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰہُ تَعَالَى قَبْلَ الأَشْيَاءِ؟ قَالَ: ((يَا جَابِرُ! إِنَّ اللّٰہَ تَعَالَى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الأَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّکَ مِنْ نُورِہِ، فَجَعَلَ ذٰلِکَ النُّوْرَ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالَى، وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِکَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ، وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ، وَلَا مَلَکٌ وَلَا سَمَاءٌ، وَلَا أَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ، وَلَا جِنِّيٌّ، وَلَا إِنْسِيٌّ، فَلَمَّا أَرَادَ اللّٰہُ تَعَالَى أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَمَ ذٰلِکَ النُّورَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ: فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الأَوَّلِ الْقَلَمَ، وَمِنَ الثَّانِي: اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِث: الْعَرْشَ، ثُمَّ قَسَمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الأَوَّلِ: حَمَلَةَ الْعَرْشِ، وَمِنَ الثَّانِي: الْكُرْسِيَّ وَمِنَ الثَّالِث: بَاقِيَ الْمَلَائِكَةِ، ثُمَّ قَسَمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ، فَخَلَقَ مِنَ الأَوَّلِ: السَّمٰوَاتِ، وَمِنَ الثَّانِي: الأَرْضِيْنَ وَمِنَ الثَّالِثِ: اَلْجَنَّةَ وَالنَّارَ، ثُمَّ قَسَمَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ...إلخ)). الحديث

---

[91] خطبات مولانا انصاری (۱)، ص ۶۵۔۶۷۔

بطوله، أخرجه عبد الرزاق في المصنف.

ترجمہ: ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جہاں اس نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھے اور نہ انسان، کچھ نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو اس نے اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصہ سے قلم بنایا، دوسرے حصہ سے لوح اور تیسرے حصہ سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصہ سے عرش اٹھانے والے فرشتے، دوسرے حصہ سے کرسی اور تیسرے حصہ سے باقی فرشتے پیدا کئے۔ پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلے حصہ سے آسمان، دوسرے حصہ سے زمینیں اور تیسرے حصہ سے جنت اور دوزخ بنائی پھر چوتھے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔۔۔ الخ“[۹۲]۔

---

[۹۲] ملاحظہ ہو ”مصنف عبد الرزاق“، جزء مفقود، عبد الحکیم شرف قادری، مکتبہ قادریہ، لاہور۔

۴۔ زور وشور سے اس بات کو بھی پھیلایا جانے لگا کہ (نعوذ باللہ) نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا۔۔۔۔بیوی، گدھے اور گائے کے خیال سے بھی بدتر ہے[۹۳]۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فاسد کلام کا رد اپنی تقریر "فلسفۂ نماز" میں کیا، پوری نماز کی ایمان افروز تشریح وتوضیح کرنے کے بعد جب تشہد کی تشریح پر پہنچے تو فرمایا:

"التحیات میں پہلے ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُه اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب "وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ" ارشاد فرما کر لوٹاتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دے دیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ (نماز) قبول فرماتا ہے۔ یہاں نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے باقاعدہ طریقہ سے مکمل ہوتی ہے۔۔"۔

---

[۹۳] یہ ناپاک عبارت یوں ہے: "بمقتضائے (ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ) از وسوسہ زنا، خیالِ مجامعتِ زوجہ خود بہتر است، وصرفِ ہمت بسوئے شیخ وامثالِ آں از معظمین گو جنابِ رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ وخرِ خود ست"۔ (مولوی اسماعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، صفحہ ۹۵)۔

قارئینِ کرام! اندازہ لگائیں، کس قدر خوبصورت انداز میں اُن لوگوں کے شُبہ کا جواب دیا، جو نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانے کے مخالف تھے، ایک بات واجب الحفظ یہاں یہ بھی ہے کہ نمازی جب بارگاہِ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام عرض کرتا ہے تو اُس بارگاہ سے جواب بھی آتا ہے، ہمیں اپنے آپ کو اس قابل بنانا ہے کہ اُن مبارک کلمات کو حالتِ نماز میں سُن سکیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و وسیلے سے ہمیں بھی اس قابل بنادے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سلامتی و رحمت کے کلمات سُننے والے بن جائیں۔

۲۔ الوفاق العالمی للدعوۃ الإسلامیۃ کا قیام

(World Federation of Islamic Missions)

مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی دلی خواہش تھی کہ دنیا میں اسلامی تبلیغی تحریک کا جال بُن دیا جائے، چناں چہ ۲۸/اگست ۱۹۵۸ء کو ایک تنظیم بنام الوفاق العالمی للدعوۃ الإسلامیۃ (عالمی جمعیت تبلیغ اسلام) کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ ایک مذہبی سماجی قسم کی تنظیم ہے اس کو چلانے میں ملک کے دیگر مشہور ومعروف علماء، معروف شہری اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کا ہاتھ ہے۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتاریخ ۶/رجب ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۹/اگست ۱۹۷۱ء جامعہ علیمیہ اسلامیہ کی تقسیم اسناد کے موقع پر اس کا تعارف کراتے ہوئے کچھ یوں تاثرات پیش فرمائے:

"عزت مآب مہمانِ خصوصی ومحترم مہمانانِ گرامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہ میرے لیے فخر ومسرت کا مقام اور میرا نہایت ہی خوش گوار فریضہ ہے کہ خود اپنی اور تمام اراکینِ مجلس الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیہ کی جانب سے اس بات پر ہدیۂ تشکر پیش کروں کہ آپ نے ہماری دعوت کو قبول فرما کر اس تقریب کو رونق بخشی جس کی نسبت انسانیت کی ہر گونہ ترقی وبہبود سے ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دورِ حاضر مادیت کی ترقی اور حسّی

ثقافت کے غلبے کا دور ہے جس میں انسانی مصائب اور مسائل تیزی کے ساتھ ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔

ماہرین عمرانیات کے فکر کے مطابق ثقافت کی تین واضح اور نمایاں قسمیں ہیں:

۱۔ ثقافتِ حسّی

۲۔ ثقافتِ غیر حسّی

اور ۳۔ ثقافتِ انضمامی یا مثالی۔

پہلی دو ثقافتیں اپنی نوعیت میں یک رُخی ہیں کیوں کہ ثقافتِ حسّی کا پورا زور زندگی کے مادّی پہلو پر ہے اور ثقافتِ غیر حسّی پوری طرح روحانیت بہ صورتِ باطنیت کی طرف مائل ہے۔ لیکن ثقافتِ مثالی ان دونوں کے برعکس انضمامی ہے۔ اس میں اعتدال و توازن پایا جاتا ہے اور وہ زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے، خواہ وہ پہلو روحانی ہو یا جمالیاتی، اخلاقی ہو یا عمرانی، ذہنی ہو یا جسمانی۔ چناں چہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ثقافتِ حسّی اور ثقافتِ غیر حسّی حیاتِ انسانی میں عدم توازن کی ذمہ دار ہیں جس کا نتیجہ ایک غیر متوازن تہذیب کی شکل میں نمودار ہوتا ہے جب کہ ثقافتِ انضمامی یا مثالی ایک متوازن زندگی کی آئینہ دار ہے اور ایک متوازن تہذیب کو جنم دیتی ہے۔

عصرِ حاضر کا روحانی، اخلاقی اور عمرانی انحطاط ثقافتِ حسّی کی بالرّاست پیداوار ہے۔ ثقافتِ حسّی نے صنعتی انقلاب کے بعد قرونِ وسطیٰ کی ثقافتِ غیر حسی کے نقائص کے نتیجے کے طور پر مغرب میں جنم لیا۔ اس کے بعد اشتراکیت اور سرمایہ داری دونوں نے اس کی سرپرستی کی یہاں تک کہ وہ، اسلامی ممالک کے شمول کے ساتھ، دنیا بھر میں پھیل گئی اور اپنے ہمراہ اپنی ساختہ و پروردہ ساری خرابیوں کے سیلاب کو لیتی آئی۔

یہ امر واضح ہے کہ اگر ان خرابیوں کو دور نہ کیا گیا تو دنیا ہلاکت و بربادی کے بھنور میں پھنس کر رہ جائے گی اور یہ خرابیاں دور نہ ہوں گی تاوقت یہ کہ ثقافتِ حسّی سے قطع تعلق نہ کرلیا جائے اور دنیا کی بیشتر آبادی ثقافتِ انضمامی یا مثالی پر قائم نہ ہو جائے۔

یہی وقت کی اہم ترین پکار ہے، یہی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، یہی عالمِ انسانیت کے لیے سلامتی اور امن کا واحد راستہ ہے۔ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ مذاہبِ عالم اور دیگر نظام ہائے فکر و عمل کے مابین صرف دینِ اسلام ہی ہے جو ثقافتِ مثالی کی نمائندگی کرتا ہے۔ چناں چہ اسلام اور صرف اسلام ہی ہے جو عصرِ حاضر کے مشکل ترین مسائل کا قطعی اور حتمی حل پیش کر سکتا ہے۔

لیکن اسلامی تعلیمات سے ضروری حد تک بلکہ کسی بھی حد تک، واقف نہ ہونے کی بنا پر غیر مسلم دنیا پر یہ عظیم حقیقت اب تک منکشف نہ ہو سکی اور

اتنا ہی نہیں، بلکہ اس دعوے کو وہ بہ نظر استہزاء دیکھتے ہیں، اس لیے کہ کافی عرصے سے خود مسلمان اسلامی تعلیمات سے منحرف ہوتے چلے گئے ہیں اور پوری مستعدی کے ساتھ مغربی ثقافتِ حسّی کو اپنا رہے ہیں، جس کے نتیجے میں آج روئے زمین پر کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں پایا جاتا جس کو صحیح معنوں میں اسلامی کہا جا سکے۔

جہاں تک خود مسلمانوں کا تعلق ہے، یہ صورتِ حال یقیناً انتہائی تشویش ناک ہے، کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کا کردار تو معلّم اور رہبر کا ہونا چاہیے تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط

ترجمہ: ”تم وہ بہترین جماعت ہو جس کی تشکیل انسانیت (کی فلاح و بہبود اور قیادت) کے لیے کی گئی، تاکہ تم نیکی کا حکم کرو، برائیوں سے منع کرو اور اللہ پر ایمان رکھو“۔

[آلِ عمران ۳: (۱۱۰)]

لیکن جب تک مسلمان خود اسلام سے جامعیت و حقیقت کے اعتبار سے ناواقف رہیں اور اس پر انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے کاربند نہ ہوں وہ کسی طرح معلّم اور قائد کے مناصبِ جلیلہ کے مستحق نہیں قرار پا سکتے۔

عمل کو علم پر ترجیح حاصل ہے لیکن فی الواقع علم پہلے آتا ہے اور عمل اس کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے در حقیقت کوئی ایسی جماعت جو مخصوص معتقدات اور اُصولوں پر وجود میں آئی ہو ہر گز صحیح ترقی نہیں کر سکتی، بلکہ اپنے وجود کو باقی بھی نہیں رکھ سکتی، تاوقتیکہ وہ اُن بنیادی معتقدات اور اُصولوں کو جو اُس کے تصورِ حیات کی روح ہیں، اپنے عمل میں پوری طرح جذب نہ کر لے۔

جہاں تک عالمِ اسلام کا تعلق ہے، ہر آبادی اور ہر ملک میں یہی صورتِ حال ہے کہ اُس کا تعلیمی نظام اسلامی اقدار سے معرّا ہے۔ جہاں تک اسلامی تعلیمات کے پھیلانے کے دیگر ذرائع مثلاً مساجد، اخبارات و جرائد وغیرہ کا تعلق ہے، وہ بہت ہی غیر وقیع اور غیر منظّم ہیں۔ ان ذرائع سے جو بھی خدمت ہو جاتی ہے وہ عالمِ اسلام کی روحانی اور فکری ضرورتوں کے مقابلے میں بہر نوع بہت ہی کم ہے۔ الغرض قومی نظامِ تعلیم کے اسلامی فکر اور تعلیمات سے قطعی طور پر آزاد ہونے سے اور مسلم ممالک کی جانب سے مغرب کی مادّی تہذیب کی سرپرستی کی وجہ سے ہماری نوخیز نسلیں بتدریج اسلام سے منحرف ہوتی چلی جارہی ہے۔

ان حقائق کے پہلو بہ پہلو، جو ہماری موجودہ اندوہ ناک صورتِ حال کی نشان دہی کرتے ہیں، ایک حقیقت اور بھی ہے جو انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اسلامی تعلیمات کی ترویج و استحکام کے نقطۂ نظر سے اُمّتِ مسلمہ کو دو واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف) وہ مسلمان جو مسلم اکثریت رکھنے والے ملکوں میں بستے ہیں۔

(ب) وہ مسلمان جو مسلم اقلیت رکھنے والے ملکوں میں آباد ہیں۔

مقدم الذکر مسلمان اس حیثیت سے خوش نصیب ہیں کہ خود اُن کے اپنے ملکوں میں قابل علما اور دینی مدارس موجود ہیں، خواہ ان مدارس کا طرزِ تعلیم اپنی افادیت کے اعتبار سے کسی درجے کا بھی ہو، جب کہ مؤخر الذکر مسلمان علی العموم اس نعمت سے محروم ہیں۔ چناں چہ اُن کی دینی اور روحانی زندگی ہر طرح کے خطرات کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ بہت سے ممالک ایسے بھی ہیں جن میں ان خطرات نے ایک خوف ناک شکل اختیار کرلی ہے اور اُن میں بسنے والے مسلمان اسلام دشمن مذہبی قوتوں، نیز عصرِ حاضر کے مادّی فلسفے کی محشر سامانیوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

اپنے اپنے وسائل اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق علمائے دین ہر جگہ مصروفِ کار ہیں اور ہر مسلمان کو چاہیے کہ اِن بزرگ ہستیوں کا اور اللہ تعالیٰ کا ان بیش قیمت خدمات کے لیے شکر گزار ہو، لیکن نتائج پھر بھی قابلِ اطمینان نہیں ہیں اور ضرورت اس بات کی محسوس ہوتی رہی ہے کہ عالمی بنیاد پر ایک اسلامی تبلیغی ادارہ قائم کیا جائے جس کے پیشِ نظر عالمِ اسلام اور غیر مسلم انسانیت کی جامع خدمت کا کوئی واضح منصوبۂ عمل ہو۔

الوفاق العالمي للدعوة الإسلامية (عالمی جمعیت تبلیغِ اسلام)، جو ایک بین الاقوامی تبلیغی ادارہ ہے، اسی پس منظر کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے۔ ادارے کے پیشِ نظر حسبِ ذیل مقاصد ہیں:

۱۔ متحدہ تبلیغی محاذ کے قیام کی غرض سے دنیا بھر کی اسلامی سرگرمیوں کو ایک رابطے میں منسلک کرنا۔

۲۔ دور دراز کے ممالک میں بسنے والے منتشر مسلمانوں کی دینی اور روحانی زندگی کو منظّم کرنا۔

۳۔ پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں علمائے دین کے تبلیغی دوروں کا انتظام کرنا۔

۴۔ مروّجہ لادینی نظامِ تعلیم کو اسلامی فکر اور مزاج کے مطابق ڈھالنے کے سلسلے میں سعی کو منظّم کرنا۔

۵۔ نوجوانوں کے ایک خصوصی ادارے کے توسط سے دنیا کے مسلم نوجوانوں کے درمیان اسلامی تعلیمات اور فکر کی ترویج کا انتظام کرنا۔

۶۔ خواتین کے ایک خصوصی ادارہ کے توسط سے دنیا کی مسلم خواتین کے درمیان اسلامی تعلیمات اور فکر کی ترویج کا انتظام کرنا۔

۷۔ دینی میدان میں رہ نمائی کی غرض سے بلند علمی سطح پر اور موجودہ مسائل کے پس منظر میں تحقیقی کام کو منظّم کرنا۔

۸۔ مختلف عالمی زبانوں میں کتابوں، کتابچوں اور رسائل کے ذریعے اسلامی ادب کی اشاعت کرنا۔

۹۔ ایسے علمائے دین تیار کرنا جو علومِ شرعیہ کے ساتھ ساتھ علومِ جدیدہ سے بھی گہری واقفیت رکھتے ہوں اور نکھرے ہوئے اسلامی اخلاق کے حامل ہوں تاکہ وہ انسانیت کے ہر طبقے کی عمدگی اور وقار کے ساتھ رہ نمائی کر سکیں۔

مذکورہ مقاصد میں سے پہلے دو براہِ راست **الوفاق العالمي للدعوة الإسلامية** (عالمی جمعیت تبلیغ اسلام) کے ساتھ متعلق ہیں جو دنیا کے مختلف ملحقہ اسلامی اداروں کے تعاون سے انجام دیے جاتے ہیں۔ ایسے اداروں کی حالیہ تعداد تقریباً چالیس ہے۔

تیسرے مقصد کی ذمے داری، بہ مصداق قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند، اس ناچیز خادمِ دین پر عائد رہی ہے۔ تبلیغی مقاصد کے تحت اس احقر نے ۱۹۶۹ء تک کرۂ ارضی کے گرد پانچ عالمی دورے کیے اور اس طرح بین الاقوامی سطح پر تبلیغی خدمات انجام دینے کی سعادت حاصل کی۔

چوتھے مقصد کے حصول کے سلسلے میں ہماری مساعی کی ابتدا اس احقر کی تصنیف "عالمِ اسلام کی موجودہ بدحالی اور مستقبل کے لیے ہمارا تعلیمی منصوبہ" (بہ زبانِ انگریزی) سے ہوئی، جس کو اس منزل کے لیے بانگِ جرس کہا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں مسلم ماہرینِ تعلیم اور مخیّر حضرات کے تعاون سے عظیم جد وجہد کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں ہماری آخری منزل ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی کا قیام ہے جس میں جملہ مروجہ علوم وفنون کتاب اللہ اور سنت الرسول ﷺ کی روشنی میں پڑھائے جائیں۔

پانچویں مقصد کے حصول کی غرض سے "عالمی انجمنِ نوجوانِ اسلام" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، اس انجمن کا مستقر کراچی ہے اور منسلک انجمنیں دنیا کے مختلف ممالک میں پائی جاتی ہیں۔

چھٹے مقصد کے حصول کے سلسلے میں "عالمی انجمنِ خواتینِ اسلام" قائم کی گئی ہے، اس انجمن کا مستقر کراچی ہے اور دنیا کے مختلف ممالک میں ملحقہ ادارے اور خواتین مصروفِ عمل ہیں۔

ساتویں اور آٹھویں مقاصد کی تکمیل کے لیے المرکز الاسلامی "ادارۂ تحقیق و نشریاتِ اسلامی" دینِ متین کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس ادارے نے اب تک چھبیس (۲۶)[۹۴] کتابیں، جن میں سے بیس انگریزی میں اور چھ اُردو میں ہیں، شائع کی ہیں اور ان میں سے بعض ایشیائی اور یورپی زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور یہ سب دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل چکی ہیں۔

---

[۹۴] تاحال اردو میں ۲۵ جبکہ انگریزی میں ۲۹ کتب شائع ہو چکی ہیں مجموعہ ۵۴ ہے۔ علیمی

علاوہ ازیں ایک ضخیم تحقیقی کتاب بہ عنوان "اسلامی معاشرہ کی بنیادیں اور اس کا ڈھانچہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں" جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے اور جس کے اُردو، عربی و دیگر تراجم کا اہتمام در پیش ہے، فی الحال زیرِ طباعت ہے[۹۵]۔ اس کے علاوہ متعدد کتابیں فلسفۂ سائنس، فلسفۂ مذہب، فلسفۂ تاریخ، فلسفۂ اخلاق، عمرانیات، ارتقائی نفسیات، ذہنی صحت اور تعمیرِ شخصیت جیسے اہم موضوعات پر اشاعت کے لیے تیار ہو چکی ہیں۔ یہ کتابیں گہرے تحقیقی مطالعے کے بعد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تصنیف کی گئی ہیں، علاوہ ازیں انگریزی زبان میں ایک ماہوار علمی تبلیغی رسالہ "دی منارٹ" مئی ۱۹۶۴ء سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

---

۹۵ ۱۹۷۳ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، والحمد للہ۔ علیمی

۲۔ الجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ کا تعارف

(Aleemiyah Institute of Islamic Studies)

نویں مقصد نے "الجامعة العليمية الإسلامية" کی شکل اختیار کی ہے اور آج ہم اسی ادارے کی تقسیمِ اسناد کی تقریب منا رہے ہیں۔

اس ادارے کا قیام ۱۹۵۸ء میں عمل میں آیا جب کہ میں نے بہ حیثیت "الوفاق العالمي للدّعوة الإسلامية" (عالمی جمعیتِ تبلیغِ اسلام) کے صدر کے انگریزی زبان کے توسط سے اسلامی تعلیمات کے مختصر نصاب کی تعلیم کے لیے اس کی بنیاد رکھی تا کہ اُن طلبا کو تعلیم دی جاسکے جو افریقہ، برطانیہ، کینیڈا اور جزائرِ غرب الہند سے میرے پاس آئے تھے اور چند پاکستانی طلباء بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ وہ صورتِ حال کچھ مدّت تک باقی رہی، یہاں تک کہ جولائی ۱۹۶۵ء میں اس نے المرکز الاسلامی کی عمارت میں ایک باقاعدہ تعلیمی ادارے کی شکل اختیار کرلی۔

اس ادارے کی پہلی جماعت پاکستان کے علاوہ مشرقی افریقہ، جنوبی افریقہ، غرب الہند اور جنوبی امریکا سے آئے ہوئے طلبا پر مشتمل تھی جو علوم شرعیہ اور علومِ عصریہ کے جامع نصاب کی تکمیل کی غرض سے آئے تھے۔ بتدریج فیجی، آسٹریلیا، فلپائن، انڈونیشیا، کوریا، تھائی لینڈ، سنگاپور، سیلون،

ماریشس، موزنبیق، سیشلز، گھانا، یمن، جرمنی اور کناڈا کے طلبا بھی اس ادارے میں داخل ہوئے۔

"**جامعہ علیمیہ**" کی موجودہ عمارتیں جو ہمارے تعمیراتی منصوبے کا صرف پانچواں حصہ ہیں، ۱۹۶۵ء میں مکمل ہوئیں اور اسی سال سے یہ ادارہ تعلیمی اور اقامتی سہولتوں کے ساتھ ان عمارات میں کام کر رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد عبد العلیم الصدیقی القادری (رحمۃ اللہ علیہ) کی عظیم القدر تبلیغی اور ملّی خدمات کے اعتراف کے طور پر جامعہ کو آپ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

ادارے کا نصب العین ایسے جامع علمائے دین مرتب کرنا ہے جو عربی زبان و ادب، علومِ شرعیہ اور افکارِ جدیدہ پر مبنی اپنی جامع تعلیم و تربیت کے باعث بیسویں اور اکیسویں صدی کے انسانوں کی صحیح اور نتیجہ خیز رہبری کر سکیں۔

اس نصب العین کے اعتبار سے **جامعہ علیمیہ** جامعہ علیمیہ تمام دنیا میں اپنے طرز کا واحد ادارہ ہے، اور اس کا تعلیمی منصوبہ اجمالاً حسبِ ذیل ہے:

ادارے کے امتحان "درجة الإجازة العالية" میں شرکت کے لیے صحیح تعلیمی قابلیت سینئر کیمبرج یا جی۔ سی۔ ای (لندن)، یا بی۔ اے (پاکستان) متعین کی گئی ہے۔ مخصوص حالات میں پاکستان کے ذہین میٹرک کامیاب طلبہ کے داخلے کے لیے بھی اب گنجائش پیدا کی گئی ہے۔

جو طلبا عصری علوم میں اس تعلیمی قابلیت کے حامل نہیں ہوتے اُنھیں صرف اُن کے علاقے کے مسلمانوں کی علمی اور دینی ضرورتوں کے پیشِ نظر داخلہ دے دیا جاتا ہے۔ وہ محض علومِ شرعیہ اور عربی زبان و ادب کی تعلیم حاصل کرسکتے ہیں جیسا کہ پاکستان کے دیگر دینی اداروں میں ہوتا ہے اور پنج سالہ نصاب کی تکمیل پر امتحان کے بعد اُنھیں "شہادۃ الفاضل" کی سند دی جاتی ہے، مگر یہ صورت صرف استثنائی ہے، اساسی نہیں۔

ادارے کا قیام دراصل ایسے طلبا کے لیے عمل میں لایا گیا ہے جو علومِ شرعیہ کے ساتھ ساتھ علومِ جدیدہ میں بھی درک حاصل کرسکیں اور جامعہ علیمیہ کی سند یا اسناد کے ساتھ کراچی یونیورسٹی کی سند یا اسناد بھی حاصل کریں۔

ایسے طلبا کے لیے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ "درجۃ الإجازۃ العالیۃ" کا پنج سالہ نصاب مکمل کریں جس میں وہ عربی زبان و ادب، تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخِ اسلام، تقابلِ ادیان کے ساتھ ساتھ علومِ جدیدہ میں سے جدید منطق، فلسفۂ مابعد الطبیعات، فلسفۂ اخلاق، نفسیات، ذہنی صحت، تعمیرِ شخصیت، عمرانیات اور مدنیات، نیز آئندہ سال سے اقتصادیات اور سیاسیات کی تعلیم حاصل کریں۔

دوسرا مرحلہ "درجۃ الکامل" کا ہے جس میں طلبا کے لیے تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخِ اسلام اور تقابلِ ادیان میں سے کسی ایک فن میں یا اسلام کی روشنی میں پڑھے ہوئے علومِ جدیدہ میں سے کسی ایک میں، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا

ضروری ہے (علومِ جدیدہ فلسفۂ مذہب، فلسفۂ سائنس، فلسفۂ تاریخ، نفسیاتِ مذہب اور عمرانیات ہیں) اس نصاب کی مدت "درجة الاجازة العالية" کے بعد دو سال ہے۔

جامعہ کی تعلیم کا آخری مرحلہ "درجة التخصص" ہے جس میں طالبِ علم کو ڈاکٹریٹ کی سطح پر تحقیقی کام کرنے کے بعد کسی مقررہ موضوع پر ایک کتاب تصنیف کرنی پڑتی ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ جو نصب العین ادارے نے اپنے لیے مقرر کیا ہے، اُس کا حاصل کرنا آسان نہیں۔ اس نصب العین کے حصول کے لیے ایسے طلبا درکار ہیں جو ذہنی اور روحانی اعتبار سے بلند معیار کے حامل ہوں، اور ایسے اساتذہ ضروری ہیں جو نہ صرف اعلیٰ معیار پر تدریس کا کام انجام دے سکیں بل کہ بلند پایہ تحقیقی صلاحیتوں کے بھی اہل ہوں، نیز وسیع اور مستحکم مالی وسائل کا وجود بھی کامیابی کی ایک بنیادی شرط ہے۔

بہر نوع، ہم نے متوکلاً علی اللہ ابتدا کر دی ہے، ایک ایسی ابتدا جس کا رُخ ہماری دانست میں صحیح منزل کی سمت میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں، نیز اپنے تمام مالی اعانت کرنے والوں، ہمدردوں، بہی خواہوں، کارکنوں اور اساتذہ کے بھی شکر گزار ہیں کہ اُن کی اعانت اور مساعیٔ جمیلہ کی بدولت ہم وہ خدمت انجام دے سکے جو اگرچہ مقدار کے اعتبار سے بڑی نہیں مگر نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم اور نتائج کے اعتبار سے نہایت اُمید افزا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جامعہ علیمیہ اسلامیہ کو اس قابل بنادے کہ اس ادارے سے کثیر تعداد میں ایسے مرتب اور جیّد علمائے دین تیار ہو سکیں جو بلند روحانیت، اعلیٰ اور جامع علمیت اور جاذب اخلاقی شخصیت کے حامل بن کر دینِ اسلام کی روشنی سے تمام دنیا کو منور کر سکیں اور اس طرح تمام انسانیت کے لیے للّٰہیت، عدلِ اجتماعی اور ترقی کے اُس مشن کی تکمیل کر سکیں جس کو حضور سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم نے اپنی اُمت سے عام افراد پر عموماً اور علمائے دینِ اسلام پر خصوصاً مِنْ جَانِبِ اللہِ واجب فرمایا ہے۔ آمین!"۔

منقول ہے کہ جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں جامعہ علیمیہ کے ایک فارغ التحصیل طالبِ علم ٹرینڈاڈ (جنوبی امریکا) میں تبلیغ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اُنھوں نے پاکستان آکر جنرل ضیاء سے ملاقات کی اور اپنے ملک میں اسلام کی تبلیغ کے لیے امداد کی خواہش کی۔ جنرل صاحب بہت خوش ہوئے کہ اتنے اچھے تعلیم یافتہ اسلام کے مبلغ بھی ہیں۔ جنرل صاحب نے پوچھا کہ آپ نے دینی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟ جب اُنھوں نے بتایا کہ پاکستان میں ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کراچی کے زیرِ انتظام علیمیہ انسٹی ٹیوٹ سے فارغ ہو کر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں تو جنرل صاحب بہت خوش ہوئے اور ادارے کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ادارے کے جنرل

سیکریٹری نے سنا تو انسٹی ٹیوٹ کی مزید صفائی کرائی تاکہ صدر کے شایانِ شان ادارہ نظر آئے، لیکن آپ قارئین حیران ہوں گے کہ کسی بدمذہب نے جنرل صاحب سے کہہ دیا کہ جناب وہاں اسلامک سینٹر نہیں، وہاں تو ڈانسنگ سینٹر ہے۔ اُس کے بعد جنرل صاحب نے کبھی کوشش نہیں کی اپنے دورۂ کراچی کے موقع پر خود اپنی آنکھوں سے علیمیہ دیکھ لیں[۹۶]۔

الجامعة العليمية الإسلامية کے قیام کی ضرورت:

۱۹۳۰ء کے بعد سے ۱۹۶۲ء تک، مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ دنیا بھر کے مختلف برِاعظموں میں تبلیغی دوروں پر تشریف لے گئے، وہاں کے علماء کرام اور دینی جامعات میں جا کر ایک فلسفہء تعلیم پیش کیا، جس کے ذریعے اُمتِ مسلمہ اپنی زبوں حالی اور پستی سے نکلنے میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان عظیم تعلیمی افکار کو عملی صورت دینے کی ہر ممکن کوشش کا یقین بھی دلایا، تاہم کہیں پر بھی پیش رفت نہیں ہو سکی۔ بالآخر اگست ۱۹۶۲ء کی وہ مبارک گھڑی آئی جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود بے سروسامانی اور قلتِ وسائل کے ایک عظیم ادارے الجامعة العليمية الإسلامية کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلے میں مولانا

---

۹۶ کتابچہ "دورِ جدید کی پاکستانی مسلم مشنری" از صوفی دیوان راحت، مطبوعہ علیمیہ اکیڈمی اسلامک سینٹر، جہلم، ۱۹۸۶ء، ص ۳، ۴۔

انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وقیع و جامع مقالہ قلم بند فرمایا، جس میں گویا اس ادارہ کے قیام کی مکمل تفصیل درج کر ڈالی۔ چنانچہ مئی ۱۹۶۴ء کو ماہنامہ منزل کراچی میں یہ گراں قدر مقالہ شائع ہوا، جسے من و عن پیش کیا جاتا ہے:

"دینی تعلیم" ایک تاریخی جائزہ

اور "الجامعة العليمية الإسلامية"

کی صورت میں ایک تاریخی اِقدام

دنیا میں مختلف ملتیں مختلف بنیادوں پر تشکیل پاتی رہی ہیں، بعض ملتیں وہ ہیں، جن کی اساس جغرافیائی حدود ہیں، بعض وہ ہیں جن کی اساس نسل و رنگ ہے، بعض وہ ہیں جن کی اساس مشترکہ زبان ہے، لیکن جغرافیائی حدود ہوں یا رنگ و نسل یا مشترکہ زبان، یہ سب مادی تصورات ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اسلام نے تصور پیش کیا ہے وہ "نظریاتی ملت" (Ideological Community) کا ہے۔ چنانچہ ملتِ اسلامیہ کی اساس مخصوص معتقدات اور ان سے متعلق ایک مخصوص ضابطۂ حیات ہے۔ یہ معتقدات اصلاً روحانی ہیں۔ اس لیے ملتِ اسلامیہ کی زندگی کے تمام شعبے، انفرادی اور اجتماعی، اخلاقی اور معاشرتی، معاشی اور سیاسی، سب کے سب روحانی ستونوں پر بلند ہوتے ہیں۔ ملت کی روح دینِ اسلام ہے، جو معتقدات بھی دیا ہے اور اخلاق و تہذیب و تمدن کا ایک مکمل اور جامع

ضابطہ بھی۔ اسلام ہی ملت کی فلاحِ دنیا کا ضامن ہے اور اسلام ہی افرادِ ملت کی اُخروی فلاح کا کفیل۔

مذکورہ بالا حقیقت ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے علماء ہی نہیں بلکہ اسلام کی عمومی معلومات رکھنے والا ہر انسان بھی واقف ہے۔ لیکن اس کے جو اہم ترین منطقی متضمنات ہیں، ان سے غفلت اور تجاہل بھی ملتِ اسلامیہ میں اسی قدر عام ہے۔

ان میں سے ایک اہم ترین حقیقت یہ ہے کہ علماءِ دینِ اسلام مسلم معاشرہ کا قلب ہیں۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس کی اجمالی دلیل یہ ہے کہ ہدایتِ ربانی بصورت دین اسلام، ملتِ اسلامیہ کی اساس اور وجہِ تشکیل اور سرمایۂ تعمیر ہے۔ اور علماءِ دین کا مقام یہ ہے کہ علمی اور عملی دونوں اعتبارات سے اس ہدایت کے حامل بنتے ہوئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانشینی کے فرائض انجام دیں، کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:

إِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَآءِ. (ابوداود، ترمذی)

اسی حقیقت کے ساتھ ایک دوسری اہم حقیقت بھی وابستہ ہے، حدیث میں آیا، سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنَّ فِيْ جَسَدِ بَنِيْ آدَمَ لَمُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

"آدمی کے جسم میں ایک پارۂ گوشت ہے، اگر وہ اِصلاح پذیر ہوا تمام جسم اِصلاح پذیر ہوا اور اگر اس میں فساد آیا تمام جسم میں فساد آیا، خبر دار ہو جاؤ! وہ قلب ہے"۔ (رواہ الامام احمد فی مسندہ)

یہ قانون جو فرد کے وجود کے باب میں ہے، یہی ملت کے وجود پر بھی صادق آتا ہے۔ اگر ملت کا قلب صالح اور قوی ہو گا تو ملت صالح اور قوی ہو گی اور قلب فاسد اور ضعیف ہو گا تو ملت فساد اور ضعف میں مبتلا ہو جائے گی۔

آج ملتِ اسلامیہ فساد اور ضعف میں مبتلا ہے، ہر مجلس میں یہی فریاد اور ہر میدان میں یہی شور ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس فساد اور ضعف کے رفع کرنے کے سلسلہ میں عملی اقدام کی کیا صورت ہو؟

خیر القرون کے بعد ملت سے تعمیرِ معاشرہ کے بعض اُمور میں ایسی کوتاہیاں سرزد ہوئیں جو معاشرتی اِضمحلال اور سیاسی زوال کا موجب بنیں۔ ایک وقت تھا کہ مسلمان اَخلاق وروحانیت، علم و حکمت، معیشت وسیاست، تجارت وصُنعت، فنونِ حرب اور نظمِ حکومت، مختصراً یہ کہ زندگی کے تمام شعبوں میں دنیا کی تمام اقوام پر فوقیت رکھتے تھے۔ پھر وہ وقت آیا، جب بغداد اور قرطبہ (اسپین) میں اسلامی تہذیب کی تباہی کے بعد ملت نے علمی جہاد کے میدان میں پسپائی اختیار کی۔ منصفانہ معیشت کے بجائے مُسرفانہ معیشت کو اقتدار ملا۔ اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے بجائے مادی مقاصد نظروں کے سامنے جم گئے۔ علماء علمی پس ماندگی

اور جمود کا اور اُمراء ہوا و ہوس کا شکار ہو گئے۔ اسلامی تہذیب کا جو قلعہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں نے تعمیر فرمایا تھا، اس میں آہستہ آہستہ شگاف پیدا ہونے شروع ہوئے اور یہ شگاف بڑھتے گئے حتیٰ کہ وہ مغربی مسیحی قومیں جن کو مسلمانوں نے سائنس اور فلسفہ اور دیگر علوم سے روشناس کر کے ظلمتِ جہل و حرمان سے نکالا تھا، اپنی علمی، صنعتی، تنظیمی اور جمہوری برتری کے جھنڈے لہراتی ہوئیں ان شگافوں میں ملتِ اسلامیہ کے قلعہ میں چاروں طرف سے داخل ہو گئیں۔ مسلمان چونکہ علمی اور عمرانی دونوں قسم کے جہاد سے پہلے سے کنارہ کش ہو چکے تھے، تلوار کے جہاد میں بھی ناکام ہو گئے۔ اور انیسویں صدی میں تمام دنیائے اسلام بحر اوقیانوس سے بحر الکاہل تک اور بحر الہند سے سائبیریا کے کناروں تک باستثناء سلطنتِ ترکانِ عثمانی، عیسائیوں کی غلام بن گئی۔ سلطنت ترکان عثمانی بھی بہر حال بیمار ہی تھی۔ اس کے بہت سے علاقے انیسویں صدی میں چھن گئے اور بعض بیسویں صدی میں برطانیہ اور فرانس کے زیرِ نگین آ گئے۔

ملتِ اسلامیہ پر آج سے سو سال قبل جو غلامی مسلط ہوئی وہ محض سیاسی ہی نہ تھی، بلکہ اس کے ساتھ دو اور خوفناک اَصنافِ غلامی بھی آئیں، یعنی: معاشی غلامی اور ذہنی غلامی۔ ان تینوں اَصنافِ غلامی نے مل کر ایک چوتھی غلامی کو جنم دیا، جس کو معاشرتی غلامی کہنا چاہیے۔

سیاسی غلامی کا جہاں تک تعلق ہے، رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ آج بحمد اللہ بہت سی آزاد مسلم مملکتیں قائم ہو چکی ہیں، جن میں پاکستان کو ایک خصوصی مقام حاصل ہے۔ معاشی غلامی کے سلسلہ میں بھی، جدید سائنس کی تعلیم اور جدید معاشی تنظیم کے زیرِ اثر ملتِ اسلامیہ رفتہ رفتہ معاشی آزادی کی جانب بڑھ رہی ہے، لیکن جہاں تک ذہنی غلامی اور معاشرتی غلامی کا تعلق ہے، ان کی گرفت مسلسل زیادہ شدید ہوتی چلی گئی ہے اور ہوتی جارہی ہے۔ ان دونوں میں زیادہ اہم ذہنی غلامی ہے، اس لیے کہ وہی معاشرتی غلامی کا اصل سبب ہے۔ دراصل اپنے دشمنوں کا ذہنی طور پر غلام بن جانا ایک ایسا قاتل زہر فراہم کرتا ہے، جو کسی بھی ملت کے وجود کو فنا کر سکتا ہے، اس لیے کہ ایسا کرنا اپنی اقدار پر بے یقینی کے مرادف ہے اور بے یقینی سیاسی غلامی سے بھی بدتر ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی
یقیں اللہ مستی خود گزینی
سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار!
غلامی سے ہے بدتر بے یقینی

آج یہ زہر مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ملتِ اسلامیہ کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سرایت کر رہا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس سے بڑی

مصیبت یہ ہے کہ وہ افراد جو اسلاف کی تقلید کو غلامی کہہ کر اسلام میں قطع و برید کے درپے ہیں، مغرب کی ذہنی غلامی کو آزادی سمجھتے ہیں، شر کو خیر سمجھنے کا مقام وہ ہے، جہاں ملتیں لُٹ جاتی ہیں۔ مگر افسوس قلب کارواں احساسِ زیاں سے محروم ہوتا جارہا ہے۔

ملتِ اسلامیہ کے اربابِ علم جب افرادِ ملت کی علمی ضروریات کے پورا کرنے میں کوتاہی کا شکار ہوگئے اور اغیار علوم انسانی کے اِجارہ دار بن گئے، تو یہ طبعی اُمر تھا کہ مسلمان ان علوم میں اغیار کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔ یہ در اصل ابتداءً علمی جہاد کے میدان میں ہماری کوتاہی تھی جو آج رنگ لا رہی۔ علمی میدان میں جس جامع جہاد کے لیے اسلام نے کلام اللہ اور حدیث الرسول ﷺ میں ہم کو دعوت دی تھی، اگر ہم اس جہاد سے خصوصاً عمرانی اور سائنسی علوم کے میدان میں، اپنے آپ کو صدیوں تک مسلسل محروم نہ رکھتے تو فلسفۂ تاریخ کی روشنی میں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ملت نہ ذہنی غلامی کا شکار ہوتی، نہ سیاسی اور معاشی اور معاشرتی غلامی کا۔

ملت کوئی سی بھی ہو، جب وہ اپنے وجود میں دو متعارض اور معاند نظامہائے فکر و عمل کو جگہ دیتی ہے تو اس کا نتیجہ شکست و ریخت ہوتا ہے، جس سے ایک جانب معتقدات میں تزلزل پیدا ہوتا ہے اور دوسری جانب کردار میں دورنگی آجاتی ہے۔ پھر یہ کہ اغیار کی ذہنی غلامی احساسِ کمتری پیدا کرتی ہے

احساسِ کمتری مزاج میں دنائت پیدا کرتا ہے اور نتیجۃً فضائلِ اخلاق سے بے گانگی اور رذائل اخلاق سے وابستگی پیدا ہو جاتی ہے۔

دنیائے اسلام کا حال کچھ ایسا ہی ہے۔ ہم صرف سیاسی، معاشی اور علمی اعتبارات سے ہی کمزور نہیں ہیں، بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی ایسے گرداب میں پھنس چکے ہیں، جو نہایت ہی بھیانک ہے۔ ہمارے معاشرے کا ہر گوشہ ہماری اخلاقی ابتری سے متاثر ہے۔

دورِ حاضر میں اسلام کا کمزور علمی محاذ

اس حقیقت کا اعلان بار بار ہوتا رہا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی تمام مشکلات کا حل اسلام پر عمل کرنے میں ہے، لیکن یہ حقیقت اس وقت تک حیاتِ انسانی میں نافذ نہیں کی جا سکتی، جب تک کہ افراد کی علمی اور عملی تربیت اور پورے معاشرہ کی تنظیم اسلام کے مطابق نہ کی جائے۔

ہمارے سامنے اس وقت زیرِ بحث مسئلہ اسلام کا علمی محاذ ہے، جس کے علمبردار ہمیشہ علماءِ دین رہے ہیں۔ اس برگزیدہ طبقہ نے اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں جو بیش بہا علمی خدمات انجام دی ہیں، وہ محتاجِ بیان نہیں، لیکن جوں جوں ملتِ اسلامیہ کے احوال زوال کی جانب مائل ہوتے چلے گئے، اس طبقہ میں انحطاط و زوال کے آثار نمودار ہوتے چلے گئے۔ یا یہ کہنا غالباً زیادہ صحیح ہوگا کہ اس طبقہ میں جیسے جیسے فکر و عمل کی کوتاہیاں پیدا ہوتی چلی گئیں، ملت

کے احوال رُو بہ انحطاط ہوتے گئے، علماء کا معیارِ علم و عمل گرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آج نوبت یہاں پہنچ گئی کہ آج سے پچاس سال قبل بھی جس معیارِ علم و تقویٰ کے حامل افراد کثرت سے علماء کی صفوں میں دکھائی دیتے تھے، اُن کے نمونے آج شاذ و نادر ہیں ملتے ہیں۔ اکثریت اب ایسے افراد کی ہے جن کی نہ علمی شخصیت پُر وقار ہے نہ اخلاقی شخصیت، بلکہ اب تو ظاہری شخصیت کو پُر وقار رکھنے کی جانب سے بھی اکثر علماءِ دین لاپرواہ ہو گئے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ پچھلے سو سال کے دورِ ابتلاء میں علماءِ دین جس ایثار اور ثابت قدمی کے ساتھ دین کو سینہ سے لگائے رہے ہیں اور اسلام کے تحفظ و بقا کے لیے اپنی اپنی فہم و استعداد کے لحاظ سے جس طرح ساعی رہے ہیں، وہ لائقِ صد ستائش ہے، فجزاهم الله خير الجزاء لیکن جو کمزوریاں ان کی صفوں میں داخل ہو گئی تھیں، وہ بڑھتی چلی گئی ہیں یہاں تک کہ آج طبقہ علمائے دین کا وقار کافی حد تک مجروح ہو گیا ہے۔

علماءِ دین کے طبقہ کو طبقاتی کمزوریوں کے اُبھرنے اور بڑھنے سے جو صدقہ پہنچا ہے، اس سے طبعی طور پر اسلام کو اور نتیجۃً انسانیت کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اس لیے کہ اسلام کا علم، ملتِ اسلامیہ کی غذا ہے، جس سے اس ملت کی بقا ہے اور غذا کے فراہم کرنے والے علماءِ اسلام ہیں۔ اگر علماءِ اسلام علمی اور عملی اعتبار سے قوی اور بلند معیار کے حامل نہ ہوں تو ملت کی صلاح و فلاح کی

توقع ہی بے بنیاد ہو جائے گی۔

اسلام میں عبادت کا تصور جس طرح دین و دنیا کی تفریق پر مبنی نہیں ہے، اسی طرح اسلام علم کے سلسلہ میں دنیاوی علوم کو دینی تعلیم کے نصاب سے اس نہج پر خارج نہیں کرتا جو دوسرے مذاہب اور تہذیبوں کے فکر میں پایا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسلامی تہذیب کے دورِ عروج میں ملتِ اسلامیہ کا نظامِ تعلیم وحدانی (= اصول "توحید" پر مبنی) تھا، جس میں دینی علوم دوسرے تمام متداول علوم (سائنس، ریاضی، فلسفہ وغیرہ) کے ساتھ پڑھائے جاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دور کا ہر عالم "جامع العلوم" ہوتا تھا۔ پھر یہ کہ اس دور میں اندھا دھند سندیں نہیں دی جاتی تھیں، بلکہ ہر طالبِ علم کو اس کی لیاقت کی مناسبت سے سند دی جاتی تھی۔ جو معاشرہ میں اس کے مقام کو صحیح طور پر متعین کرتی تھی مزید بر آں یہ کہ تعلیم کے ساتھ تعمیرِ کردار کا بھی وقیع اور صحیح اہتمام تھا۔ اس طرح ذوق، محنت اور تقویٰ کا صحیح ثمرہ ملتا تھا۔

لیکن انیسویں صدی میں جب دشمنانِ اسلام عالم کو اپنا غلام میں بنانے میں کامیاب ہو گئے، تو انہوں نے اسلام کو فنا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کئے جن کے نتائج ملتِ اسلامیہ کے لیے نہایت خطرناک ثابت ہوئے۔ ان حربوں میں سے ایک نہایت ہی خوفناک حربہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا جس نے ملتِ اسلامیہ کی تعلیم کے کام کو اسلام کے ہاتھوں

سے چھین لیا۔ اس نظامِ تعلیم نے ایک جانب ملت کو اسلام سے آہستہ آہستہ بیگانہ کیا اور یہ صورتِ حال بد قسمتی سے مسلم ممالک کی سیاسی آزادی کے بعد بھی جاری ہے۔ دوسری جانب اس نے ملت کو ذہنی غلامی اور معاشرتی غلامی اور معاشی غلامی میں مبتلا کیا۔ یہ غلامیاں سیاسی غلامی سے گلو خلاصی کے بعد بھی قائم ہیں، بلکہ ذہنی غلامی اور معاشرتی غلامی رُو بہ ترقی ہے۔

ان نتائج کے علاوہ ایک اور اندوہ ناک نتیجہ بھی مرتب ہوا، یعنی: زندگی کے بازار میں دینی تعلیم کی کوئی مادی قیمت نہ رہی یا اگر رہی تو بہت ہی حقیر رہ گئی۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ ذہین اور معاشرہ میں مادی اقتدار کے حامل افراد میں اس طرف آنے والوں کی تعداد الشاذ کالمعدوم رہ گئی اور دینی تعلیم پانے والوں میں کثرت اُن افراد کی ہو گئی جو مختلف اعتبارات سے پس ماندہ اور تہی مایہ تھے۔ اس کا طبعی نتیجہ یہ تھا کہ دینی تعلیم کے نصاب کو ہلکا کر دیا جائے اور دینی تربیت کے معیار میں نقصان واقع ہو۔

صورتِ حال ان اعتبارات سے دن بدن زبوں سے زبوں تر ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ آج طبقہ علماءِ اسلام، تمام شعبہ ہائے فکر و عمل، جدید مغربی تعلیم یافتہ افراد کے سپرد کر کے مساجد میں محصور ہو گیا ہے، جہاں اس طبقہ کی قیادت چند تعلیم یافتہ اور بیشتر غیر تعلیم یافتہ افراد تک محدود ہے۔

یقیناً آج بھی علماءِ دین کی صفوں میں وہ افراد موجود ہیں، جن کی علمی شخصیت اور بلندیِ کردار ملت کے لیے موجبِ افتخار ہے، مگر ایسے افراد بہت ہی کم ہیں۔ اکثریت ان افراد کی ہے، جو ایسی کمزوریوں میں گرفتار ہیں، جن کی وجہ سے طبقہ علماءِ دین اپنے صحیح مقام کو حاصل کرنے سے قاصر ہے اور یہ کمزوریاں علم کے اعتبار سے بھی ہیں اور کردار کے لحاظ سے بھی۔

دینی تعلیم کے محاذ پر جو کمزوریاں ہیں، ان کی ذمہ داری پوری ملتِ اسلامیہ پر ہے اور یہ فرض ملت پر ہی عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کمزوریوں کو رفع کرے، دوسری جانب مغربی تعلیم یافتہ اور دینی تعلیم یافتہ طبقات میں جو تصادم پایا جاتا ہے وہ ملت کے لیے انتہائی خطرناک ہے اور صحیح حل یہی ہے کہ تمام مسلم ممالک ایک ایسا نظامِ تعلیم مرتب اور رائج کریں، جس میں اسلامی شخصیت کی تعمیر پر اِصرار ہو اور دینی علوم کو بحیثیت اساس وروح قائم کرتے ہوئے تمام متداول علوم پڑھائے جائیں۔

لیکن جب تک یہ کام انجام نہ پائے اشد ضروری ہے کہ

(۱) ہماری دینی درسگاہیں ایسا جامع نصابِ تعلیم اختیار کریں، جس کے ذریعہ سے علومِ دینیہ کی معیاری تعلیم کے ساتھ طلباء کا تعارف افکارِ حاضرہ سے اس معیارِ علمی پر کرایا جاسکے، جس سے آراستہ ہو کر ہمارے علماءِ دین جدید وقدیم دونوں طبقوں کی رہنمائی کا کام بصیرت اور وقار کے ساتھ انجام دے سکیں۔

(۴) تمام دینی درسگاہوں میں تزکیۂ نفس، تعمیرِ کردار اور تربیت خدمتِ خلق پر علوم کی تحصیل کے برابر ہی وزن دیا جائے، تاکہ جو علماء تیار ہوں وہ ایک جانب جامع العلوم ہوں اور دوسری جانب صحیح اور بلند پایہ اسلامی کردار و شخصیت کے حامل ہوں اور اِن میں کامل نظر خدمتِ خلق ہو۔

علماءِ دین کا جامع العلوم اور جامع علم و کردار ہونا ہی وہ پہلا قدم ہے، جو ملتِ اسلامیہ کی عظمتِ رفتہ کی تعمیرِ نو میں سنگِ بنیاد بن سکتا ہے۔ بغیر اس علمی اقدام کے تمام دوسری اِصلاحی مساعی ناکام ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

یوں تو ہمارے اسلاف میں جامع العلوم ہونا معمول بہ رہا ہے، لیکن بے شمار عظیم المرتبت شخصیتوں کے اس منور قافلہ میں حضرت امام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے، جنھوں نے جامع العلوم ہونے کی حیثیت سے یونانی اور ایرانی افکار کے حملوں سے پیدا شدہ مفاسد کا قلع قمع، جس بے مثال انداز سے کیا وہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی درخشندہ علمی باب ہے۔

اسی طرح ہماری علمی تاریخ ایسی شخصیتوں سے لبریز ہے، جو جامع علم و کردار بن کر مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے اور جنھوں نے کفار کے مابین اور ملتِ اسلامیہ کے مابین روحانی تربیت و تزکیہ کے کاموں کو ایک ممتاز سطح پر اور نہایت شاندار انداز سے انجام دیا، اور اس طرح انسانی تاریخ میں اپنی عظمت کے نہ مٹنے والے نقوش ثبت فرما گئے۔ یہاں مثال کے طور پر اس عظیم المرتبت ہستی کا

ذکر مناسب ہوگا جس کو غوث الاعظم محی الدین سید عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ایک بلند علمی مقام کے حامل ہیں، لیکن اس سے زیادہ آپ تزکیۂ نفس اور ارتقاءِ روحانی کے ایک نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے ملتِ اسلامیہ پر صلاح و فلاح کے عظیم احسانات فرمائے ہیں اور آپ کا روحانی فیض آج بھی اپنی پوری تابانی کے ساتھ جاری ہے۔ آپ نے جو کارنامہ اپنی عظیم المرتبت روحانی شخصیت کے ذریعہ سے تاریخِ اسلام میں انجام دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، اسی طرح سلطان الہند قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم اور پاکیزہ شخصیت ہے آپ جامع علم و کردار اور صاحبِ ارشاد و تبلیغ ہونے کے اعتبار سے مقامِ رفیع پر فائز ہیں۔ یہ آپ ہی کی روحانی شخصیت کی تلوار تھی، جس نے ہندوستان میں کفر کے قلعہ کو فتح کر کے صدیوں پہلے پاکستان کا سنگِ بنیاد رکھا۔

بیسویں صدی عیسوی کی شخصیتوں میں بھی علماءِ کرام میں متعدد ہستیاں جامع العلوم اور جامع علم و کردار ہوئی ہیں، ان میں سے ہر ہستی اپنے دائرہ میں ان علماء پر فائق رہی ہے، جو جامع نہ تھے۔ اس کی ایک مثال مبلغِ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک اور جلیل القدر شخصیت ہے۔ آپ دینی علوم اور جدید افکار دونوں کے جامع تھے اور کردار کے اعتبار سے ایک بلند اسلامی روحانی شخصیت کے حامل تھے۔ انہی صفاتِ ستودہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ

نے آپ کو دورِ حاضر کا سب سے ممتاز مبلغ اسلام بنایا اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اطراف واکنافِ علم میں دینِ متین کی وہ عظیم خدمات انجام پائیں، جو پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے موجبِ افتخار ہیں۔

الجامعة العليمية الإسلامية کا قیام

اوپر ہم نے تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے جس فلسفۂ تعلیم کو پیش کیا وہی فلسفۂ تعلیم "الجامعة العليمية الإسلامية" کی اساس ہے۔ راقم الحروف ان افکار کو پچھلے تیس سال سے ہندوپاکستان، مشرقِ وسطیٰ اور جنوبی مشرقی ایشیا کے علماء اور دینی جامعات کے سامنے پیش کرتا رہا ہے، مگر ان افکار کو عملی صورت دینا ایک بہت ہی کٹھن مرحلہ ہے، خصوصاً اس وجہ سے کہ ہمارے علماءِ دین کی صفوں میں ایسے افراد جو دینی علوم کے ساتھ عصری علوم (طبیعات، فلسفہ، عمرانیات وغیرہ) میں بھی دسترس رکھتے ہوں، تقریباً مفقود ہیں۔

بہر حال جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اپنی بے بضاعتی کے باوجود عاجز اور اس کے رفقاءِ کار نے قدم بڑھایا اور اگست ۱۹۶۲ء میں "الجامعة العليمية الإسلامية" کا قیام عمل میں آیا۔ اس جامعہ میں تعمیرِ کردار اور تربیت خدمتِ خلق کے علاوہ جو درسی نصاب ہے، وہ حسبِ ذیل فنون پر مشتمل ہے:

(۱) عربی زبان وادب، انگریزی زبان وادب، ایک اور زبان۔

(۲) اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ۔

(۳) تفسیر، حدیث، فقہ، اِفتاء۔

(۴) سیرۃ الرسول ﷺ، تاریخِ اسلام، تاریخِ عالم۔

(۵) تصوف، سیرت سازی، خدمتِ خلق۔

(۶) منطق، کلام و فلسفہ، نفسیات۔

(۷) فلسفۂ مذہب، فلسفۂ اخلاق، عمرانی فلسفہ۔

(۸) تقابلِ ادیان، تقابلی فلسفہ، فِرقِ اسلامی کی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ۔

(۹) تجوید، تقریر، اِنشاء، مناظرہ۔

ان مضامین کو پڑھانے کے لیے تدریجی نصاب تجویز کیا گیا ہے، پورے نصاب کے لیے ان افراد کے واسطے جو میٹرک تک عمومی تعلیم حاصل کر چکے ہوں، سات سال کی مدت مقرر کی گئی ہے۔ سات سال کا یہ نصاب تین منزلوں میں منقسم ہے۔ یعنی: ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ۔ ادنیٰ کی تکمیل کے لیے تین سال، اوسط کی تکمیل کے لیے پانچ سال اور اعلیٰ کی تکمیل کے لیے سات سال کی مدت درکار ہو گی۔

ہم نے قلتِ وسائل اور دینی مسائل کی جانب سے بیشتر دولت مند حضرات کی دردناک بے توجہی کے باوجود یہ عظیم اِقدام کیا ہے اور صرف اس لیے اس راہ کی تمام صعوبتیں مول لی ہیں کہ یہ مقدس فریضہ ہے اور اِحیاءِ دین نیز علماءِ اسلام کی قیادت کو صحیح مقام عطا کرنے کے لیے یہ اِقدام ناگزیر ہے،

حقیقت یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم کے لیے ایسا جامع نصاب جو دورِ حاضر کے معاند ماحول میں صحیح اور قوی اسلامی قیادت فراہم کر سکے اور جدید علم الکلام کی تدوین جو دورِ حاضر کے علمی چیلنج کا دندان شکن جواب پیش کر سکے۔ یہ ایسے دو فرائض ہیں کہ ان کی ادائیگی کے سلسلہ میں مزید تغافل ملّی خودکشی کے مرادف ہو گا۔

ہم اپنی کم مایگی کے معترف ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں۔ ہم نے اسی کے بھروسہ پر قدم بڑھایا ہے، وہی ہمیں تمام وسائل عطا فرمائے گا، جن کی ہمیں ضرورت ہے اور وہی اس منصوبہ کی تکمیل فرمائے گا۔ واللہُ المستعانُ وعلیہ التکلانُ"[۹۷]۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اس ادارے کے ساتھ تعاون کرنے والوں اور دوسروں کو اس کے ساتھ تعاون کی ترغیب دلاتے ہوئے ایک خط میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

شارعِ عبد العلیم صدیقی و شارع المرکز الاسلامی،

بی بلاک، شمالی ناظم آباد، کراچی۔ ۳۳ (پاکستان)

عزیز دینی بھائی / بہن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

---

۹۷ مولانا فضل الرحمن انصاری، "دینی تعلیم ایک تاریخی جائزہ۔ الخ"، ماہنامہ منزل کراچی، مئی ۱۹۶۴ء، جلد ۱، شمارہ ۱، ص ۵۔۹۔

آپ کے علم میں ہے کہ تحریک المرکز الاسلامی ﴿الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیہ﴾ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز نے ملتِ اسلامیہ کی خدمت کے لیے دینی، تعلیمی اور رفاہی منصوبوں کو عملی شکل دے کر مندرجہ ذیل ادارے المرکز الاسلامی شمالی ناظم آباد، بی بلاک، نزد اسٹیٹ بینک کوارٹرز میں قائم کیے ہیں:

۱۔ جامعہ علیمیہ اسلامیہ

۲۔ بیرونی و مقامی طلباء کا دار الاقامہ

۳۔ دار القرآن

۴۔ دار المطالعہ

۵۔ قادریہ لائبریری

۶۔ تبلیغی ماہ نامہ "مناریٹ" (انگریزی)

۷۔ ادارۂ تحقیق و مطبوعات

۸۔ ایک وسیع اور شان دار جامع مسجد (زیرِ تعمیر[۹۸])

آج تک جن اہلِ علم اور اہلِ قلم نفوس، مخیر حضرات، ہم دردان اور رفاہی خدمت کا ذوق و شوق رکھنے والے کارکنان نے اپنے علم، اپنے مال اور اپنی

---

۹۸ الحمد للہ اب یہ مسجد کافی عرصہ ہوا مکمل تعمیر ہو چکی ہے۔ علیمی

اعزازی خدمات سے ان اداروں کو کام یابی سے چلانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا ہے، میں اور کارکنانِ ادارہ اُن کا دلی شکریہ ادا کرنے کے ساتھ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سب کی مساعیِ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین۔

المرکز اسلامی میں قائم شدہ "جامعہ علیمیہ اسلامیہ" میں سال ہائے گذشتہ میں پاکستان، کوریا، فلپائن، فیجی، آسٹریلیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، سنگاپور، سیلون، ماریشس، کینیا، تنزانیہ، موزمبیق، جنوبی افریقہ، جنوبی یمن، جرمنی، کناڈا، سرینام وغیرہ کے طلباء نے تعلیم کے مختلف مدارج کی تحصیل کی۔ اس وقت اس ادارے میں سرینام، گیانا، (جنوبی امریکہ)، ویسٹ انڈیز، گھانا، جزائر فیجی، انڈونیشیا، سی چیلیس[۹۹] (بحرالہند)، جنوبی افریقہ اور مغربی و مشرقی پاکستان کے طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔

مستحق طلباء کو زکوٰۃ اور صدقات سے وظائف دیے جاتے ہیں، نیز یہ کہ ہمارے پاس دنیا کے مختلف ممالک سے جو درخواستیں داخلہ کے لیے آئی ہیں اور جس پیمانے پر دنیا کی متعدد اسلامی انجمنیں طلباء کو ہمارے پاس بھیجنے پر متوجہ ہیں اُس سے ہمیں توقع ہے کہ آنے والے تعلیمی سال میں وظائف کی احتیاج رکھنے والے مختلف ممالک کے کم از کم ۱۵ تا ۲۰ طلباء داخل ہوں گے بشرطیکہ

[۹۹] یعنی: Seychelles (سی شیلز)۔

ہمارے پاس ان کو وظائف دینے کے لیے رقم مہیا ہو جائے۔

الرکز الاسلامی میں وظیفہ کی مقدار ایک سو پچاس روپیہ ماہانہ فی کس (تا حال یہی) ہے اور تخصص کے طلباء کے لیے دو سو روپے ماہانہ دئے جاتے ہیں، زکوۃ سے حاصل ہونے والی رقم صرف ان طلباء پر صَرف ہو گی جو اس کے شرعاً مستحق ہیں۔

دینی اور عصری علوم کے جامع علماء اسلام کی تیاری کے سلسلہ میں "جامعہ علیمیہ اسلامیہ" کا جلیل القدر تبلیغی منصوبہ جس عظیم مقصد کا حامل ہے، ہمیں یقین ہے کہ آپ اس پر نظر فرماتے ہوئے زکوۃ و صدقات المرکز الاسلامی کے مستحق طلباء کی اعانت کے لیے عطا فرمائیں گے۔ نیز غیر زکوۃ کی مدات میں فی الحال ماہانہ ۵۰۰ روپے (فی الحال اس) سے زائد عطیات کی شدید ضرورت ہے تا کہ اساتذہ اور دیگر کارکنان کی تنخواہیں وغیرہ ادا کی جاسکیں۔ اس لیے آپ سے خصوصی درخواست ہے کہ عند اللہ آپ ماہانہ کچھ رقم مستقل طور پر عطیہ دیں یا/اور دلوادیں۔ جَزَاکُمُ اللهُ خَیْرَ الْجَزَآءِ۔

زکوۃ و عطیات کی نقد رقوم ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز کے نام مذکورہ بالا پتہ پر روانہ فرمائی جائیں۔

تحریک المرکز اسلامی غیر سیاسی، دینی، تبلیغی تحریک ہے اور رضاکارانہ قومی اعانت، اخلاص و محبت پر قائم ہے۔ دعا ہے کہ آپ کا تعاون و توجہ اسلام کی سربلندی اور اللہ کی رضامندی کا ذریعہ بن جائے۔ والسلام

محمد فضل الرحمن الانصاری القادری

ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

صدر ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز

آج کی صورتِ حال:

فی الحال ایک طالبِ علم کو جیب خرچ کے لیے ۱۵۰ روپے ماہانہ دیے جاتے ہیں، تخصص کے طلبہ کو الگ سے فی الوقت کچھ بھی رقم دیا جانا موقوف ہے۔ ایک طالبِ علم کے ماہانہ اخراجات تقریباً ڈھائی ہزار سے تین ہزار روپے تک ہیں، جس میں ٹیوشن فیس، کھانے اور دار الاقامہ میں رہنے کی سہولیات وغیرہ شامل ہیں۔

مولانا محمد فضل الرحمن الانصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر جامعہ علیمیہ اسلامیہ کے اساتذۂ کرام اور اس کے مکمل نصاب کی تفصیل کچھ یوں بیان فرمائی:

اَسمائے اساتذہ

الجامعة العليمية الإسلامية

برائے سال تعلیمی ۹۲۔۱۳۹۱ھ (۷۲۔۱۹۷۱ء)

۱۔ مولانا حافظ ڈاکٹر محمد فضل الرحمن الانصاری القادری

الفاضل فی الآداب والعلوم الشرعیہ، المتخصص فی الفلسفۃ الحدیثۃ والحکمۃ الاسلامیہ، الدکتور فی الفلسفۃ (ایم۔اے، بی ٹی ایچ، پی۔ایچ۔ڈی)، صدر جامعہ و اعزازی پروفیسر

۲۔ مولانا حافظ محمد محمود حسین صدیقی: ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، اعزازی پرنسپل

۳۔ مولانا عبد الغنی المصری: فاضل جامعۃ الازہر، ایم۔اے (کراچی یونیورسٹی)

۴۔ مولانا حافظ ظفر اللہ: فاضل درسِ نظامی، مولوی فاضل، فاضل ادب (عربی)، منشی فاضل ادیب کامل، فاضل الطب، سند القراۃ العشرہ، کامل (علیمیہ) وغیرہ۔

۵۔ مولانا سیّد عبد الحی بخاری: فاضل درسِ نظامی، کامل (علیمیہ)، بی۔اے (مدراس یونیورسٹی)

۶۔ مولانا انوار اللہ: فاضل درس نظامی، کامل (علیمیہ) [100]

---

[100] آپ اِدارہ میں استاذ الحدیث والتفسیر وغیرہ رہے، فاضل مدینہ یونیورسٹی ہونے کے علاوہ اکابر علماءِ دیوبند میں مفتی محمد شفیع، محمد عبد الرشید نعمانی، محمد یوسف بنوری، ولی حسن ٹونکی اور اِدریس میرٹھی وغیرہم سے اکتسابِ علم کیا، جیسا کہ آپ کی سند میں مذکور ہے۔

۷۔ مولانا عبد القادر المدنی: فاضل درسِ نظامی، فاضل فی العلوم الشرعیہ (الجامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ)، فاضل ادب (عربی)، الفضیلۃ الرسمیہ

۸۔ پروفیسر شمس الحق: ایم۔اے، بی ٹی (علیگ)، متخصص (علیمیہ)

۹۔ مولانا یوسف سلیم چشتی: فاضل درسِ نظامی، بی۔اے (فلسفہ)

۱۰۔ ڈاکٹر بشارت علی: پی۔ایچ۔ڈی عمرانیات (جرمنی)

۱۱۔ الحاج سیّد سبط نبی نقوی: ایم۔ایس۔سی (علیگ)، ایف۔آر۔اے۔ایس (لندن)، سابق ڈائریکٹر موسمیات حکومتِ پاکستان (اعزازی پروفیسر برائے فلسفۂ سائنس)

دورِ جدید کے چیلنج کا صحیح اسلامی جواب

ذہین اور صالح مسلم نوجوانوں کے لیے جامع دینی تعلیم کے ساتھ جدید تعلیم کا اعلیٰ منزلوں کے حصول کا نادر موقع

ملتِ اسلامیہ کو دینی و معاشرتی امتیازات و خصائص سے یکسر بے گانہ کرنے میں من جملہ اور عوامل کے برصغیر ہندو پاک میں انگریزی حکام کے وضع کردہ مغربی نظامِ تعلیم کو بڑا دخل ہے۔ مسلّمہ اسلامی اُصول کے صریحاً خلاف اس نظامِ تعلیم نے دین و دنیا کی تفریق کو اصل الاصول قرار دے کر لادینی ذہن کی تشکیل کو اپنا مقصد و مآل قرار دیا۔ چناں چہ اس نظام کے تحت قائم کردہ مدارس نہ صرف یہ کہ خالص لادینی تعلیم کے لیے مخصوص ہو گئے بلکہ مغربی طرزِ معاشرت اور غیر اسلامی ثقافت کی ترویج کے مؤثر ذرائع ثابت ہوئے۔ اُن سے فراغت پانے والے طلبہ کو مغربی طرزِ معاشرت کا دل دادہ اور اسلامی شعار و دستار کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا عادی بنا دیا گیا۔ اور پھر بدترین حکمتِ عملی کے تحت خالص مادّی ترقی و تقدم اور حصول سیم وزر وجاہ و حشم کے دروازے بلاشرکت غیرے عصری علوم کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا۔

جس طرح جدید تعلیم یافتہ افراد دینی علوم سے بے بہرہ رہے اُسی طرح علمائے دین عصری علوم سے نابلد رہے۔ ان دونوں طبقوں کے درمیان اتصال اور ربط باہم ناپید ہو گیا۔ اسی بنا پر علمائے دین معاشرے میں قائدانہ

کردار ادا کرنے سے قاصر رہے۔ نہ تو یہ جدید تعلیم سے بہرہ مند افراد امت کو مناسب افہام و تفہیم کے ذریعے اصلاحِ حال اور اسلامی مکارمِ اخلاق اور اوضاع و اقدار کی پاس داری کی طرف متوجہ کر سکے اور نہ مؤثر انداز میں خیر و فلاح کی طرف دعوت دے سکے۔

دورِ حاضر کے چیلنج کے جواب میں عصری علوم کی مرعوبیت سے بعض نے معذرت آمیز انداز اختیار کیا اور بعض نے سخت گیری سے کام لیا؛ مگر مقصد کسی طرح پورا نہ ہوا۔ معذرت آمیزی اگر بالکل بے اثر رہی تو سخت گیری باہمی کشیدگی کا باعث بنی اور الزام تراشیوں کا سلسلہ چل پڑا۔ عصری علوم کے واقفین نے دینی علوم کے متخرجین کو رجعت پسند، تنگ نظر اور دقیانوسی قرار دیا تو دینی علوم کے واقفین نے اُن کو بے دین کہنا شروع کیا۔

پاکستان کی تاسیس کے بعد اس تشویشناک افتراق و تشتت کے سدِّباب اور ملّی وحدت کی شیرازہ بندی کی ضرورت کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا گیا اور اس سمت میں چند غیر مربوط کوششیں بھی کی گئیں، مگر دورِ غلامی کے یادگارانہ نظامِ تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے اس میں اسلامیات کے مضمون کے اضافے سے جو جزوی پیوندکاری کی کوششیں کی گئیں اُن سے بات نہیں بنی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ راست سمت میں ایک مستحسن قدم ہے مگر یہ کافی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے علی العموم طلبہ میں کوئی نمایاں تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

اس سنگین صورتِ حال کے سدّباب اور دورِ حاضر کے چیلنج کے جواب کیلیے "الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیۃ" (World Federation of Islamic Missions) نے اپنے صدر مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن الانصاری القادری کی رہبری میں مسلم قوم کی تعلیم و تربیت کا ایک جامع و متوازن منصوبہ تیار کیا۔ صدر موصوف نے اپنے عالمی تبلیغی دوروں میں مشہور عالمی تعلیمی اور ثقافتی مراکز کا معائنہ فرمانے کے بعد اِقامتی جامعہ علیمیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

جامعہ علیمیہ پاکستان میں محض ایک دینی درس گاہ کا اضافہ نہیں کیا بلکہ انگریزی نظامِ تعلیم کی پیدا کردہ دینی و دنیاوی تفریق کو دور کرنے کی سعی بلیغ اور ایک جامع انقلابی تعلیمی منصوبہ کی عملی تشکیل ہے۔ اس کا مقصد وحید یہ ہے کہ دینی و عصری علوم کے حسنِ امتزاج سے ایسی متوازن تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے جو اسلام کی حقانیت، اسلامی نظریۂ حیات کی عظمت اور اسلامی طرزِ معاشرت کی برتری کا طلبہ کے قلب و نظر میں اعلیٰ وجہ البصیرت یقینِ کامل اس طرح جاگزیں کر دے کہ طلبہ کی وضع و قطع، شعار و دسار اور رفتار و گفتار میں وہی یقین جھلکنے لگے اور اُن کا کردار ایثار و قربانی، اخوت و محبت اور مواسات وہم دردی جیسے اسلامی اقدار سے مزین ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جامعہ نے اپنا علاحدہ نصابِ تعلیم مرتب کیا اور ایک اقامت خانہ بہ طور تربیت گاہ قائم کیا ہے۔ اس کے نصابِ تعلیم کی خصوصیت یہ ہے کہ طلبہ کی

تعلیم کی اساس علومِ دینیہ پر رکھتے ہوئے ان میں علوم و فنون کا حسنِ امتزاج پیدا کیا گیا ہے۔ جامعہ علیمیہ اسلامیہ عربی زبان وادب، تفسیر واصولِ تفسیر، حدیث واصولِ حدیث، فقہ واُصولِ فقہ، کلام، افتا، سیرتِ طیبہ و تاریخِ اسلام کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان و ادب، منطق، قدیم و جدید فلسفہ، نفسیات، فلسفہ، مذہب، نفسیاتِ مذہب، فلسفۂ تاریخ، معاشیات، سیاسیات، عمرانیات، تقابلِ ادیان وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے۔ علومِ دینیہ کی تعلیم عربی زبان کے ذریعے اور عصری علوم کی تعلیم انگریزی کے ذریعے دی جاتی ہے تاکہ طلبہ اصلی ماخذوں سے پوری طرح مستفید ہو سکیں۔

معیارِ قابلیت برائے داخلہ:

جامعہ علیمیہ میں کم از کم سینئر کیمبرج یا میٹرک کے کامیاب طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ طالبِ علم نے داخلے سے قبل عربی زبان کو حاصل کیا ہو، کیوں کہ عربی کی تعلیم پہلے سال میں بالکل ابتدا سے طریقۂ جدیدہ پر دی جاتی ہے جو طلبہ پہلے سے عربی سے واقف ہیں اُنھیں بنیادوں کو مضبوط کرنے کا موقع ملتا ہے، اور جو واقف نہیں اُن میں اتنی استعداد پیدا کر دی جاتی ہے کہ آئندہ جماعتوں میں وہ بہ ذریعہ عربی علوم دینیہ کی بہ آسانی تحصیل کر سکیں۔ نصابی کتب کے انتخاب میں اس امر کا بہ طور خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ طلبہ تدریجی طور پر عربی میں استعداد بڑھا سکیں اور اعلیٰ معیار پر علومِ دینیہ کی

ٹھوس قابلیت اور بصیرت بھی حاصل کر سکیں۔

مراحلِ تعلیم

پہلی منزل:

جامعہ علیمیہ کے تعلیمی منصوبے کی پہلی منزل کو تین مراحل پر تقسیم کیا گیا ہے:

ا۔ درجۂ اعدادی واعلیٰ ثانوی (تین سال)

سال اول: اس میں ابتدائی عربی اور صرف و نحو، عقائد و عبادات، تجوید و قراءت، قرآن مجید کی چند سورتوں کا ترجمہ و تشریح و حفظ، سیرتِ طیبہ اور تقابلِ ادیان کے ساتھ سال اوّل انٹرمیڈیٹ کے نصاب کے مطابق انگریزی، معاشیات، تاریخِ اسلام، مدنیات، منطق، اسلامک اسٹڈیز کی تعلیم ہوتی ہے۔

سال دوم: اس میں عربی زبان، صرف و نحو، تفسیر و حدیث، فقہ، منطق قدیم وجدید اور تقابلِ ادیان کے ساتھ ساتھ سال دوم انٹرمیڈیٹ کے نصاب کے مطابق انگریزی، معاشیات، مدنیات، تاریخِ اسلام، اسلامک اسٹڈیز کی تعلیم دی جاتی ہے۔

سال سوم: اس میں عربی زبان و ادب، صرف و نحو، تفسیر، حدیث، فقہ و اُصولِ فقہ، فنِ قرءات اور تقابلِ ادیان کے ساتھ ساتھ بی۔اے سال اوّل کے نصاب کے مطابق انگریزی، معاشیات، سیاسیات، تاریخِ اسلام، اسلامک اسٹڈیز اور جدید فلسفے کی تعلیم ہوتی ہے۔

۲۔ درجۂ عالیہ (دو سال)

سال اوّل: اس میں عربی زبان و ادب، انشا، بلاغت، تفسیر، حدیث، اُصولِ حدیث، فقہ، علم الکلام اور تقابلِ ادیان کے ساتھ ساتھ بی۔ اے سال دوم، کے نصاب کے مطابق، معاشیات، سیاسیات، فلسفہ، تاریخِ اسلام اور اسلامک اسٹڈیز کی تعلیم ہوتی ہے۔

سال دوم: اس میں عربی زبان و ادب، انشا، بلاغت، تفسیر، اُصولِ تفسیر، حدیث، فقہ اور تقابلِ ادیان کے ساتھ ساتھ حسبِ ذیل جدید علوم کی تعلیم ہوتی ہے:

نفسیات، اصلاحِ نفس (Mental Hygiene)، تعمیرِ سیرت اور عمرانیات:

مذکورہ بالا نصاب کے سلسلے میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہر وہ پاکستانی طالبِ علم جو میٹرک پاس کر کے اس نصاب میں داخلہ لے گا وہ پانچ سال کی مدت میں ایک جانب انٹر میڈیٹ اور بی۔ اے کے امتحانات معاشیات، سیاسیات اور فلسفہ جیسے جدید مضامین کے ساتھ کام یاب کر سکتا ہے اور دوسری جانب جدید علمی بصیرت کے ساتھ علومِ دینیہ کے فاضل کی سند، یعنی درجۃ الاجازۃ العالیہ حاصل کر سکتا ہے۔

دوسری منزل:

درجۂ کامل (دو سال)

درجۂ کامل میں درجۃ الاجازۃ العالیۃ حاصل کرنے والے طلبہ کو

داخلہ دیا جاتا ہے۔ اُن طلبہ کو اس نصاب کی دو سال کی مدت میں ایک جانب کسی منتخب کردہ مضمون مثلاً عربی، معارفِ اسلامی، معاشیات، سیاسیات، فلسفہ وغیرہ میں ایم۔اے کا امتحان کراچی یونیورسٹی سے کام یاب کرنا ہوگا اور دوسری جانب جامعہ علیمیہ کے حسبِ ذیل نصاب کی تکمیل کرنی ہوگی:

فلسفۂ مذہب، فلسفۂ سائنس، نفسیاتِ مذہب، فلسفۂ تاریخ، عمرانیات۔

یہ تمام علوم دینِ اسلام کی روشنی میں پڑھائے جائیں گے اور کام یاب طلبہ کو درجۃ الکامل کی سند دی جائے گی۔

تیسری منزل:

درجۂ اختصاص (تین سال):

اس درجے میں "کامل" کی سند حاصل کرنے والے طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا۔ طلبہ کا کام تحقیقی نوعیت کا ہوگا جس کو وہ صدرِ جامعہ علیمیہ مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن الانصاری القادری، ایم اے، پی ایچ ڈی کے زیرِ نگرانی انجام دیں گے اور کام یاب ہونے پر "درجۃ التخصص" کی سند حاصل کریں گے۔ طلبہ اس منزل میں کراچی یونیورسٹی میں داخلہ لے کر اپنے ایم۔اے کے مضامین کے مطابق پی۔ایچ۔ڈی سند کی بھی تکمیل کر سکتے ہیں۔

تربیت گاہ، یعنی: دار الإقامۃ:

یہ امر واقعہ ہے کہ صرف عمدہ نصابِ تعلیم کی تربیت اور اُس کی مناسب

تدریس سے کسی تعلیمی منصوبے کے مکمل نتائج بر آمد نہیں ہو سکتے تاوقت یہ کہ ایک ایسا اقامت خانہ بھی قائم نہ کیا جائے جو طلبہ کے لیے ایک مکمل تربیت گاہ کا کام دے سکے اور جہاں تک ہمارے مبینہ تعلیمی منصوبے کا تعلق ہے اس کے لیے اعلیٰ تربیت گاہ کا ہونا از بس ضروری ہے۔ چناں چہ جامعہ علیمیہ نے مسجد اور اقامت خانہ کی عمارت کے ایک حصے کو ضروری آسائشوں سے مکمل کرنے کے بعد ہی باضابطہ تعلیم کا آغاز کیا ہے۔

دارُ الإقامة کی امتیازی خصوصیات:

۱۔ یہ اقامت خانہ کھلی اور صاف فضا میں اپنی عمارت، فرنیچر اور ضروری آسائشوں کے اعتبار سے ایک جدید اور عمدہ اقامت خانہ ہے۔

۲۔ طعام خانہ جدید سہولتوں سے آراستہ اور معیاری ہے اور امدادِ باہمی کے اُصولوں پر باورچیوں اور ملازموں کی مدد سے اس کے انتظامی اُمور خود طلبہ انجام دیتے ہیں۔

۳۔ طلبہ کی بود و باش اور تقسیمِ اوقات سے متعلق قواعد و ضوابط متعین ہیں۔

۴۔ ایک عالی شان جامع مسجد، جامعہ کے احاطے میں معیاری نفاست سے آراستہ ہے اور مقیم طلبہ کو ہر نماز باجماعت اُس میں ادا کرنا ضروری ہے۔

۵۔ عملی تربیت کے طور پر مسجد میں امامت کے اور خطابت کے فرائض اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ انجام دیتے ہیں۔

۶۔ دار الحفظ میں طلبہ قرآن کریم حفظ کرتے ہیں اور حافظ طلبہ رمضان میں تراویح پڑھاتے ہیں۔

۷۔ طلبہ کے لیے عربی وضع کا قبا بہ طور یونی فارم مقرر ہے جو ادارہ خود فراہم کرتا ہے اور ہر طالبِ علم کو مسہری مع مچھر دانی، کرسی، میز، الماری وغیرہ فراہم کی جاتی ہے۔

۸۔ ہر مقیم طالبِ علم کو ماہانہ ۱۵۰ روپے وظیفہ دیا جاتا ہے۔

۹۔ سال کے دوران مختلف اہم دینی مواقع پر جلسوں اور محفلوں کا انعقاد ہوتا ہے۔

۱۰۔ طلبہ کی تقریری صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لیے ایک "مجلسِ مذاکرہ" قائم ہے۔

۱۱۔ اقامت خانے کی عمارت میں ایک کتب خانہ اور معیاری دارالمطالعہ قائم ہے۔ اس میں علومِ دینیہ سے متعلق عربی، اُردو اور انگریزی کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ دارالمطالعہ سے مصلّیانِ مسجد اور عوام الناس بھی مستفید ہوتے ہیں۔

۱۲۔ ورزش جسمانی اور اس پر مبنی کھیلوں کا انتظام ہے۔

دینی ماحول:

داخلے کے وقت طلبہ سے نظم و ضبط، رہن سہن، اخلاق و عادات اور

تقسیمِ اوقات سے متعلق مختلف عہد و پیمان تحریری طور پر لیے جاتے ہیں تاکہ وہ ذہنی طور پر جامعہ کے مرتب کردہ خصوصی دینی ماحول کے لیے خود کو تیار کر سکیں۔ داخلے کے بعد ان قواعد و ضوابط پر پابندی کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کام کے لیے ایک مؤدب یعنی وارڈن مقرر ہے۔ ان قواعد و ضوابط کی پابندی اس مقصد سے کرائی جاتی ہے کہ طلبہ دینی نظم و ضبط کے عادی ہو جائیں۔ بفضلہ تعالیٰ گزشتہ سالوں کی کوشش سے جامعہ میں ایک مناسب دینی اور علمی ماحول مستحکم ہو چلا ہے۔

امتحانات مجلس تعلیم ثانوی و اعلیٰ ثانوی (سیکنڈری و ہائر سیکنڈری بورڈ آف ایجوکیشن اور کراچی یونیورسٹی):

جامعہ علیمیہ کے ہر طالبِ علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ بہ حیثیت بیرونی طالبِ علم (External Candidate) بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحانات میں شریک ہو۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے جامعہ نے خود بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب کی تکمیل کا انتظام کیا ہے جیسا کہ مراحلِ تعلیم کے ضمن میں واضح کیا گیا ہے۔ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جامعہ علیمیہ کے طلبہ کو جامع علمی قابلیت اور جامعہ علیمیہ کی اسناد کے ساتھ ساتھ ایسی اسناد بھی حاصل ہو جائیں جن کی بنا پر اُن کے لیے جائز وسیلہ معاش کا حصول آسان ہو جائے اور جامعہ علیمیہ سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ اپنی عملی زندگی میں صحیح معنٰی میں دینی اور دنیاوی

قیادت کے اہل ثابت ہو سکیں۔ جامعہ علیمیہ کے مختصر تجرباتی دور میں امتحانات کے نتائج نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے طلبہ بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحانات میں جدید علوم کے رسمی اداروں کے طلبہ کی طرح عمدہ انداز سے کام یاب ہوتے ہیں۔ اب تک ہمارے متعدد طلبہ نے یہ کام یابی انٹر میڈیٹ، بی۔اے اور ایم۔اے کے امتحانات میں معاشیات و سیاسیات و فلسفہ وغیرہ کے مضامین کی بنیاد پر حاصل کی ہے اور ہمارے بعض فارغ التحصیل طلبہ جامعہ ازہر اور مدینہ یونیورسٹی میں تخصص کے اعلیٰ درجے میں قبول ہو کر تعلیم کی اس منزل کی تکمیل کر رہے ہیں۔

غیر مقیم طلبہ کا داخلہ:

جامعہ کے خصوصی منصوبے میں اس کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے طلبہ کی خصوصی تربیت کو جو اہمیت حاصل ہے، اس کے پیشِ نظر ابتدا میں جامعہ نے صرف اُن طلبہ کو داخلہ دیا جن کی رہائش کا بندوبست کیا، یا جن کی رہائش کا بندوبست کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے اقامت خانے کی معیاری سہولتوں اور ۱۵۰ روپیہ ماہانہ وظیفے کے ساتھ جامعہ اپنے محدود وسائل سے ایک محدود تعداد ہی میں طلبہ کو داخلہ دے سکتی تھی۔ اس لیے جامعہ نے اس قلیل تعداد ہی پر اکتفا کیا اور طلبہ کے لیے دین و دانش پر منحصر تربیتی ماحول کو خاطر خواہ مرتب کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ اب جب کہ ماحول مرتب ہو چکا ہے اور سال

ہائے ماسبق میں طلبہ کے نتائج حوصلہ افزا رہے ہیں تو مجلس نظمائے جامعہ نے اپنے تعلیمی منصوبے کے استفادے کو وسیع کرنے کے لیے میٹرک کامیاب غیر مقیم طلبہ کو بھی داخلہ دینا منظور کیا ہے۔

غیر مقیم طلبہ کے لیے سہولتیں:

۱۔ جن طلبہ کا داخلہ منظور ہو گا اُن میں ہر ایک کو ۳۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔

۲۔ جامعہ کے نصاب کی اور بورڈ اور یونیورسٹی کے نصابات کی تعلیم لائق اساتذہ کے ذریعے مفت ہو گی۔

۳۔ جامعہ کے مرتب کردہ دین و دانش پر منحصر ماحول سے اخلاق و عادات کو آراستہ کرنے کا موقع ملے گا۔

۴۔ جامعہ کے کتب خانے سے استفادہ ممکن ہو گا۔

۵۔ حفظِ قرآن اور تعلیمِ تجوید و قراءت کی سہولت حاصل ہو گی۔

۶۔ مسجد میں امامت اور خطابت کرنے کا عملی موقع ہو گا۔

۷۔ تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت کے لیے ہدایت میسر ہو گی۔

۸۔ سال اوّل کے لیے لازمی مضامین کے علاوہ اختیاری مضامین میں سے عربی، اسلامک اسٹڈیز، معاشیات، مدنیات، منطق اور تاریخ اسلام کی تعلیم کا انتظام ہے۔

آخر میں ہم گزارش کریں گے اُن والدین سے جو جدید تعلیم کے اخلاق سوز مظاہرے سے پریشان ہیں، جو ٹیڈی ازم اور ہپی ازم کے پیروں تلے اپنی ملی خصوصیات کے روندے جانے پر لرزاں ہیں اور جو اپنی اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کی ذمے داری سے عہدہ بر آ ہونا چاہتے ہیں، جو ایسی تعلیم و تربیت کے آرزو مند ہیں جو دین و دنیا اور روح و بدن کے تقاضوں کو پورا کرے، جو یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے ملتِ مسلمہ کے مایہ ناز افراد بنیں اور اسلامی اخلاق کے آئینہ دار ہو کر انسانیت کی حقیقی خدمات انجام دیں، اُن کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ اپنے بچوں کو جامعہ علیمیہ میں داخل کرائیں جہاں دینی اساس پر طلبہ کو پروان چڑھایا جاتا ہے اور اُنھیں حقیقی علمی قابلیت، دینی بصیرت اور اخلاقِ حسنہ کے ساتھ ساتھ بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب کی تعلیم بھی میسر آتی ہے اور پھر یہ سب کچھ بلا معاوضہ بلکہ اُلٹے ۳۰ روپے ماہانہ وظیفے کے ساتھ! ہمیں توقع ہے کہ اس موقع سے ایسے نادار طلبہ بھی استفادہ کریں گے جو اعلیٰ تعلیم کی لگن رکھتے ہیں مگر اعلیٰ تعلیم سے اس لیے محروم ہیں کہ اُن میں تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کی سکت نہیں۔

جامعہ علیمیہ اسلامیہ، شمالی ناظم آباد، بی بلاک میں تعلیمی بورڈ آفس کے مقابل شمالی ناظم آباد، ریلوے اسٹیشن سے متصل واقع ہے جہاں کراچی کے دور افتادہ علاقوں سے بہ آسانی آیا جاسکتا ہے۔ جامعہ کے طلبہ کو ریلوے کا رعایتی

پاس بھی حاصل ہو سکتا ہے، نیز شہر کے ہر علاقے سے یہاں کے لیے بسیں بھی کثیر تعداد میں چلتی ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

پہلی تقریبِ اسناد کے مہمانِ گرامی:

پہلی تقریبِ تقسیمِ اَسناد کے موقع پر اُس وقت کے گورنر سندھ محترم جناب لفٹننٹ جنرل رخمان گل صاحب مہمان خصوصی تھے، آپ کو مختلف اعزاز حاصل تھے، مثلاً ستارۂ پاکستان، ستارۂ قائدِ اعظم، ستارۂ خدمت اور ملٹری کراس۔ ۲۹/ اگست ۱۹۷۱ء بروز اتوار جامعہ علیمیہ میں خطبۂ صدارت دیتے ہوئے فرمایا:

محترم ڈاکٹر انصاری اور حضرات! السلام علیکم

آپ نے اپنے مؤقر اِدارہ کے تقسیمِ اسناد کے جلسے میں شرکت کی دعوت دے کر جو اعزاز بخشا ہے، میں اس کے لیے ممنون ہوں۔

تاریخ گواہ ہے کہ انسانی کوششوں نے ہمیشہ ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی، جو متضاد مفادات کے ٹکراؤ سے پیدا ہوئے۔ دولت اور اقتداری انسانی خواہشات کے نتیجے نے جنگ، قتل وخون، مصائب، فرقہ وارانہ اور قومی

مناقشات، فریب، رشوت، ناانصافی اور عدم مساوات پیدا کیے۔ فی الحقیقت ہونا یہ چاہیے تھا کہ اقتدار اور دولت کی آرزو میں روحانیت کو ضرور دخل رہتا، تاکہ کل معاشرہ کی ترقی اور ترویج میں انسانی مساعی کار فرما رہتیں۔ اس امر کا حل اسلام اپنے ضابطۂ حیات کے ذریعے پیش کرتا ہے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ نے انسانوں پر قدرتی قوانین کی شکل میں نازل فرمایا۔ اسلام، مذہب کے علاوہ ایسا نظام ہے، جس میں اصول اور نظام عقائد بھی شامل ہیں اور ایک فرد کی شخصی اور اجتماعی زندگی پر منطبق ہے۔ مزید بر آں اخلاقیات، معاشیات اور سماجی زندگی کے لیے بھی اس میں درسِ ہدایت موجود ہے۔ لہٰذا اس پر قرآن حکیم کی ہدایات کے مطابق مکمل طور پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے، ارشادِ باری ہے:

"اے ایمان والو! اسلامی اصولوں پر مکمل عمل کرو"۔

آج اسلامی دنیا مادی انتہا پسندی کا شکار ہے۔ عقائد تباہ ہو گئے ہیں اور مذہب رسم بن کر رہ گیا ہے۔ اس طرح اسلامی تبلیغات کا کردار منفی ہو گیا ہے اور تعلیم کی وہ ذمہ داری جو اسے سونپی گئی تھی وہ لایعنی ہو گئی ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو محسوس کریں گے کہ اسلام اور اس کے پیرؤوں نے جو شخصی مثالیں اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے پیش کی تھیں، ان کا اثر صرف عرب تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ ان اثرات نے ان سرحدوں کو بھی عبور کر لیا

تھا، جہاں قرآن مجید کی زبان سمجھنے والے لوگ موجود نہ تھے۔ حقیقتاً اسلام کا نور اتنی دور تک نہ پہنچ پاتا، اگر معاملہ صرف تبلیغ تک ہی محدود ہوتا۔ مختلف نسل، رنگ اور قومیتوں کے انسانوں نے اسلام کو صرف اس وجہ سے قبول نہیں کیا کہ وہ ایک بہترین نظریہ پیش کر رہا تھا بلکہ ان کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروؤں کی ذات مبارک اور اُسوۂ حسنہ تھے۔ لہٰذا ہر اس مسلمان کو جس کے دل میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا جذبہ موجود ہے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ کام اسلامی نظریات پر عمل پیرا ہو کر ہی کیا جاسکتا ہے۔

جنابِ صدر! آپ کے مؤقر ادارہ نے اسلام کی تبلیغ کا مبارک کام صرف اس لیے انجام دینا شروع نہیں کیا کہ اسلامی فکر اور ثقافت کی نشاۃِ ثانیہ ہو بلکہ اس لیے سرانجام دیا ہے کہ اس دین کو اس کے احکام اور عمل کو مختلف لوگوں میں روشناس کرایا جائے جو اس وقت مختلف مذاہب کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ کام ایک مقدس فریضہ اور ایک چیلنج ہے۔ یہ چیلنج اس لیے ہے کہ آپ کا ادارہ اپنے طلباء کو مادیت سے نبرد آزما ہونے اور انہیں مختلف رائج الوقت فلسفوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہا ہے۔ جیسے کہ آپ نے ذکر کیا ہے کہ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ دنیا کو مادیت کے تباہ کن اثرات سے محفوظ رکھا جائے۔ جہاں تک ارتکازِ دولت کا تعلق ہے وہ اگر قومی اور معاشرتی بہبود کے لیے استعمال کی جائے تو ہمت افزائی کے لائق ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کی

ذات کے لیے محدود ہو کر رہ جائے اور اُن فرائض کو ادا نہ کیا جائے جو اسلام نے خوشحال مسلمانوں پر عائد کیے ہیں تو یہ ارتکاز اسلام کی روح کے منافی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے گرد و پیش نظر ڈال کر دیکھے تو صورتِ حال سے عہدہ بر آ ہونے کے لیے دو طریقے ہی ممکن ہیں۔ ایک وہ منفی طریقہ ہے جس میں ترکِ دنیا کی تعلیم دی جاتی ہے جیسا کہ مشرق کے گوشہ نشینوں اور سنیاسیوں اور مغربی دنیا کے سماجی اچھوتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوسرا طریقہ مثبت پہلو لیے ہوئے ہے اور جس کے تحت مادی اور روحانی پہلوؤں کو اسلام کی ہدایت کے مطابق یکجا کیا جاتا ہے۔ دنیا میں اسلام شاید وہ واحد مذہب ہے، جو مادیت اور روحانیت میں تفاوت نہیں برتتا بلکہ اُن دو متضاد عناصر میں مصالحت کراتا ہے، جس سے زندگی ہم آہنگ اور فعال ہو جاتی ہے۔ اسلام میں کسی بھی مقام پر اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ مادیت انسانی زندگی کے روحانی اقدار پر چھا جائے اس طرح انسانیت کو تباہی اور اہانت سے بچا لیا گیا۔ قرآن مجید اور سُنت نبوی میں اسی نظریۂ حیات کو پیش نظر رکھ کر اُسے ہر زمانہ کے لیے مکمل کر لیا گیا ہے۔ اگر موجودہ دنیا کو نجات دلا کر اُس کا صحیح مقام عیاں کرنا مقصود ہو تب ہمیں مسلمان کی حیثیت سے اس چیلنج کو قبول کرنا پڑے گا۔ اور جنابِ صدر! اس کام میں آپ کا ادارہ بلاشبہ معاشرہ کے لیے ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ آپ کے ادارہ کے پیش نظر جو منزل ہے، وہ ایک پاک فریضہ اور چیلنج ہے۔ میں چیلنج کے معانی کا ذکر کر چکا ہوں، اب میں مقدس فریضے کی طرف آتا ہوں جو آپ نے اپنے لیے تفویض کیا ہے اور جو فی الحقیقت ہر پیرو مذہب کے لیے ہے۔ ہم پر یہ واجب ہے کہ نہ صرف اسلام کی پیروی کریں بلکہ اُن کے پیغام کو تمام دنیا میں پھیلائیں۔ یہ فریضہ جہاد کے نظریے میں موجود ہے۔ ایک مسلمان کے لیے صرف یہی ضروری نہیں کہ وہ اپنی ہی خواہشات سے جنگ کرتا رہے بلکہ اس کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ جہالت، بربریت اور بُت پرستی کے خلاف مسلسل جنگ کرتا رہے۔ لیکن ایک عرصہ ہوا ہے کہ مسلمانوں نے اپنا یہ فریضہ ترک کر دیا ہے۔ ہم نے محض ایک دفاعی کردار ادا کیا ہے جس کی وجہ سے ہم دقیانوسی اور خود بین معاشرہ کے فرد ہو کر رہ گئے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ اسی خاص مقصد کے تحت عالمِ اسلام کو اُس کے خواب خرگوش سے بیدار کیا جائے تا کہ وہ اپنے شاندار ورثہ سے روشناس ہو سکے اور اُسے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے آپ نے ان نوجوانوں کی تربیت کی ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ نے اپنے نصاب میں مذہبی تعلیمات کے علاوہ جدید سماجی اور سائنسی تعلیمات کا بھی بندوبست کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس وجہ سے آپ کے طلباء موجودہ دنیا کی جدید فلسفیانہ موشگافیوں

سے کما حقہ واقف ہو کر دورانِ بحث و تمحیص اپنے خیالات کا اظہار لوگوں کے سامنے بخوبی کر سکیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ نے اور آپ کے قابل اساتذہ نے ان نوجوانوں کو اپنی تعلیم سے بخوبی سرفراز کیا ہے۔ لیکن جس چیز کی مجھے اُمید ہے اور جس کے لیے میں دعا گو ہوں وہ یہ کہ اُن میں سے ہر طالبِ علم اس تعلیم کا زندہ ثبوت بن جائے اور اس دنیا کے تاریخ گوشوں میں روشنی کا مینار ثابت ہو۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اور خلافتِ راشدہ کے دوران اسلام نہ تو تلوار سے پھیلا اور نہ الفاظ سے بلکہ اس کی اشاعت اس طرح ہوئی کہ ہر مسلمان نے خود کو اسلام پر عمل پیرا ہو کر بتا دیا تھا:

"قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن" (اقبال)

ہمارے اسلاف نے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے دنیا کے دور دراز مقامات کا سفر کیا اور وہاں کے باشندوں کے سامنے اسلامی اقدار پر عمل کر کے اُنہیں اپنا گرویدہ بنالیا اور اس طرح ایک وسیع پیمانے پر لوگ مسلمان ہو گئے۔

جناب ڈاکٹر انصاری اور نوجوان طلباء! میں آپ لوگوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس ادارہ میں حصولِ علم کے لیے قیام کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ میری دعا ہے کہ آپ اپنے مقصد اور زندگی میں کامیاب اور کامران ہوں۔

میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس مبارک تقریب میں شامل ہونے کی سعادت بخشی۔

"پاکستان پائندہ باد"۔

(خطبۂ تقسیم اسناد، ۲۹/ اگست ۱۹۷۱ء، یکشنبہ، ص ۱۔۴)

ا۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اربابِ فکر و دانش کی نظر میں

۲۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور تذکرہ بزرگانِ دین

۳۔ شجرۂ عالیہ قادریہ علیمیہ

ا۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اربابِ فکر و دانش کی نظر میں

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ملتِ اسلامیہ کی ترقی و خوشحالی کے لیے جو پُر خلوص و مؤثر خدمات انجام دی ہیں، دنیا بھر کے اہلِ علم نے اِن کی "عظمت" کا اعتراف کیا ہے۔ ان اہل فکر و دانش میں نہ صرف غیر مسلم مفکرین شامل ہیں، بلکہ مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے اربابِ فکر و دانش بھی شامل ہیں، جنہوں نے کھلے دل سے مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو سراہا ہے۔

اگر ہم سب کے تاثرات کو قلم بند کریں، تو اس کے لیے کئی صفحات درکار ہیں، تاہم یہاں ذیل میں چند منتخب افراد کے تاثرات کو ذکر کیا جاتا ہے:

علامہ اقبال کا خط:

مولانا محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ جانا چاہتے تھے، اس سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۷ء میں علامہ اقبال کو خط لکھ کر رہنمائی طلب کی تو علامہ اقبال نے یہ جواب دیا:

"جہاں تک اسلامی ریسرچ کا تعلق ہے، فرانس، جرمنی، انگلستان اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے مقاصد خاص ہیں، جن کو عالمانہ تحقیق اور احقاقِ حق کے ظاہری طلسم میں چھپایا جاتا ہے۔ ان حالات میں آپ کے بلند مقاصد پر نظر رکھتے ہوئے مَیں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے لیے یورپ جانا بے سود ہے۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

مصر جائیے، عربی زبان میں مہارت پیدا کیجیے، اسلامی علوم کی دینی اور سیاسی تاریخ، تصوف، فقہ، تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اصل روح تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ پھر اگر ذہن خداداد ہے اور دل میں خدمتِ اسلام کی تڑپ ہے تو آپ اس تحریک کی بنیاد رکھ سکیں جو اس وقت آپ کے ذہن میں ہے"[۱:۱]۔

(ا) رئیس العلماء علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ، سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ نے ۷ر مئی ۱۹۳۶ء میں فرمایا:

"حافظ فضل الرحمٰن ایک باوصف اور ذہین شخصیت کے مالک ہیں، اُن کی تعلیمی قابلیت کو دیکھا جائے تو مسلم یونیورسٹی میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے میری نگرانی میں اسلامی تھیالوجیکل سائنس کی تعلیم بڑی محنت اور قابلیت سے مکمل کی۔ تصوف اور فلسفے میں بھی وہ غیر معمولی دل چسپی رکھتے ہیں اور اُنھوں نے مجھ سے ان مضامین میں کافی مدد لی ہے۔ اسلام کی تبلیغ اُن کی زندگی کی

۱:۱ اقبال نامہ، جلد دوم، ص ۱۶۴، بحوالہ "تاریخ ساز علامہ اقبال"، پروفیسر افتخار حسین شاہ، بیکن بکس، گلگشت ملتان، ۲۰۰۲ء، ص ۲۶۔

منزل ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ اُنھیں اپنے مقصد میں کام یاب فرمائے[۱۰۲]۔"

(۲) مشہور ریاضی دان پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم، پی۔ایچ۔ڈی، جرمنی، سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، نے ۱۱ر اگست ۱۹۴۵ء، میں کہا:

"مجھے جناب فضل الرحمٰن انصاری کی کامیابیوں اور کردار کو بیان کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہورہی ہے۔ وہ پچھلے کئی سالوں سے اس یونیورسٹی کے طالبِ علم رہے، اس دوران اُنھوں نے اپنی منزل بڑی قابلیت اور ذہانت سے حاصل کی جو کہ بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اُنھوں نے ہمیشہ امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اُن کا مطالعہ بڑا وسیع اور گہرا ہے۔ اُن کا عربی اور فلسفے کا مطالعہ کسی بھی ماڈرن یونیورسٹی کے اچھے طالبِ علم سے کم نہیں ہے۔

جناب انصاری صاحب نے شان دار تعلیمی کام یابیوں کے علاوہ دنیا کا سفر کرکے بہت سارے تجربات حاصل کیے۔ اُنھوں نے اسلام کے موضوع پر کئی کتابیں تحریر کی ہیں اور وہ بہت اچھے مقرر ہیں۔ یونیورسٹی میں اُنھوں نے آفتاب ہوسٹل میں، جہاں یونیورسٹی کے ذہین طالبِ علم

---

[۱۰۲] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۷۔

رہائش رکھتے تھے، وارڈن کی حیثیت سے قابلِ تعریف کام کیا۔ اب اُنھوں نے فلسفہ اور اسلام کے موضوع پر تحقیق کا کام شروع کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کا یہ کام فلاسفی کے لیے عظیم سرمایہ ہو گا۔ وہ انگلش اور عربی بولنے اور لکھنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ کردار کے معاملے میں ایک بہترین انسان ہیں۔ اُنھوں نے اپنے اندر اسلامی ثقافت اور مغربی علوم کو یک جا کیا ہوا ہے۔ حقیقت میں وہ یونیورسٹی کے ایک بہترین فارغ التحصیل طالبِ علم ہیں۔ قوم کو اُن سے بہت ساری اُمیدیں وابستہ ہیں۔ میری نیک خواہشات اُن کے کام یاب اور خوش حال مستقبل کے لیے دعا گو ہیں"[۱۰۳]۔

(۳) ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی جرمنی، سابق صدر شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ، ۱۹ر ستمبر ۱۹۴۵ء میں کہا:

"میں جناب فضل الرحمٰن انصاری ایم۔اے، بی۔ٹی۔ایچ (علیگ) کو بارہ سال سے جانتا ہوں۔ میرے ساتھ اُن کے اچھے روابط رہے ہیں۔ وہ اپنے اساتذہ اور ساتھیوں کے درمیان ایک ذہین طالبِ علم جانے جاتے تھے۔ کچھ وقت سے وہ میرے ساتھ اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل

---

۱۰۳ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۲۱۔

کرنے کے لیے مذہبی فلسفے کے مقالے پر کام کر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ بہت بڑا کام ہو گا۔

جناب فضل الرحمٰن انصاری بہت قابل اور دنیا کا گہرا تجربہ رکھنے والے ہیں۔ وہ اسلام پر بہت ساری کتابیں، پمفلٹ اور مضامین لکھ چکے ہیں جو بہت پسند کیے گئے ہیں۔ اپنی عادات و اطوار سے فضل الرحمٰن ایک بہترین انسان ہیں جنھوں نے اپنے اندر سچا اسلامی کلچر اور مغربی تعلیمات کو سمویا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ جہاں بھی جائیں گے اپنے اساتذہ کا، علی گڑھ یونیورسٹی کا اور اپنا نام روشن کریں گے[۱۰۴]۔"

(۴) پروفیسر محمد بابر مرزا[۱۰۵]، سابق ڈین شعبہ سائنس مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے ۱۲/ اپریل ۱۹۴۴ء میں کہا:

---

[۱۰۴] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۲۰۔

[۱۰۵] آپ جنوری ۱۹۳۰ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں اس شعبہ کے رئیس مقرر ہوئے اور تیس سال تک اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران اس شعبہ نے بہت ترقی کی اور تحقیق کی نئی راہیں وا ہوئیں اور اسے ایک عالمی حیثیت حاصل ہو گئی۔ ۱۹۶۱ء میں اس عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ پروفیسر صاحب کی خدمات کے اعتراف میں یونیورسٹی نے ۱۹۸۴ء میں آپ کے نام سے موسوم ایک ایوارڈ جاری کیا، جس کا نام "Prof. M.B. Mirza Award" ہے۔ اس ایوارڈ سے تاحال انیس (۱۹) افراد کو نوازا جا چکا ہے۔ (دیکھیے: http://www.parasitologyindia.org/awards.htm)

"مجھے یہ کہتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ حافظ فضل الرحمٰن انصاری ہماری یونیورسٹی کے بہترین طالبِ علم ہیں۔ جتنی دیر بھی وہ ہمارے ساتھ رہے ہیں، اُن کا تعلیمی کیریئر بہت شان دار رہا ہے۔ آفتاب ہاسٹل کے وارڈن کی حیثیت سے اُنھوں نے اپنی انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ وہ ایک محنتی، سیدھے سادھے اور بہت سی صلاحیتیں رکھنے والے انسان ہیں۔ میرے پاس اُن کی تعریف کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اُن کی صلاحیتوں اور کردار کی وجہ سے مجھے یقین ہے کہ اُن کا مستقبل نہایت روشن اور کام یاب ہو گا"[۱۰۶]۔

(۵) پروفیسر عبد العزیز میمنی[۱۰۷]، صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، نے ۲۳ر نومبر ۱۹۳۷ء میں یوں اِظہارِ خیال فرمایا:

---

۱۰۶ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۲۱۔

۱۰۷ ۱۸۸۹ء میں راجکوٹ (کاٹھیاوار) میں پیدا ہوئے، تحصیلِ علم کے لیے سفر کیا، اہلِ کمال کی خدمت میں رہ کر عربی ادب میں کمال پیدا کیا۔ ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ آئے اور یہاں عربی میں استاد پھر صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں کراچی آئے اور جامعہ کراچی میں شعبہ عربی کے صدر منتخب ہوئے۔ مولانا کا اوڑھنا بچھونا عربی زبان و ادب کی خدمت تھا۔ ۹۶ سال کی عمر میں ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کراچی میں انتقال ہوا۔ دو درجن سے زائد کُتب و تصانیف یاد گار چھوڑیں۔ (وفیاتِ معارف، ص ۳۸۶۔۳۸۸)۔

"میں نے اپنی زندگی میں اُن جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو کہ اُن کی برابری کر سکے۔ شرافت، کردار کی پختگی، علم کی محبت، اسلامی مسائل میں وسیع النظر، کسی کام کو کرنے کی صلاحیت اور اُن جیسا حوصلہ میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔ اپنی کم عمری کے باوجود اُنھوں نے اعلیٰ پوزیشن حاصل کی اور اپنے سے زیادہ تجربہ کاروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہر بڑے سے بڑے کام کو خوش اسلوبی سے سر انجام دے سکتے ہیں"[۱۰۸]۔

(٦) پروفیسر محمود حسین صدیقی (کراچی) کہتے ہیں:

"مولانا کی ذات وہ مرکز تھی جہاں عشق و عقل دونوں آکر ملتے ہیں۔ سیّاحِ عالم مولانا حافظ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری کی چشمِ کرم نے فضل الرحمٰن صاحب کے قلب و دماغ کو حضورِ اکرم ﷺ کی محبت کے نور سے منور کیا تھا۔ ایک مبلغِ اسلام کی خصوصیات میں بنیادی چیز حضورِ اکرم ﷺ سے والہانہ محبت ہے اور یہ محبت کی چنگاری کسی محبت میں فنا ہونے والی نظر سے ہی منتقل ہوتی ہے اور پھر شعلہ بن کر جسدِ خاکی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ تب ہی تو حضور ﷺ کے کام سے وابستگی اور

---

[۱۰۸] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱٦۔

اس میں ہمہ تن انہماک پیدا ہوتا ہے۔ غیر مسلم اُن کی بصیرت کے اس قدر مدّاح تھے کہ اُن کو "Great Thinker (عظیم مفکر)" کا خطاب دیا گیا۔ وہ کوئی سیاسی شخصیت یا سرمایہ دار نہیں تھے لیکن عالمِ اسلام میں لاکھوں افراد کے دلوں میں اُن کا ایک مقام ہے"[109]۔

(۷) پروفیسر ابو بکر احمد حلیم (سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی):

پروفیسر ابو بکر احمد حلیم (معروف بہ اے بی اے حلیم) نے جمعیت الفلاح کراچی کی طرف سے مولانا انصاری کی یاد میں منعقدہ ایک تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"مولانا انصاری تمام مذاہب اور مشرقی و مغربی علوم کے ماہر تھے۔ اُنھوں نے اسلام کو بہترین شکل میں پیش کیا۔ اُن کا مشن کامیاب رہا اور بہت سے غیر مسلم اُن کے خلوص، محبت اور جذبے کو دیکھتے ہوئے ایمان لے آئے۔ اُن کے دل میں اسلام اور ملک کی محبت تھی اور انھی خوبیوں کی وجہ سے وہ اسلامی دنیا میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے"[110]۔

---

۱۰۹ روزنامہ "جسارت" کراچی، شمارہ ۲۵ رجون ۱۹۷۴ء۔

۱۱۰ روزنامہ "جسارت" کراچی، شمارہ ۲۵ رجون ۱۹۷۴ء۔

(۸) ڈاکٹر عبد العزیز کامل (سابق نائب وزیرِ اعظم مصر):

ڈاکٹر عبد العزیز کامل صاحب ۱۸ / جون ۱۹۷۴ء کو مولانا فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے اور اُن کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اُن کے انتقال سے عالمِ اسلام ایک جیّد عالم، مفکّر اور اسلام کے مبلغ سے محروم ہوگیا ہے۔ میں اسلام کی تبلیغ کے لیے ڈاکٹر انصاری کے طریقۂ کار سے بہت متاثر ہوں جو تعلیم یافتہ اور ذہین افراد کو متاثر کرتا تھا"[۱۱۱]۔

(۹) ماہر القادری[۱۱۲]، شاعر و ایڈیٹر ماہنامہ "فاران" کراچی (جماعتِ اسلامی) نے کہا:

"اب سے تقریباً بیس بائیس برس پہلے جمعیۃ الفلاح کراچی کے ماہانہ آرگن Voice of Islam کی ادارت مولانا فضل الرحمٰن انصاری (ایم۔اے) سے متعلق تھی۔ جمعیۃ الفلاح کے جلسوں اور تقریبوں میں مولانا مرحوم سے راقم الحروف کی ملاقات ہوتی رہتی۔ یہ زمانہ اُن کی شہرت کے آغاز کا

---

[۱۱۱] روزنامہ "جسارت" کراچی، شمارہ ۲۰ / جون ۱۹۷۴ء۔

[۱۱۲] موصوف کیبر کلاں ضلع بلند شہر یوپی (انڈیا) میں ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے، والد نے نام منظور حسین رکھا، مگر اپنے تخلص کی وجہ سے ہی مشہور ہوئے۔ حیدر آباد میں مولانا عبد القدیر بدایونی سے بیعت ہوئے، مگر معلوم نہیں پھر کیوں تصوف سے بیزار ہو گئے۔ ۱۹۴۸ء میں کراچی ماہنامہ فاران جاری کیا۔ جون ۱۹۷۸ء میں انتقال ہوا۔ (وفیاتِ معارف، ص ۳۷۹)۔

تھا۔ جب میں نے پہلی بار انھیں دیکھا تو اُن کی پاکیزہ صورت، شرعی وضع قطع اور سنجیدہ چال ڈھال کا دل نے اچھا اثر قبول کیا۔ اُس کے بعد سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلسوں میں اُن سے ملنے اور بات چیت کرنے کے مواقع ملتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں ساؤتھ افریقہ اور نیروبی کے سفر کے بعد جب میں یورپ کی سیر و سیاحت کی تو جنیوا بھی جانا ہوا اور اُسی اسلامی سینٹر میں ٹھہرا جہاں مولانا فضل الرحمٰن انصاری مرحوم قیام فرماتے تھے، کئی دن اُن کا ساتھ رہا۔ کراچی کے مشہور تاجر باوانی اپنے بچوں کے ساتھ جنیوا میں مقیم تھے۔ اس ادارے کی جانب سے ایک نشست کا اہتمام ہوا، مولانا فضل الرحمٰن انصاری نے انگریزی میں خاصی اثر انگیز تقریر کی اس کے بعد میں نے نعتیہ غزلیں اور نظمیں سُنائیں۔

سوڈان کے ایک دولت مند شخص جو حکومت میں وزیر یا نائب وزیر بھی رہ چکے تھے، اپنے فرزند کے علاج کے سلسلے میں جنیوا میں اقامت گزیں تھے، اُنھوں نے اپنے یہاں دوپہر کے کھانے پر بلایا، مولانا فضل الرحمٰن انصاری، سیٹھ ابراہیم باوانی اور راقم الحروف اس دعوت میں شریک ہوئے، خاصی پُر تکلف دعوت تھی۔ ہمارے یہ میزبان مولانا انصاری سے بہت متاثر تھے، اُنھوں نے مولانا مرحوم کو سوڈان آنے کی دعوت بھی دی تھی۔

مولانا فضل الرحمٰن انصاری "وائس آف اسلام" کی ایڈیٹری سے سبک دوش ہوکر کراچی یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئے، یہیں سے اُنھوں نے پی۔ایچ۔ڈی کیا۔ اس عرصے میں اُنھوں نے "المرکز الاسلامی کی بناڈالی، خیر پسند دولت مند طبقے نے تعاون کیا، کئی لاکھ روپے کی عمارتیں بن گئیں جن میں مسجد خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ کراچی یونیورسٹی میں اُن کی تنخواہ بارہ سو روپے سے شاید کچھ زائد ہی ہوگی، مگر مرکز کے تعلیمی و تبلیغی اور تصنیفی اُمور کے لیے پوری یکسوئی کی ضرورت تھی اس لیے وہ یونیورسٹی کی ملازمت سے سبک دوش ہوگئے۔ مرکز کے انگریزی آرگن "Minaret" میں تقریباً ہر مہینے اُن کا کوئی نہ کوئی مقالہ ضرور ہوتا۔ دین اور اخلاق پر کئی کتابیں لکھیں۔ تقریر و تحریر میں سائنس اور فلسفے سے استشہاد و استدلال اُن کے مطالعے کی وسعت اور ذہانت کا ثبوت ہے۔ قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات پر انگریزی میں اُن کی آخری معرکہ آرا تصنیف گزشتہ سال شائع ہوا جس کا علمی حلقوں میں چرچا ہے۔

مولانا انصاری مرحوم اُردو کے سوا انگریزی کے بلند پایہ انشاء پرداز اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ تقریباً ہر سال بیرونی ممالک کا تبلیغی دورہ فرماتے، ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کی دعوت پر کئی بار وہاں گئے اور اپنی تقریروں کا گہرا نقش چھوڑا۔ جون کے مہینے میں ساؤتھ افریقہ کے دو

صاحبان راقم الحروف سے ملنے کے لیے تشریف لائے، اُنھوں نے مولانا کے مواعظ و تقریر کی بڑی تعریف کی۔ مولانا فضل الرحمٰن انصاری کے قائم کیے ہوئے مرکز میں بیرونی ممالک کے مسلمان طلبہ کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ مولانا محمد جعفر القادری (ایم۔اے) مولانا مرحوم کے دست راست تھے جو اخلاص و عمل میں اپنی آپ ہی مثال ہیں، یہی مولانا کے جانشین مقرر ہوئے اور مرحوم کی اس معنوی یادگار کے امین و منتظم ہیں۔

(غالباً) فیلڈ مارشل لاء ایوب خان مرحوم کے دورِ حکومت میں اسلامی علوم کی تحقیقات کا جو مرکز قائم ہوا تھا، اُس کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن تھے جن کی تجدد پسندی اور دینی مسائل میں حد سے بڑھی ہوئی آزادیِ رائے کی سرحد بے دینی سے ملتی تھی، ایوب خاں کے آخری زمانے میں علما اور عوام مسلمانوں کے شدید احتجاج پر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو اُن کے عہدے سے سبک دوش کر دیا گیا۔ اخبارات و رسائل میں اُن کے خلاف مضامین کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن انصاری فرماتے تھے کہ بھئی! نام کی مشابہت نے مجھے عجیب پریشانی میں ڈال دیا ہے، بہت سے ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ "فضل الرحمٰن" میں ہی ہوں، روزانہ ٹیلی فون آتے ہیں، گالیاں بھی سننی پڑتی ہیں، میں تردید کرتے کرتے تھکا جاتا ہوں۔

مولانا فضل الرحمٰن انصاری مرحوم لباس اور وضع قطع میں اپنے خسر مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی سے بہت زیادہ مشابہ تھے، وہی بیچی عبا اور اسی طرح عمامے کی ساخت اور ویسا ہی کشمشی رنگ، جسم چھریرا، قد متناسب اور چہرہ پُر کشش، علم و فضل ذہانت اور جذب و سوز اُن کے بشرے سے نمایاں تھا۔ لباس، مکان اور رہن سہن صاف ستھرا، معاش اور روز گار کی طرف سے بے فکری اور اطمینان، برسوں سے ذیابطیس کے مریض تھے، دوا اور پرہیز سے غافل نہیں رہے مگر موت کا علاج کس کے پاس ہے۔ جنازے میں زیادہ تعداد لکھے پڑھے اشخاص اور دولت مند طبقے کی تھی۔ مرکزِ اسلامی کی عمارت کے صحن میں ہی دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے"[۱۱۴۳]۔

[۱۱۴۳] ماہر القادری، "یادِ رفتگاں" جلد دوم، مرتبہ: طالب ہاشمی، مطبوعہ البدر پبلی کیشنز، راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، بار اوّل فروری ۱۹۸۶ء، (ماہنامہ "فاران" کراچی، شمارہ اکتوبر ۱۹۷۴ء)۔

(۹) ڈاکٹر ایس ایم طاہر اپنے ایک مضمون میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

"عالمِ اسلام کا عظیم مفکر مفسر مصلح"

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

جن کا وصال ۱۱ر جمادی الاوّل ۱۳۹۴ء مطابق ۳ر جون ۱۹۷۴ء میں ہوا

"سمندر کی لہریں اور ہوا کی قوت اس ملاح کے ساتھ ہوتی ہیں جو ہر خطرے کو اپنی منزل کا ایک حصہ سمجھتا ہو"۔

یہ تاریخی آب گینے وقت کی راہ میں چمکتے بھی ہیں اور راہ رو کے لیے نشانِ منزل بھی۔ اُن ہی چمکتے نگینوں میں سے برصغیر کی سرزمین سے ایک ایسا ماہتاب نمودار ہوا، جس کی روشنی سے علم وحکمت کے خزانے پھوٹ پڑے۔ وہ بزرگ وبرتر ہستی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ کی تھی، جو ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۴ر اگست ۱۹۱۴ء [۱۱۴] کو بمقام مظفر نگر (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے نام ور شیخ اور عالمِ دین حضرت مولانا مشتاق احمد انصاری انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

---

[۱۱۴] یہ تاریخ نادرست ہے، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق "ولادت" کے ضمن میں کر دی ہے،

مؤلف (عفی عنہ)

حضرت قبلہ کا خاندان ابتدأ مدینہ منورہ سے متعلق ہے اور مشہور صحابی سیّدنا ابو ایّوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ تاریخِ اسلام میں اس خاندان کو ایک خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو شرفِ میزبانیِ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عطا ہوا۔

حضرت قبلہ مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ الانصاری کے واسطے سے ہے جو اپنے دور کے اکابر علماء ومشائخِ طریقت میں سے ہوئے ہیں اور جن کا مزار ہرات (افغانستان) میں سلاطین وعوام دونوں کی عقیدت کا مرکز رہا۔

آپ نہایت قوی حافظہ اور غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے اور آپ نے چھ سال کی عمر میں قرآن کریم کا حفظ مکمل کر لیا تھا۔ اس کے بعد فارسی زبان وادب کی تکمیل کی اور اس کے بعد جدید انگریزی تعلیم میں داخل ہوئے اور کالج تک سائنس اور اعلیٰ ریاضی پڑھی، لیکن دورانِ تعلیم ہی آپ کی زندگی میں انقلاب آ گیا تھا۔ وہ عزم کر چکے تھے کہ اپنی زندگی مکملاً خدمتِ دین میں صَرف فرمائیں گے لہٰذا آپ نے ایسا ہی کیا، اور ایشیا کی مایۂ ناز علمی درس گاہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک رہے مولانا انصاری کا قیام اُن کی علمی ترقی اور اس سے دینِ اسلام کو حاصل ہونے والے فوائد کے اعتبار سے بہت مبارک ثابت ہوا۔ وہاں آپ کو علومِ دینیہ اور فلسفۂ جدید میں دورِ حاضر کے دو

فقید المثال اور عظیم المرتبت استادوں یعنی امام الشریعت حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور امام الفلسفہ پروفیسر ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کی شاگردگی کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں طویل قیام سے محض چند ڈگریاں جمع کرلینا نہ تھا، وہ دراصل ایک روحانی اور علمی مجاہد تھے اور اُن کا قیام تکمیلِ مجاہدہ کی نیّت سے تھا۔ اس لیے وہ وہاں سال ہا سال مقیم رہے تاکہ وہ ہر اُس فن کو حاصل کرسکیں جس کی ضرورت اُن کو دورِ حاضر کے فتنوں کا مقابلہ کرنے اور جدید دنیا کو اسلام کا پیغام دینے کے لیے محسوس ہوتی تھی۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت فنون کی تحصیل کی جس میں قرآنِ مجید، حدیث، فقہ، فلسفہ، تعلیماتِ تصوف، علم الکلام۔ فلسفۂ جدید میں فلسفۂ اخلاق، نفسیات، فلسفۂ مذہب، فلسفۂ تاریخ، فلسفۂ اجتماع اور تقابلِ ادیان، تاریخِ تہذیب و تمدن اور معاشیات وغیرہ۔ ادب میں عربی، فارسی، اُردو، انگریزی اور جرمن وغیرہ۔

آپ نے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے امتیازات کے ساتھ مختلف ڈگریاں حاصل کیں جن میں خصوصی علومِ دینیہ میں بی۔ ٹی۔ ایچ (فاضل) کی ڈگری اور فلسفۂ جدید میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ ان دونوں میں درجہ اوّل اور مقام اوّل حاصل کیا۔ آپ نے تقریباً ۵ سال تک فلسفۂ جدید پر مایۂ ناز مفکر اور فلسفی

ڈاکٹر پروفیسر ظفر الحسن سے درس لیا، آخر فلسفۂ جدید پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کا شمار دورِ حاضر کے عظیم اسلامی مفکروں میں سرِ فہرست ہوتا ہے۔ آپ فلسفۂ قدیم میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفۂ اخلاق اور دورِ جدید میں شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے متعلق مولانا سیّد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ، صدر علومِ دینیہ، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی نے ارشاد فرمایا:

"میرے عزیز شاگرد حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری ایک صالح نوجوان اور غیر معمولی ذہانت کے حامل ہیں۔ علمی امتیازات کے اعتبار سے مسلم یونیورسٹی کے طلبا میں اُن کا مقام نہایت ممتاز ہے۔ علومِ دینیہ کی تحصیل اُنھوں نے مجھ سے کی ہے، تصوف اور فلسفے سے بھی ان کو غیر معمولی شغف ہے۔ تبلیغِ دین اُن کی منزل ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اعلیٰ کامیابیوں سے سرفراز فرمائے"۔

امام الفلسفہ پروفیسر ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن نے، جو دورِ جدید کے عظیم ترین فلسفیوں میں سے ہوئے ہیں، ارشاد فرمایا:

"حافظ فضل الرحمٰن انصاری اُن بہت ہی تھوڑے، حقیقی معنی میں ہونہار اربابِ علم میں سے ہیں، جن سے میں واقف ہوں۔ فلسفے میں وہ بہت دقیق

نظر رکھتے ہیں، میں اپنے اس محبوب شاگرد کے لیے، جس پر مجھ کو ناز ہے، بہترین کامیابی کی دعا کرتا ہوں"۔

برصغیر کے شہرہ آفاق ریاضی داں ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے آپ کے متعلق تحریر فرمایا:

"حافظ فضل الرحمٰن انصاری نے غیر معمولی جوہرِ علمی اور لیاقت رکھنے والے عالم کی حیثیت سے ایک امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ عربی، فلسفۂ جدید اور فلسفۂ اسلام میں اُن کا علم دورِ حاضر کی کسی بھی یونیورسٹی کے کسی بھی درجہ اوّل کے طالبِ علم کے لیے طرۂ افتخار ہو سکتا ہے۔ اپنے عادات و اطوار میں انصاری کامل طور پر شرافتِ انسانی کے حامل ہیں۔ اسلامی تمدن اور مغربی تعلیم کے جامع ہیں"۔

اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیکر کی خدمات کا اعتراف جہاں ایک جانب دنیا کی مسلم آبادیوں میں ہوتا رہا وہاں امریکا میں بھی ہوا جب ۱۹۴۷ء میں اُن کی زندگی پر ایک بیان دنیا کے تمام ممتاز افراد کی سوانحِ حیات کی انسائیکلوپیڈیا میں شامل کیا گیا۔ اس سے کچھ قبل علومِ اسلامیہ اور جدید تعلیم میں اُن کے امتیاز کا اعتراف ہندوستان میں کیا گیا، جب کہ اُن کو قائدِ اعظم کی قائم کردہ "کل ہند مسلم لیگ ایجوکیشن کمیٹی" کا رُکن مقرر کیا گیا تھا۔

حضرت علّامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ دورِ جدید اور دورِ قدیم کے علوم کے درمیان ایک "پُل" کا مقام رکھتے ہیں۔ یہ آپ کی علمی بصیرت ہے کہ آپ نے انگریزی و اُردو زبان میں بیس سے زیادہ کتب تصنیف فرمائیں، اُن میں معرکتہ الآرا تصنیف "قرآن کی روشنی میں اسلامی معاشرے کا ڈھانچہ اور اُس کی بنیادیں" ہے جو آپ کی حیات ہی میں کراچی سے شائع ہوئیں۔

آپ نے اُمورِ تبلیغ میں اپنے مرشد و خسر حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی سے فیضِ باطنی و ظاہری حاصل کیا اور بائیس سال تک اپنے مرشد کے رفیقِ کار رہے۔ آپ نے پہلا دنیا کا سفر ۱۹۵۱ء میں اپنے شیخ حضرت قبلہ مولانا عبد العلیم صدیقی کی معیّت میں فرمایا۔ اُس کے بعد آپ نے پوری دنیا کے اطراف میں چار اور تبلیغی دورے کیے، ان کے درمیان آپ کے ہاتھ پر ہزارہا غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے، اُن میں سائنس داں، فلسفی، استاد اور عام انسان، سب ہی شامل ہیں۔

یہ فیضِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا کہ آپ کے قدم کسی مشکل سے مشکل مقام پر بھی متزلزل نہ ہوئے اور اللہ کے اس پیغام کو انسانوں کے سینوں میں اُتارتے رہے۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ علمی و فکری تعلیم کے مستقل ادارے تمام دنیا میں قائم فرمائے۔ اُن میں چالیس ادارے آپ کی حیات میں ہی دینِ اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے۔ یہ تمام بین الاقوامی ادارے ایک

مرکزی جماعت یعنی World Federation of Islamic Missions کے اسلامک سینٹر سے وابستہ ہیں اور اُمورِ دینی اور دنیاوی میں مسلمانوں کی راہ نُمائی کر رہے ہیں۔ ان ہی اداروں میں تحقیق و تدریس کے مرکز بھی ہیں جن کے ساتھ بڑے بڑے کتب خانے وابستہ ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ملّتِ مسلمہ کے لیے جو کام دورِ حاضر میں حضرت قبلہ انصاری صاحب نے کیا، وہ فقید المثال ہے اور تاریخ اُس کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

آہ! وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پروانہ ہم سے جدا ہو گیا لیکن اُس کا فیضِ روحانی و علمی رہتی دنیا تک بھٹکے ہوئے انسانوں کی راہ نُمائی کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ایسی بزرگ و برتر ہستی پر جو موت کے بعد بھی ایک زندہ حقیقت ہیں۔ حکیم الامّت علّامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(۱۰) جناب خالد لطیف صاحب کراچی، حکیم محمد سعید کے عالمی دورے کی حالات میں لکھتے ہیں (ماہ نامہ "طب و صحت" خبر نامہ ہمدرد):

میکسیکو سے جناب حکیم محمد سعید صاحب پورٹ آف اسپین پہنچے۔ اس علاقے کے مسلمان بڑے مخلص ہیں اور اُن میں جذبۂ اسلام بہ درجۂ اتم موجود ہے۔ یہاں تحریکِ اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے پاکستان کے مرحوم ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری صاحب نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُن کی سب سے بڑی کوشش تھی کہ یہاں کے ایک لاکھ مسلمان متحد الفکر رہیں، اُن کی یہ کوششیں بارآور ہوئی ہیں[۱۱۵]۔

(۱۱) سیّد سلیمان ندوی دیوبندی مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسی بات کی، کہ اللہ تعالیٰ کس کی قسمت میں کوئی سعادت کس طرح غیر متوقع طور پر رکھتا ہے، دوسری مثال علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک نوجوان گریجویٹ ہیں۔ اب سے چند سال پہلے جب یونیورسٹی جانا ہوتا تھا تو ایک نوجوان مسلمان طالبِ علم حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری ملا کرتے تھے جو غالباً مظفر نگر کے کسی مردم خیز گاؤں کے باشندے

---

[۱۱۵] خبر نامہ ہمدرد، کراچی، شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۔

تھے۔ موصوف کو تبلیغ سے بڑی دل چسپی تھی اور اُن سے اکثر اسی سے متعلق باتیں ہوا کرتی تھیں۔ چند سال سے اُن کا پتانہ تھے۔ اس ہفتے کی ڈاک سے دفعتاً اُن کا خط آیا کہ وہ مولانا صدیقی کی امداد اور اُن کے کاموں کی تکمیل کے لیے سنگاپور پہنچ گئے ہیں اور ارادہ رکھتے ہیں کہ ملایا، سیام، فرانسیسی، ہند چینی، فلپائن، بورنیو، جاوا اور سماترا کا دورہ کر کے تبلیغی نظام استوار کریں گے اور وہاں سے آگے بڑھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے جرمنی کا قصد رکھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر وہ اسی مقدس کام کی عظمت کے لیے پی۔ ایچ۔ ڈی اور ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹیوں کے مسلمان ڈاکٹروں کو مذہب کا نام اور کام اپنی شانِ ڈاکٹری سے فروتر محسوس ہوتا ہے تو موصوف کا یہ عزم مبارک، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اُن کا یہی کام مسلمانوں کی نگاہوں میں ہزار ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں سے بہتر ہے"[۱۱۶]۔

---

[۱۱۶] سیّد سلیمان ندوی، شذرات، ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ، شمارہ مارچ ۱۹۳۸ء، ص ۱۶۲۔۱۶۳۔

(۱۴) ماہ نامہ ''فکر و نظر'' اسلام آباد:

ڈاکٹر انصاری نے ملک اور بیرونِ ملک خصوصاً افریقی اور لاطینی امریکا میں وسیع پیمانے پر تبلیغی کام کو منظّم کیا۔ وہ بیرونی ممالک میں قائم شدہ اسلامی مشن کے وفاق کے بھی سربراہ تھے اور اس حیثیت میں متعدد ممالک کا دورہ بھی کر چکے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''معاشرے کی قرآنی بنیادیں'' نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ عصر حاضر کے اسلامی لٹریچر میں یہ کتاب ایک بہت ممتاز حیثیت کی مالک ہے''[۱۱ے]۔

[۱۱ے] ایس۔ ایم طاہر، ''عالم اسلام کا عظیم مفکر، مفسر مصلح'' ماہنامہ ''پیام سحر'' کراچی، جلد نمبر ۲، جون۔ جولائی ۱۹۷۴ء، شمارہ نمبر ۶۔۷، وماہنامہ ''دی منارٹ'' (انگریزی) کراچی، اپریل، ۲۰۱۰ء۔

قطعۂ تاریخِ رحلت

مبلغِ دین وملت ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری

(رشحات: ابو الطاہر فدا حسین فداؔ، مدیر ماہ نامہ "مہر وماہ" لاہور)

چل بسا دارِ فنا سے آج ہے اِک مردِ حق
ہو نہ کیوں مغموم اس پر ہر دلِ درد آشنا

دینِ فطرت کا تھا بے حد اُن کے دل میں احترام
اور ہر عزم و عمل میں جذبۂ اخلاص تھا

وہ نقیبِ شرع و دیں تھے صاحبِ فضل و کمال
تھے سراپائے تقدس، پیکرِ فقر و غنا

عشقِ محبوبِ خدا کی اُن کے دل میں تھی تڑپ
اور آنکھوں میں سمایا تھا جمالِ مصطفیٰ

ہاتفِ غیبی فداؔ سے برمحل بے ساختہ
فضلِ رحماں شمعِ دانش سالِ رحلت کہہ گیا

۱۹۷۴ء

۷۸۶
۹۲

سخنِ جمیل

(۱۴) اُستاذ العلماء شیخ الحدیث جمیل الملۃ والدین

حضرت علامہ مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی ضیائی دامت فیوضاتہ العالیہ

ناظمِ تعلیمات، دار العلوم نعیمیہ کراچی

تاریخِ عالم کے ابوابِ درخشاں اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ اِن خاکدانِ عالم میں بے شمار اشخاص و افراد آئے اور رخصت ہو گئے، آج زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں بھلا دیا گیا۔ لیکن بعض نفوسِ قدسیہ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے علم و فضل، زُہد و تقویٰ، فکر و دانش اور دینی خدمات کی وجہ سے برسہا برس گزرنے کے باوجود ان کے علم تقویٰ، خدا ترسی اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے کی بنا پر لوگوں کے قلوب واذہان پر نقش ہو جاتے ہیں انہی پاکبازانِ اُمت میں سے ایک شخصیت عالم با عمل، صوفی باصفا، نیز فلسفی ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری ہیں جنہیں مبلغِ اسلام، سیاحِ عالم الشاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی کے فرزندِ نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے، موصوف (ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری قادری) نے حفظِ قرآنِ عظیم کے بعد علامہ سید سلیمان اشرف سے علی گڑھ یونیورسٹی اسلامیات میں شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے بعد کراچی

یونیورسٹی سے فلسفے میں PhD کی سند حاصل کرنے کے بعد نا صرف یہ کہ یورپ امریکہ اور افریقہ میں تبلیغِ اسلام کے ذریعے بے شمار لوگوں کو دولتِ اسلام سے مشرّف کیا۔ بلکہ صدقۂ جاریہ کے طور پر تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ادارہ بھی "اسلامک سینٹر" نارتھ ناظم آباد، B بلاک، میں قائم فرمایا، تشنگانِ علوم کو سیراب فرما کر جس میں نہ صرف دینی علوم بلکہ عصری علوم کا سلسلہ بھی جاری و ساری فرمایا۔

علامہ موصوف اکثر راقم کے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی (خطیب آرام باغ و مہتمم مخزن العربیہ بحر العلوم) کے پاس قرآن و سنت اور بعض فقہی مسائل پر تبادلۂ خیال کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔

راقم کو متعدد مرتبہ ڈاکٹر صاحب سے شرفِ ملاقات حاصل اور اُن کی تقاریر سُننے کا موقع ملا، ڈاکٹر صاحب کا خطاب کیا ہوتا تھا! بلکہ کتاب و سنت کا ایک عظیم خزانہ کے ساتھ عصری علوم کے مسائل سے بھرا ہوا، پُر مغز اور فکر انگیز ہوا کرتا تھا۔ حضرت والا کے اطوار و انداز سے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔

راقم نے عظیم فاضل نوجوان، صاحبِ فکر و دانش مولانا حامد علی علیمی زید مجدہٗ استاذ اسلامک سینٹر کے ارشاد، کے مطابق یہ چند سطور سپردِ قلم کر دیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مخدوم محترم ڈاکٹر رحمۃ اللہ علیہ کے اس لگائے ہوئے گلشن (اسلامک سینٹر) کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور اس چشمۂ فیض سے ہمیشہ تشنگانِ علوم قدیم و جدید کو سیراب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۲؍ ربیع الاول، ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۶؍ فروری ۲۰۱۱ء

والسلام مع الاکرام

﴿جمیل احمد نعیمی ضیائی غفرلہ﴾

ناظم تعلیمات واستاذ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ

بلاک 15 فیڈرل ''بی'' ایریا، کراچی

(۱۵) حضرت شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مولانا فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام کے مایۂ ناز مبلغ اور بین الاقوامی شخصیت کے حامل تھے۔ اُنھوں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی کا اکثر حصہ تبلیغِ اسلام میں صرف کیا۔ پاکستان کے علاوہ افریقہ، امریکا، ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں نمایاں کام کیا۔ مولانا انصاری اپنی دینی خدمات کی بِنا پر عالمِ اسلام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مصر کے نائب وزیرِ اعظم ڈاکٹر عبدالعزیز کامل ۱۸ ؍جون ۱۹۷۴ء کو مولانا انصاری کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے اور اُن کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اُن کے انتقال سے عالمِ اسلام ایک جیّد عالم، مفکر اور اسلام کے مبلغ سے محروم ہو گیا ہے۔ میں اسلام کی تبلیغ کے لیے ڈاکٹر انصاری کے طریقۂ کار سے بہت متاثر ہوں جو تعلیم یافتہ اور ذہین افراد کو متاثر کرتا تھا[۱۱۸]"۔

مولانا فضل الرحمٰن انصاری نے نوعمری میں قرآنِ پاک حفظ کیا، درسِ نظامی پر عبور حاصل کیا اور مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ایک عرصے تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مولانا فرماتے تھے:

---

۱۱۸ روزنامہ "جسارت" کراچی، ۲۰ ؍جون ۱۹۷۴ء۔

"جامعہ علیگڑھ سے سائنس میں فیکلٹی سے انٹر پاس کرنے کے بعد اسلامی عقائد کے بارے میں عجیب و غریب شکوک و شبہات دل میں پیدا ہونے لگے تھے بلکہ ایک وقت تو دماغ انکار پر مائل ہو گیا تھا"۔

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، عالمِ اسلام کے عظیم ترین مبلغ مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی، اُن کی گاہِ کیمیا اثر نے دل و دماغ کی کایا پلٹ دی اور فکر و نظر کا دھارا صحیح سمت کو موڑا، جو دل انکارِ اسلام پر مائل تھا، دینِ فطرت کی محبت اور عظمتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا گہوارہ بن گیا۔۔۔۔اب نہ صرف مولانا کے خیالات بدل گئے بلکہ وضع قطع میں بھی تبدیلی آگئی۔ فیکلٹی آف تھیولوجی میں داخلہ لیا، فلسفے میں مولانا ظفر الحسن اور دینیات میں مولانا سیّد سلیمان اشرف کے شاگرد بنے، اوّل درجے میں امتحان پاس کیا اور وہ امتیازی مقام حاصل کیا کہ طالبِ علمی ہی میں اساتذہ آپ پر فخر کرنے لگے[۱۱۹]۔

کراچی یونیورسٹی سے فلسفے میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، پیر و مرشد مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی کے ساتھ دنیا بھر کے تبلیغی دورے کیے اور اپنی سحر انگیز خطابت سے دلوں کی دنیا پر نقشِ اسلام ثبت کیا۔ پیر و مرشد کے ساتھ پہلے دورۂ دنیا کے بعد گزیٹڈ عہدے سے استعفا دے دیا اور مکمل طور پر مطالعہ و تبلیغ

---

۱۱۹ ایضاً: ص ۳۔

کے لیے وقت ہو گئے۔ آپ نے دورۂ فلپائن کا ایک مشاہدہ بیان فرمایا ہے جس کا ذکر دل چسپی سے خالی نہ ہو گا۔

۱۹۵۰ء میں کوتابا میں شاہ محمد عبد العلیم صدیقی ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمانے والے تھے، عین تقریر کے وقت برق و باراں کے آثار پیدا ہونے سے مجمع میں اضطراب پیدا ہونے لگا۔ حضرت شاہ محمد عبد العلیم صدیقی نے نورِ بصیرت سے معلوم کر کے اعلان کرا دیا کہ آپ اطمینان رکھیں، بارش نہیں ہو گی، چناں چہ آپ کی دو گھنٹے کی ولولہ انگیز تقریر کے دوران بارش نہ ہوئی اور بعد میں موسلا دھار بارش ہوئی۔ یہ آپ کی بیّن کرامت تھی جس نے بے شمار دلوں کو متاثر کیا۔"[۱۲]

مولانا انصاری کا یہ کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے کہ آپ نے شمالی ناظم آباد، کراچی میں ایک ادارہ المرکز الاسلامی (ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن) قائم کیا جہاں سے زیادہ تر غیر ملکی طلبا حالاتِ حاضرہ کی ضروریات کے مطابق تبلیغِ اسلام کی تربیت حاصل کر کے اپنے اپنے علاقوں میں فرائضِ تبلیغ انجام دیتے تھے۔ بہ قول مولانا انصاری، اس ادارے سے ۴۱ ادارے وابستہ ہیں جو دنیا کے گوشے گوشے میں فرائضِ تبلیغ انجام دے رہے ہیں۔ خدا کرے کہ مولانا کے لواحقین اس ادارے کو اُن کے مشن کے مطابق چلاتے رہیں۔

۱۲؎ فضل الرحمٰن انصاری، مولانا: روزنامہ "جنگ" کراچی، ۳؍ جنوری ۱۹۷۳ء۔

مولانا فضل الرحمٰن انصاری انگریزی میں سحر انگیز تقریر فرماتے تھے یورپ اور امریکا کی یونیورسٹیوں میں ممتاز اہلِ علم کے سامنے آپ نے بارہا تقریر کی اور بے شمار اہلِ علم آپ کی تقریر سے متاثر ہو کر حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوئے۔ قدرت نے آپ کو تحریر و تقریر میں یکساں کمال عطا فرمایا تھا۔ آپ نے تقریباً ۲۵ کتابیں دعوتِ اسلام کی تشریح اور افکارِ باطلہ کی تردید میں انگریزی زبان میں لکھیں اور اہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ حال ہی میں آپ کی ایک تصنیف دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے جسے انگریزی دان طبقے نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ آپ جمعیۃ الفلاح، کراچی کے رسالے "وائس آف اسلام" کے پہلے ایڈیٹر تھے، آپ کی نگرانی میں انگریزی زبان میں ماہ نامہ "منارٹ" شائع ہوتا تھا جو وقیع مضامین پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔

۱۱ر جمادی الاولیٰ، ۱۳۹۴ھ (۳ر جون، ۱۹۷۴ء) بروز سوموار دس بجے دن مولانا فضل الرحمٰن انصاری کا حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال ہوا، نمازِ جنازہ مولانا سیّد محمد کریم الجیلانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار المرکز الاسلامی، شمالی ناظم آباد، کراچی کے احاطے میں بنایا گیا ہے۔ آپ نے ایک فرزند، ایک بیوہ اور چار صاحب زادیاں یادگار چھوڑیں[۲]۔ آپ مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی کے نہ صرف فیض یافتہ اور خلیفۂ مجاز تھے بلکہ داماد بھی تھے۔۔۔۔ مشہور شاعر ماہر القادری نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اُن کی وفات کو ملّتِ

[۲] روزنامہ "جسارت" کراچی، ۵ر جون ۱۹۷۴ء۔

القادری نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اُن کی وفات کو ملّتِ اسلامیہ کے لیے عظیم سانحہ قرار دیا، اُنھوں نے کہا کہ مرحوم کی تبلیغی، علمی اور دینی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں اور مرکز اسلامی اُن کے اخلاص اور عملی جد وجہد کا زندہ ثبوت ہے[۱۲۲]۔

[۱۲۲] تذکرہ اکابرِ اہلسنت، ص۳۷۹۔۳۸۲۔

(۱۶) پروفیسر مولانا حافظ محمد مشیر بیگ صاحب مرحوم:

نوٹ: راقم استادِ محترم کی خدمت میں بروز منگل، ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۲ مارچ، ۲۰۱۱ء کو بعد نمازِ عصر اُن کے ہاں ناظم آباد (کراچی) حاضر ہوا۔ آپ نے ۱۹۸۶ء تا ۲۰۰۸ء جامعہ علیمیہ اسلامیہ میں حدیث واصولِ حدیث، فقہ واصولِ فقہ اور اصولِ تفسیر وغیرہ مضامین کی درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ادارہ کی مسجد میں پانچ سال نمازِ تراویح پڑھائی اور مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اقتدا میں تراویح ادا کی۔ (گذشتہ سال ۲۰۱۴ء کو دارِ فنا سے دارِ بقا کے راہی ہوئے، اللہ غریق رحمت کرے)۔

حضرت نے شفقت فرماتے ہوئے راقم الحروف کو چند کلماتِ جلیلہ اِملاء کروائے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

”مولانا فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام کے ایک عظیم مبلغ تھے۔ فطری طور پر بہت ذہین واقع ہوئے یہی وجہ ہے کہ حفظِ قرآن ۶ سال کی عمر میں مکمل کر لیا تھا۔ محلہ فیض آباد سے اسکول کے زمانہ میں بھی امتیازی سندیں حاصل کیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے علیگڑھ تشریف لے گئے، بی۔ اے اور ایم۔ اے خصوصاً مشرقی و مغربی فلسفہ میں کیا۔ پاکستان میں پی ایچ ڈی فلسفہ میں کیا۔ ایک امتیازی کتاب بنام "The Qur'anic Foundation and the Structure of Muslim Society" مرتب فرمائی، یہ کتاب دنیا میں بڑے بڑے اسکالرز اور علماء کے مابین مقبول ہوئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ”علم حاصل کرو اور عمل کرو، خام خواہ کی باتیں نہ کرو“۔

حضرت کی فکر کشادہ و وسیع تھی، آپ لوگوں کو صحیح معنوں میں اصلاحی تعلیم، اصلاحی ذہن اور عملِ خیر کی دعوت دیتے تھے۔ کئی لوگ آپ کی تبلیغ و عمل کے ذریعے اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا انصاری ہر ماہ کی پہلی اتوار کو باقاعدہ مختلف مضامین پر مسجد میں لیکچر دیا کرتے تھے، نیز یونیورسٹی سے بھی مختلف مضامین کے ماہر اساتذہ و اسکالرز کو بھی لیکچر کے لیے بلایا کرتے تھے مثلاً فلسفہ کے استاد ڈاکٹر منظور اور عمرانیات (Sociology) کے ڈاکٹر محمد بشارت علی و دیگر۔ اس مجلس کے آخر میں مولانا انصاری کا خطاب ہوتا اور یوں معلوم ہوتا کہ گویا دیگر اساتذہ طفلِ مکتب ہیں۔ اس مجلس میں وکلاء، اساتذہ اور دیگر شعبۂ حیات کے ماہرین تشریف لاتے اور فیض یاب ہوتے۔

رمضان المبارک میں تراویح میں ختمِ قرآن والے دن بھی مولانا انصاری کا خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا اس میں بھی علماء، اساتذہ، طلباء اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شریک ہوتے تھے۔ مختصراً یہ کہ مولانا انصاری پوری دنیا میں اپنے علمی و روحانی مرتبہ کے اعتبار سے بڑے جانے پہچانے تھے"۔

(۱۷) حضرت خواجہ شاہ محمد افضل المعروف افضل سرکار قادری قلندری:

موصوف اپنی کتاب "طریقت کے چراغ" کے انتساب (طبع اول) میں ص ۷۔ ۱۰ پر رقمطراز ہوتے ہیں:

"یہ بندۂ حقیر خاک پائے دُرویشان اپنی اس ادنیٰ سی کاوش بہ عنوان "طریقت کے چراغ" کو محترمہ بیگم راشدہ صدیقی صاحبہ المعروف "قلندرہ رابعہ ثانیہ" کو منسوب کرتا ہے۔ محترمہ ایک یورپین نژاد نو مُسلم ہیں۔ آپ پہلے کٹّر رومن کیتھولک عیسائی تھیں۔ آپ کا نام ایک مشہور راہبہ سینٹ ریٹا کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد راشدہ کے نام سے موسوم ہوئیں (آپ کا سارا خاندان یورپ میں ہے اور آج بھی رومن کیتھولک عیسائی ہے) آج سے کئی برس پہلے آپ مبلغ اسلام جناب مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری، ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پہ اسلام قبول کیا۔ مولانا محترم کی شخصیت سے کون واقف نہیں مولانا نے پانچ دفعہ دنیا کے گرد تبلیغی سفر فرمایا خُوب تبلیغ کی۔ ہزاروں انسانوں کی رہنمائی فرمائی اور بے شمار غیر مسلم لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ مبلغِ اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے۔ آپ کی رفاقت میں رہے سفر ہو قیام ہو، ہمیشہ ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے کئی سال اُن کے پرائیوٹ سیکریٹری کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ بحیثیت مصنف و مؤلف کئی کتابیں لکھ

کر بھی خدمات سر انجام دیں۔ اس طرح اپنے شیخ کے دل میں اپنی محبت پیدا کی۔ اعلیٰ حضرت نے انتہائی قُرب یعنی دامادی کے شرف سے پہلے نوازا تھا آپ کو سلسلۂ قادریہ عالیہ میں خرقۂ خلافت سے بھی نوازا۔ علمی اور روحانی لحاظ سے مولانا انصاری کے دل میں اپنے پیر اعلیٰ حضرت کی بہت قدر تھی اور ان کی روحانی شخصیت کا اثر مولانا انصاری کے قلب میں آخری دم تک قائم رہا۔

آپ مولانا صاحب کے دستِ مبارک پر سلسلۂ قادریہ عالیہ میں بیعت بھی ہیں۔ چونکہ عیسائی مذہب پر کافی عبور رکھتی تھیں اس لیے مذہب تبدیل کرنا آسان کام نہ تھا۔ مولانا صاحب سے خود مذاکرے کیے اور مولانا صاحب بھی موضوع زیرِ بحث کو اس وقت تک ختم نہ کرتے تھے جب تک موصوفہ کی مکمل طور پر تسلی نہ ہو جاتی۔ فطرتی طور پر موصوفہ کو تصوف سے بے حد لگاؤ تھا اور ابھی تک الحمد للہ پورے زور و شور سے قائم ہے۔۔۔۔ خدمتِ خلق اداروں میں ایک عام کارکن کی حیثیت سے دامے درمے سخنے بدنے خاموشی سے حصہ لیتی ہیں۔ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز کی ڈائریکٹر بھی ہیں۔ اس عالمی ادارے میں اس فقیر کو بھی کچھ عرصہ بطور ڈائریکٹر خدمت کرنے کا موقع دیا گیا ہے اور آپ کو اس حیثیت میں کام کرنے کا بہت قریب سے موقع ملا ہے، آپ کی زیادہ تر دلچسپی قادریہ لائبریری سیکشن میں ہے اس ادارہ کے جامعہ علیمیہ اسلامیہ کی امداد کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتی ہیں۔۔۔۔۔"۔

(۱۸) پروفیسر ڈاکٹر محمد بشارت علی (مرحوم) استاد شعبہ عمرانیات، جامعہ کراچی:

موصوف نے اپنے ایک (انگریزی) مضمون میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ اس طرح اظہارِ خیال کیا:

"مولانا انصاری ایک جید عالمِ دین تھے۔ آپ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ فلسفہ میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔ ساری زندگی دینِ اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے، جنوبی افریقہ اور شمالی امریکہ میں تبلیغ میں مسلسل آپ کی توجہ رہی۔ آپ نے اپنے دلنشین خطبات کے ساتھ ساتھ مفید رشحاتِ قلم کے ذریعہ بھی یہ فریضہ انجام دیا۔ آپ فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کرنے کے علاوہ بھی تحقیق میں شغف رکھتے تھے۔ اردو اور انگریزی زبان میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

آپ کی علمی شخصیت میں ہنس مکھ اور اچھے اخلاق نمایاں اوصاف تھے۔ مسلسل نقاہت و کمزوری آنے کے باوجود آپ نے کبھی اپنے فرائضِ تبلیغی میں کمی نہ کی اور نہ علم سیکھنے میں سُستی۔ جس موضوع پر بھی گفتگو کی یا قلم اٹھایا تو بحیثیت ایک محقق اور حق سے محبت کرنے والے کے، اُس کا حق ادا کیا۔

میں (محمد بشارت علی) اُن خوش نصیبوں میں سے ہوں، جن لوگوں نے مولانا انصاری کے ساتھ اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز (کوئٹہ) میں کام کیا ہے۔ اس ادارے کو حکومتِ پاکستان نے خطیبوں اور دینِ اسلام کی خدمت کرنے والوں کی تربیت کے لیے تعمیر کیا تھا۔ اس کے سرپرستِ اعلیٰ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی تھے جو

سابق حکومتی مشیر برائے تعلیم بھی رہ چکے ہیں اور اردو ادب میں ایک معروف محقق ہیں۔

مولانا انصاری کی شخصیت میں جاذبیت کی وجہ نہ صرف علمی رجحان تھا بلکہ تحقیق میں دلچسپی بھی تھی۔ لہٰذا میں خوش نصیب ہوں کہ میرا تعلق مولانا سے ہوا اور آپ کے ذریعے ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی صاحب سے ہوا جنہوں نے مجھے قرآنی عمرانیات (Qur'anic Sociology) کے موضوع پر سلسلہ وار لیکچر کے لیے (کوئٹہ کی) دعوت دی۔ مولانا انصاری نے اپنے وسیع مطالعے کی بدولت عمرانیات پر ایک زبردست مواد بصورت سورۂ عصر کی تفسیر پیش کیا جو آپ کے تحقیقی مقالہ کا ایک حصہ ہے۔

مَیں (محمد بشارت علی) مولانا انصاری کی وفات سے ایک مخلص دوست اور ماہر قرآنی عمرانیات سے محروم ہو گیا ہوں۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات پر رحمت نازل کرے اور انہیں جناتِ نعیم میں داخل فرمائے۔
آخر میں مَیں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ جامعہ علیمیہ کو ایک مدرسہ کی طرح چلانا کافی نہیں ہے بلکہ اس کو ایک تحقیقی مرکز کی طرح ہونا چاہیے۔ جہاں مختلف شعبہ جات ہوں، کچھ افراد عمرانیات میں مسلمانوں کی خدمات پر تحقیقی کام کریں تو کچھ دیگر، مستشرقین مغرب خصوصاً جرمن مستشرقین کے اسلام پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیں اور شکوک وشبہات کا ازالہ کریں۔ نیز یہ کام اس خاص نقطۂ نظر کے تحت کیا جائے کہ مسلمانوں کی وہ نسل جو اس وقت پوری طرح

اہلِ مغرب کے پنجوں میں ہے اسے اس سے نجات دلائی جا سکے۔ یہ ہی اسلامی تہذیب و ثقافت کو دوبارہ تعمیر کرنے اور تبلیغ دین کرنے کے لیے ضروری ہے۔ غلبۂ اسلام کے لیے تحقیق و تبلیغ کا کام مسلمانوں کی آفاقی ذمہ داری ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ [التوبہ ۹: (۳۳)]	ترجمہ: "وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے"۔

(۴۰) فوزیہ مبین صاحبہ اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتی ہیں:

مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ تحسین

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سرکاری اخبار "مسلم یونیورسٹی گزٹ" نے یکم اپریل ۱۹۴۴ء کے شمارہ میں حسبِ ذیل "خراجِ تحسین" پیش کیا ہے:

"مولانا انصاری کی حبِ دینی میں ڈوبی ہوئی خدمتِ اسلام، اسلامی فکر و نظر کے افق پر ایک نئے تابناک ستارہ کی آمد اور فرزندانِ مسلم یونیورسٹی کے مابین ایک نئے نمونے کے قیام کا اعلان ہے۔ اس وقت سے جب انہوں نے اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی پہلی تصنیف پیش کی وہ ایک بے لوث ہمہ تن مصروف کار رہے ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لیے ایسے ولولہ اور استقامت کے ساتھ علمی جہاد کرتے رہے ہیں جو ان کے مؤمن صادق اور بلند پایہ مجاہد ہونے پر دلیل ہے۔

وہ عملِ پیہم پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کی عملی خدمت میں انہوں نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ لیکن ان کا امتیاز اسی پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ ایسے امتیاز کے حامل ہیں جس میں ان کی ہستی یکتا ہے اور ہمارے نوجوانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہے۔

مسلم یونیورسٹی میں ان کی تعلیمی زندگی انتہائی حد تک درخشاں و تاباں رہی ہے۔ یہاں سے انہوں نے بی۔ اے اور بی۔ ٹی۔ ایچ اور ایم۔ اے کی ڈگریاں اعلیٰ ترین اعزازات کے ساتھ حاصل کی ہیں۔ اور اب بھی وہ تحقیق (پی۔ ایچ۔ ڈی) کا کام اسلام کے اخلاقی اور مابعد الطبیعی فلسفہ پر شہرہ آفاق مسلم فلسفی پروفیسر سید ظفر الحسن کے ماتحت انجام دے رہے ہیں۔ مسلم درجہ اول اور مقام اول پر فائز طالبِ علم اور فلسفہ میں نئے تاریخی معیار کے حامل کی حیثیت میں وہ ان تمام صفات کے مالک ہیں جو اعلیٰ ترین سرکاری عہدوں کا کسی نوجوان کو مستحق بنا سکتی ہیں اور جن سے دنیاوی عزت، راحت اور وجاہت حاصل ہو سکتی ہے لیکن وہ اپنے دینی فرائض کا ایسا گہرا شعور رکھتے ہیں۔۔[۱۲۳]"۔

---

[۱۲۳] فوزیہ زرین، "مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری کو خراجِ تحسین" ماہنامہ "پیامِ سحر" کراچی، جلد نمبر ۲، جون۔ جولائی ۱۹۷۴ء، شمارہ نمبر ۶۔ ۷ و ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، اپریل، ۲۰۱۱ء، ص ۳۲۔

(۲۱) ڈاکٹر عبدالمالک کاشف تحریر کرتے ہیں:

ڈاکٹر پروفیسر شاہ حافظ محمد فضل الرحمن الانصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت ماہر تعلیم

"جامع صفات ہستیاں کسی قوم میں شاذ و نادر ہی پیدا ہوتی ہیں جن کے متعلق علامہ اقبال نے کہا ہے: ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ وہ ہستیاں ہیں جنہیں قدرت دنیا میں ایک خاص مقصد کی تکمیل کے لیے وجود میں لاتی ہے جو اپنی فطرتی استعداد اور طبعی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے وہ خدمت اور کارہائے نمایاں انجام دے جاتی ہیں جو رہتی دنیا تک بنی نوع کی عظمت کا تاج بن جاتی ہیں۔ ایسی ہی جامع صفات و جامع کمالات ہستیوں کے متعلق مشہور عربی شاعر ابو نواس نے کہا ہے: ؎

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ
اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

دورِ حاضر کی ان عظیم ہستیوں میں ایک نمایاں ہستی حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر شاہ حافظ محمد فضل الرحمن الانصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات و حسنات کی ہے۔۔۔۔۱۹۴۴ء میں بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح کے ارشاد پر

"ایجوکیشن پلاننگ کمیٹی" کے رُکن رہے۔ ۱۹۶۲ء میں "اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز" کوئٹہ میں تقابلِ ادیان پر لیکچر دیتے رہے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں صدر شعبۂ تصوف واخلاق ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں کراچی یونیورسٹی میں ماہر تعلیم آف اسلامک اسٹڈیز اور ڈائریکٹر آف ریسرچ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آپ نے مختلف تعلیمی اداروں میں اعزازی لیکچرز بھی دیئے۔ مثلاً کراچی یونیورسٹی، سینٹ جوزف کالج، سینٹ پیٹرک اور کالج آف ہوم اکنامکس وغیرہ۔ آپ کے لیکچرز اسلامی مابعد الطبیعیات، اسلام کا اخلاقی فلسفہ، اسلامی سیاسی نظریہ ونظام، اسلامی معاشی نظریہ ونظام کے موضوع پر مشتمل ہوتے تھے۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں دنیا کے گرد پانچ مرتبہ سفر کیا اور پھر اپنے پیرو مرشد رہبر شریعت وطریقت حضرت علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک طویل عرصہ ہم رکابی کی اور اپنے پیر ومرشد کے تعلیمی و تبلیغی منصوبوں کی تکمیل میں حصہ لیا۔ ان تجربات کی روشنی میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بے شمار تعلیمی اداروں اور مشنری تنظیموں کی بنیادیں رکھیں۔ ملائشیا کی تمام مسلم تبلیغی سوسائٹیوں اور مشرقِ بعید کی اسلامی تنظیموں کو منظم کیا۔

آپ نے ۲۸ر اگست ۱۹۵۸ء میں کراچی پاکستان میں ایک بین الاقوامی تعلیمی، تبلیغی اور سماجی اِدارہ "الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیہ" (ورلڈ فیڈریشن آف

اسلامک مشنز) کی بنیاد رکھی جس کے ساتھ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی چالیس تنظیموں کا الحاق کیا۔ اس ادارے کے بنیادی طور پر تین مقاصد رہے ہیں:

۱۔ متحدہ تبلیغی محاذ کے قیام کی غرض سے دنیا بھر کی اسلامی سرگرمیوں اور منتشر مسلمانوں کی دینی وروحانی زندگی کو منظم کرنا۔

۲۔ مروجہ لادینی نظامِ تعلیم کو اسلامی فکر اور مزاج کے مطابق ڈھالنے کے سلسلے میں سعی کو منظم کرنا۔ اس سلسلے میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جو کہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لیے کام کریں۔ آپ نے اپنے اس تعلیمی نظریہ کو تفصیل کے ساتھ اپنی ایک انگریزی کتاب "عالمِ اسلام کی موجودہ بدحالی اور مستقبل کے لیے ہمارا تعلیمی منصوبہ" میں بیان کیا ہے۔

۳۔ ایسے علمائے دین اور صاحبانِ بصیرت تیار کرنا جو دینی علوم کے ساتھ ساتھ علومِ جدیدہ اور افکارِ حاضرہ سے بھی گہری واقفیت رکھتے ہوں اور اسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر دورِ حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں اطراف واکنافِ عالم میں مشرقی اور مغربی زبانوں میں پیش کر سکیں اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے ۱۹۶۴ء میں مسلم قوم کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک جامع اور متوازن منصوبہ تیار کیا اور ایک عظیم درسگاہ "جامعہ علیمیہ اسلامیہ" (علیمیہ انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز) کی بنیاد رکھی۔ الجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ پاکستان میں محض ایک دینی درسگاہ

ہی نہیں بلکہ انگریزی نظامِ تعلیم کی پیدا کردہ دینی و دنیاوی تفریق کو دور کرنے کی سعیِ بلیغ بھی ہے اور ایک جامع انقلابی تعلیمی منصوبہ کی عملی تشکیل بھی۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطبہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جامعہ علیمیہ اسلامیہ کو اس قابل بنا دے کہ اس ادارے سے ایسے جید علماء تیار ہو کر نکلیں جو بلند روحانیت، جامع علمیت اور جاذب اخلاقی شخصیت کے حامل بن کر دینِ اسلام کی روشنی سے تمام دنیا کو منور کر سکیں۔

ہیں منور کُل جہاں میں مشعلیں اس کی جناب
فارغینِ باصفا کرتے ہیں دنیا میں خطاب"[۱۲۴]

(۲۲) مولانا سید عبدالحی بخاری (بی۔اے) کہتے ہیں:

"۳ر جون ۱۹۷۴ء سوموار کا دن ہمارے لیے افسردہ ترین دن تھا، اُس دن مولانا فضل الرحمٰن انصاری القادری نے وفات پائی۔ مولانا انصاری دنیا کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ مذہبی علوم رکھنے کے علاوہ اُنھوں نے فلاسفی میں ڈاکٹریٹ کی تھی۔ اُن کا علم بہت وسیع اور گہرا تھا جس کی وجہ سے وہ اسلامی تعلیمات کی اچھی طرح تشریح کر سکتے تھے جو کہ ہر شخص کے لیے قابلِ فہم تھی۔ اُن کے خطبات ہر طبقے کے لیے اہمیت رکھتے تھے۔ مولانا عام طور پر تبلیغی دوروں پر رہتے تھے۔ مسلم اقلیتیں جو کہ پوری دنیا میں انتشار کا شکار تھیں، مولانا انصاری

---

[۱۲۴] ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۳۸۔ ۴۰۔

نے اُن کو منظم کرنے کی کوشش کی اور اُن میں ایمان کے شوق کا جذبہ بیدار کیا۔ چھوٹے چھوٹے تبلیغی دوروں کے علاوہ اُنھوں نے مسلمانوں کی چالیس بڑی تنظیموں کو ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے جھنڈے تلے جمع کیا۔ یہ شاخیں ابھی تک اسلام اور مسلمانوں کے لیے کام کر رہی ہیں۔

مولانا انصاری بڑے شیریں بیان اور خوش اخلاق انسان تھے۔ وہ پاکیزہ کردار کے مالک اور سچے مسلمان تھے۔ اُن کی موت عالمِ اسلام کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوئی لیکن موت برحق ہے۔ کام یاب ہیں وہ لوگ جو اپنے اعلیٰ مقاصد میں کام یاب ہوتے ہیں"[۱۲۵]۔

(۲۳) فضل کریم خان درانی:

اپنی کتاب "A Plan of Muslim Educational Reform" میں لکھتے ہیں[۱۲۶]:

"Anonther pupil of Dr. Zafar-ul-Hasan, Hafiz M.F.R. Ansari, M.A (Alig.), a Research Scholar in Philosophy at the Muslmin University, has recently published a booklet on the problem of Muslim education. The writer is young and his work is of the nature of a first attempt. But it is

---

۱۲۵ ماہنامہ "دی منارٹ" (انگریزی) کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۶۔

۱۲۶ ایف۔ کے خان درانی، "A Plan of Muslim Educational Reform"، اسلامک بک سروس، لاہور بار دوم ۱۹۸۹، ص ۵،۱۱۔

good propaganda.... Mr. Ansari and Mr. Maududi both agree that the distinction of the sacred and the profone should be removed from our educational institutions".

یعنی: "ڈاکٹر سید ظفر الحسن کے ایک اور شاگرد حافظ محمد فضل الرحمن انصاری ایم۔اے علی گڑھ نے جو مسلم یونیورسٹی میں فلسفہ میں تحقیقی کام کر رہے ہیں، حال ہی میں مسلمانوں کے تعلیمی نظام پر ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔ مؤلف نوجوان ہیں اور ان کا کام پہلی لیکن بڑی عمدہ کوشش ہے۔۔۔۔انصاری صاحب اور مودودی صاحب دونوں اس پر بات متفق ہیں کہ ہمارے تعلیمی اداروں سے دینی اور دنیاوی تعلیم کا فرق ختم ہونا چاہیے"۔

(۲۴) پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج، رئیس کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی، نے ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے چالیسویں عرس کی تقریب سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا[۱۲۷]:

حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرات علمائے کرام اور معزز سامعین، عظیم طلبہ کرام! آج کی اس محفل میں میری حاضری میرے لیے افتخار کا باعث ہے، سعادت اور اعزاز کا باعث بھی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ فضل الرحمن انصاری صاحب کو جب بھی سوچنے بیٹھتا

---

۱۲۷ یہ تقریر مورخہ ۱۵ مارچ ۲۰۱۴ء، بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء بمقام اسلامک سینٹر، بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی میں کی تھی، جو ماہنامہ مناریٹ کراچی میں شائع ہو چکی ہے۔

ہوں تو یقین کیجیے میں نے اُن کو دیکھا تو نہیں ہے، مگر میں اُن کی یادوں میں کھو جاتا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی میں دو شخصیات ایسی ملی ہیں کہ اُنہیں میں نے نہیں دیکھا، لیکن دل میں یہ تمنا آتی ہے کہ کاش میں نے اُنہیں دیکھا ہوتا! اُن میں ایک شخصیت یہ ہی میرے مخدوم و محترم حضرت علامہ مبلغ اسلام مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور دوسری شخصیت حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

ان دونوں بزرگوں کو میں نے کتاب میں چھپی ہوئی جو تصاویر ہیں، اُن میں اتنا دیکھا ہے کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے ان کو واقعتاً دیکھا ہے، جب کہ حقیقتاً نہیں دیکھا۔ یہ وہ حضرات ہیں کہ جو میرے ذہن پر نقش ہوگئے اور نہ جانے کیوں بار بار میرے ذہن میں آجاتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کے ذہن میں اس طرح بار بار آجائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخصیت کا عکس اس کے اوپر بہت زیادہ پڑ گیا ہے اور بلا شبہ ڈاکٹر انصاری صاحب اور بابا ذہین شاہ تاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہما ان دو حضرات کا پرتو اور عکس میری شخصیت پر ان میں رجائیت کی وجہ سے بہت زیادہ پڑا ہوا ہے۔

میں نے اُن کو جو دیکھا تصویروں کے اندر تو مجھے اتنے خوبصورت لگے، اتنے پرنور لگے، اتنے نورانی لگے کہ میں بتا نہیں سکتا۔ یہاں نور کی بات نکلی ہے تو میں عرض کردوں کہ انسان کی جو شخصیت ہے اُس میں بڑے ارتقائی مراحل آتے ہیں، جب وہ چھوٹا بچہ ہوتا ہے معصوم ہوتا ہے تو بچہ بہت خوبصورت لگتا ہے بہت

پر نور لگتا ہے، معصومیت کی وجہ سے اس کا رنگ کیسا ہو اس کی شکل و صورت کیسی ہو لیکن بچپنے کی جو معصومیت ہے وہ اتنی پر نور ہوتی ہے کہ وہ اپنی طرف کھینچتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ گھر کے بڑے بزرگ اس بچے کو پیار کرتے ہیں اس کو بوسہ دیتے ہیں اس کو چومتے ہیں۔

لیکن پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب انسان جوان ہوتا ہے پُر شباب ہوتا ہے اُس وقت جوانی کا ایک حسن ہوتا ہے جس کو نور کہہ دیتے ہیں وہ بھی بہت پر کشش ہوتا ہے اور لوگوں کو (Attract) کرتا ہے لوگ اس کو دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں متاثر ہوتے ہیں، لیکن جوں جوں جوانی ڈھلتی ہے تو وہ خدو خال اور وہ لب ور خسار، جنہیں ہم کبھی دیکھا کرتے تھے اور تھم جایا کرتے تھے اور پھر جایا کرتے تھے وہ سارا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ پھر جب بڑھاپا آتا ہے تو ساری رعنائیاں اور ساری دل فریبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

مگر ایک نور وہ ہوتا ہے جس کو "علم کا نور" کہتے ہیں اور ایک نور وہ ہوتا ہے جسے "پاکیزگی اعمال" کا نور کہتے ہیں اور ایک نور وہ ہوتا ہے جسے "عبادت کا نور" کہتے ہیں، یہ وہ تین نور ہوتے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ جب کوئی شخص عالم ہو تو علم کیوں کہ خود ایک نور ہے اور جب یہ نور کسی کے ذہن میں آجائے کسی کے دل میں منتقل ہو جائے تو وہ ذہن و دل کا حامل جو شخص بھی ہو وہ بڑا پر نور ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عالم آدمی کا چہرہ غیر عالم کے چہرہ کے مقابلے میں بہت تاباں

اور بہت روشن ہوتا ہے، ایک مخصوص انداز کا حسن اس کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو متاثر کرتا ہے وہ اپنے چہرے کے خدوخال سے لوگوں کو یہ ظاہر کر رہا ہوتا ہے کہ یہاں کچھ ہے۔ تو انسان کا علم انسان کو پُرنور بنا دیتا ہے اور یہ وہ نور ہے جو بہت پائیدار ہوتا ہے، لیکن اگر اُس نور میں یعنی علم کے نور میں اگر پاکیزگی کردار اور پاکیزگیِ اعمال شامل نہیں ہے تو پھر وہ نور ایک وقت آتا ہے کہ وہ گہنا جاتا ہے، پھر آدمی کتنا بھی اچھا نقش و نگار کا کیوں نہ ہو، لوگوں کے لیے پرکشش نہیں رہتا ایسے ہی عام سا ہو جاتا ہے لیکن اگر پاکیزگی کردار اور اعمال اُس علم میں شامل ہو جائے تو پھر اُس آدمی کے نور کا کیا کہنا سبحان اللہ۔۔۔!

لیکن ایک نور وہ ہوتا ہے جو تقویٰ کا نور ہوتا ہے عبادت کا نور ہوتا ہے اور یہ وہ نور ہوتا ہے جو تمام نوروں پر حاوی و بھاری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ نور کے کسی حصے میں چلے جائیں وہ افضل نوروں میں ہی کیوں نہ چلے جائیں مگر کوئی اُن کے رخِ زیبا کو دیکھ لے تو اُس جیسا کوئی دوسرا رُخِ زیبا نظر نہیں آتا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سارے نور ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری صاحب کی ذات میں جمع ہو چکے ہیں، وہ انتہائی خوبصورت آدمی تھے علم کے اعتبار سے بھی پُرنور تھے وہ پاکیزگیِ اعمال و کردار کے اعتبار سے بھی نور تھے اور تقویٰ و طہارت، اپنی بزرگی کے اعتبار سے، عبادت کے اعتبار سے بھی بہت پر نور تھے نور علی نور تھے۔ تو اس جیسی عظیم المرتبت ہستی کی یاد میں ہر سال جو محفلِ عرس ہوتی ہے

ہم سب اُس میں جمع ہوتے ہیں یہ ہم سب لوگوں کے لیے ایک اس میں ایک Lesson ایک سبق ہوتا ہے کہ اتنی بڑی شخصیت کی یاد منانے کے لیے ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں ہم اُس عظیم المرتبت ہستی کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم کچھ جانتے ہیں بھی تو اس جاننے کا ہم اپنی زندگی میں فائدہ کیا لیتے ہیں؟

کسی کو جان لینا اور جان کر مان لینا ہی کافی نہیں ہوتا، بلکہ جاننے اور ماننے کے بعد ایک مرحلہ ہے جو مطلوب ہوتا ہے یا یوں کہہ لیں کہ اگر یہ مطلوب ہوتا ہے تو وہ مقصود ہوتا ہے یہ ذکر یہ اذکار یہ سارے کے سارے بمنزلہٗ مقصود پر ہی ہیں اصل مقصود تو یہ ہے کہ کوئی ڈاکٹر انصاری کے نقش قدم پر چلنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے۔ کوئی ڈاکٹر انصاری کے مشن کو آگے بڑھانے والا لوگوں کے سامنے اُبھر کے آجائے یہ ہر سال آواز لگائی جاتی ہے یہ مہمیز ہوتی ہے جو ہمیں پکارتی ہے اور ہمیں آمادہ کرتی ہے لیکن اس میں مسئلہ پھر وہی ہے کہ ہر آدمی جو ہے وہ اپنے ظرف اور اپنی صلاحیت کے مطابق ہی اپنے آپ کو پیش کر سکتا ہے خواہش تو یقیناً بہت سوں کی ہوگی کہ کوئی ڈاکٹر انصاری کی طرح سامنے آئے کوئی ان کی طرح بن کر دکھائے مگر قحط الرجال ہے۔

ڈاکٹر انصاری جس قد کاٹ کے آدمی اور علم تھے، جن میں اتنی صلاحیتیں تھیں اتنی قابلیتیں جمع ہوگئی تھیں کہ اب اُس طرح کا کوئی شخص ہمیں نظر نہیں آتا

کوئی ایسا شخص جس کو ہم یہ کہیں کہ یہ ان کے بعد ہے یہ بھی نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر انصاری اپنے زمانے میں اپنی Century میں ایک ہی تھے اور وہ خلا آج تک پر نہیں ہوسکا کوئی ایسا شخص نہیں آسکا جو انٹر نیشنل لیول پر اتنا زیادہ کام کرنے والا اتنا صالح اور مدقق آدمی ہو، جس نے ایک دنیا کو متاثر کیا ہو جس نے اپنی روحانیت کو متاثر نہ ہونے دیا ہو جو تقویٰ اور طہارت کا حامل اور اُس کا پیکر ہو اور جس نے اہلِ علم کے اندر جو جدید تعلیم یافتہ لوگ ہیں، جو اپنے آپ کو Intellectuals سمجھتے ہیں، اُن کو متاثر کیا ہو اور انہوں نے بھی اپنا مرکز اور اپنا محور اور اپنا ماویٰ وملجا بنالیا ہو اور سمجھ لیا ہو۔ ڈاکٹر انصاری صاحب کا ذکر وتذکرہ جس طرح ہم دینی اداروں کے اندر سنتے ہیں، بالکل اسی طرح اُن کا تذکرہ یونیورسٹیز میں بھی ہوتا ہے، Specially کراچی یونیورسٹی میں ان کا تذکرہ ہوتا ہے اور میں تو فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز کا استاد ہوں، وہاں پڑھاتا ہوں وہاں مسجد بھی ہے دین کا مرتبہ اور منصب ہوتا ہے اُس پر فائز ہوں، لیکن اس طرح کے منصب کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی میں شیخ الجامعہ بھی بن جاؤں، لیکن ڈاکٹر انصاری نہیں بن سکتا کچھ بھی بن جاؤں ڈاکٹر انصاری جیسا آدمی نہیں بن سکتا۔ ہم تو صرف عقیدت ومحبت کے لیے یہاں آگئے ہیں تاکہ اپنے نامۂ اعمال میں یہ لکھوا سکیں کہ ہم نے بھی حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری صاحب کے بارے میں محفل میں شرکت کی تھی اور کچھ کہنے کی سعادت حاصل کی تھی۔

ڈاکٹر انصاری صاحب بہت بڑے آدمی ہیں اور اُس جیسا بڑا آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ

اس ادارے سے پھر کوئی ایسا بندہ اٹھادے کہ جسے لوگ کیا کریں، لیکن ابھی تک میدان خالی ہے اور کہیں دور دور تک کوئی بھی بندہ نظر نہیں آتا۔

میں نے قرآن مجید کی ابتدائی جو پہلی وحی کی سورت نازل ہوئی تھی وہ بھی آپ کے سامنے پیش کی اُس میں اللہ رب العزت نے علم کی عظمت پر زور دیا ہے گویا پہلی وحی جو پیغمبر اکرم کو دی گئی اس پہلی وحی کے اندر ہی سب چیزیں بیان ہو گئی تھیں اور بتا دیا گیا تھا کہ علم ہے؟ کیا اس کی اہمیت کیا ہے؟ اور نصابِ تعلیم کیا ہے؟ اور مقصد تعلیم کیا ہے؟ اور ذریعۂ تعلیم کیا ہے؟ یعنی تعلیم کے حوالے یہ بنیادی چیزیں ہیں جو ان پانچ آیتوں میں بیان کر دی گئی تھیں۔ (کیونکہ ٹائم اور وقت اچھا خاصا ہو گیا ہے اس لیے زیادہ وقت نہیں لوں گا دو چار منٹ اور لوں گا بس اس کے بعد ہمارے محترم صاحبزادہ مصطفی فاضل انصاری صاحب بھی خطاب فرمائیں گے)

تو قرآن پاک نے یہ کہا: اقرأ پڑھیے باسم ربک الذی خلق اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کیا ہے اب یہاں پر خلق کہہ دیا، لیکن خلق کے بعد اس کا مفعول بیان نہیں کیا کہ کس چیز کو خلق کیا ہے اور خود قرآن کریم میں اس طرح کوئی آیت آجاتی ہے جہاں پر مفعول یعنی Object متعین نہیں ہوتا تو پھر وہ بات عمومیت کی حامل ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے، جس نے اپنے ماسوا کیوں کہ اس کے ماسوا جو ہے وہ سارے کا سارا مخلوق ہے، تو گویا بتلا دیا گیا کہ خدا کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ خلق ہے اور سب کچھ اسی کی خلقت ہے اور تم نے اس کے نام سے ہی پڑھنا ہے اور

باسم ربک میں حرفِ ک جو ہے، وہ مخاطب کے لیے خاص طور آتا ہے کہ اپنے رب کے نام سے جس معاشرہ کے اندر مختلف قسم کے ارباب ہوں اور یہ اصطلاح ان کے ہاں رائج تھی اور پہلی وحی نبی محترم پر اُتر رہی ہے کہ اپنے رب کے نام سے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وحی لانے والا جو جبرائیل علیہ السلام ہے وہ اپنا کوئی سابقہ تعارف پیش نہیں کر رہا کہ میں جبرائیل ہوں اور میں یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا دیا ہے اور یہ پہلی وحی ہے جو آپ نے Receive کرنی ہے، میں اس مشن کے لیے آیا ہوں۔ کوئی ذکر نہیں ہے بخاری شریف کی حدیث کی روایت کے مطابق ہے کہ جب وہ فرشتہ آیا اور اُس نے کہا اقرئ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما انا بقاریکتو جبریل نے پھر کہا اقرء آپ نے پھر فرمایا: ما انا بقاریٔ، جبریل نے پھر کہا: اقرء آپ نے پھر فرمایا: ما انا بقاریٔ، تو اُس کے بعد اس مطالبے کے بعد پھر جبریل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا لیا اور سینے سے لگانے کے بعد آپ ہٹے اور ہٹنے کے بعد پھر کہا: اقرء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اور آخر تک پڑھ دیا، اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا: ما انا بقاریٔ، اس کا کیا رمز ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب پہلی دفعہ لفظ اقرء سنا تو فرما دیا: ما انا بقاریٔ، لیکن جب پوری وحی پہنچا دی تو اب نہیں فرما رہے: ما انا بقاریٔ، تو کچھ تعلق تو ہوگا نا اس سوال و جواب میں۔ تو ایک تو ہمارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ما انا بقاریٔ کا مطلب ہوتا ہے کہ حضور نے فرمایا: میں نہیں

پڑھنا جانتا یا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، تو یہ اس کا ہر گز مطلب نہیں ہے، حضور نے یہ فرمایا: میں نہیں پڑھتا اُس نے پھر کہا: اقرء کہا میں نہیں پڑھتا اُس نے کہا: اقرأ کہا میں نہیں پڑھتا، اور اس کے بعد جبریل امین نے حضور کو سینے سے لگا لیا اور پوری وحی شفٹ ہو گئی تب حضور اکرم نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نہیں پڑھتا اس کی کیا وجہ ہے؟

وجہ اصل میں یہ ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام غارِ حرا میں تھے اور غارِ حرا میں اپنے رب کے جلووں کی یادوں میں کھوئے ہوئے تھے اس میں مستغرق تھے اسی میں منہمک تھے توجہ دنیا ومافیہا سے بالکل الگ تھلک تھی اور اپنے رب کی یاد میں کھوئے ہوئے تھے اور اگر کوئی شخص کسی کی یاد میں کھویا ہوا ہو، منہمک ہو مستغرق ہو اور ایسے میں کوئی اچانک آکر اس سے مخاطب ہونا چاہے تو اس کا کوئی جواب اس کاری ایکشن فوری جو ہوتا ہے وہ یہ ہی ہوتا ہے وہ انکار کرتا ہے جو بھی اس سے بات کی جاتی ہے۔ یہ تھا وہ حضور اکرم کا ری ایکشن جب آنے والے نے یہ کہا اقرأ. ما انا بقارئ، اقرأ، ما انا بقارئ، لیکن جب جبریل نے حضور اکرم کی توجہ کو حاصل کرنے کے لیے آپ کو پکڑ کے سینے سے لگایا اور لگا کر چھوڑا تو اب جبریل امین نے پوری وحی پڑھ دی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پوری وحی جبریل نے پہلی مرتبہ کیوں نہیں پڑھ دی گلے لگانے کے بعد کیوں پڑھی؟ اب اس پر بعض علماء نے اپنے حاشیہ اس طرح کے چڑھا دیے کہ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر گویا دراصل جبریل امین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سہارنے کے قابل بنادیا اس وجہ سے آپ نے وحی کو پڑھ دیا گویا اس طرح سے جبریل امین نے اپنا فیض ان کو منتقل کر دیا۔

مگر میں یہ سمجھتا ہوں ایسا نہیں ہوا اور جو علماء اس کی تشریح یہ کرتے ہیں میں اس تشریح کو پسند نہیں کرتا میں اس کی وہ تشریح پسند کرتا ہوں جو کچھ دوسرے علماء نے کی ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اس گلے لگانے کے معانقہ کے عمل میں دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فیض لیا نہیں بلکہ دراصل ان کو فیض دے دیا کیوں کہ ابھی تک ابھی تک جبریل امین خود ادھوری وحی پڑھ رہے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سینے سے سینہ ملایا تو پوری وحی پڑھنا شروع کر دی تو کسے کس سے کتنا ملا؟ مسئلہ یہ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جن علماء نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے وہ مجھے بہت زیادہ اچھا لگتا ہے کیوں کہ اس طرح تو جبریل امین حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استاد اور معلم بھی نہیں بنتے جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ جبریل امین حضور اکرم کے معلم تھے اور اگر جبریل امین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معلم تسلیم کر لیا جائے تو پھر آپ کو معلوم ہے کہ معلم اور متعلم کے درمیان درجہ اور مرتبہ معلم کا زیادہ ہوتا ہے متعلم کا کم۔

تو اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہے مفضول ہو جائیں گے اور جبریل امین فاضل ہو جائیں گے جب کہ ایسا نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ

فضیلت یاب اور عزت مآب شخصیت پوری کائنات پوری تاریخ میں نہیں۔ سارے کے سارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے دربان ہیں در کے گدا ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں، تو جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ جب وحی آئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری تاثر یہ کیوں دیا؟ یاد کی وجہ سے دیا۔

تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد کے لیے وہ پہلے سے ہی غارِ حرا میں بیٹھے ہوئے تھے اور گویا کہ اپنے تئیں از خود جانتے تھے کہ رب تبارک و تعالیٰ نے پہلے ہی یہ بات بتلائی ہوئی تھی اُن کے من میں اتری ہوئی تھی کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس وقت اب اس بات کو نمایاں بھی ہونا ہے اس بات کو ظاہر بھی ہونا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو Compose کر رہے ہیں۔ آلائش سے، بہت سارے معاملات سے، اس دنیا کے تعلقات سے خود کو الگ تھلگ کر کے ایک طرف ہو کے بیٹھ جائیں اور ایک نئے انداز سے اپنے آپ کو کمپوز کرنا شروع کر دیں کیوں کہ بہت بڑا بوجھ اور بہت بڑی ذمہ داری آنے والی ہے اور یہ نیچرل فینومنا کے تحت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سوشل ایکٹیویٹی کرنے والے ہیں ہر ایک کے معاملات میں آپ کا ایک تعلق ہوتا تھا اور سارے لوگ آپ کو جانتے تھے اور بہت عزت کرتے تھے مگر سب چیزیں چھوڑ چھاڑ کر آپ وہ تنہائیوں میں اور خلوت کدہ میں آکر غارِ حرا کے اندر بیٹھ گئے تھے اُس کی وجہ سے یہ تھی کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

بعض لوگوں نے یہ لکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو چالیس سال بعد یہ پتا چلا کہ آپ نبی بنا دیے گئے ہیں اور اس سے پہلے آپ کو پتا نہیں تھا تو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ پر جب پہلی وحی آئی تو پہلی وحی کے اندر الفاظ اتنے واضح تھے کہ اقرء باسم ربک الذی خلق کہ پڑھیے اپنے رب کے نام سے، گویا حضور اکرم ﷺ اپنے رب کو پہلے سے ہی جانتے تھے تبھی تو ان کا نام لیا اور ان کے نام پر جو متوجہ ہوئے اور پھر پوری وحی پڑھ دی اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اُس رب کا پورا تعارف اندر اُترا ہوا تھا یہ فطرتِ بالقوۃ جو محمدِ عربی ﷺ کی بنائی گئی تھی اُس فطرتِ بالقوہ کے اندر وہ چونکہ نام موجود تھا، فطرتِ بالفعل کے تحت Actualize ہوا جب جبریل امین کے منہ پر لفظ آگیا اپنے رب کے نام سے پڑھیے تو حضور اکرم ﷺ چونک گئے اُسی رب کے نام پر تو بیٹھا ہوا ہوں جب اُس کے رب کے نام پر میں یہاں بیٹھا ہوں دنیا کو چھوڑ کر یہاں بیٹھا ہوں یہ تو اُسی رب کی بات کر رہا ہے پھر ساری توجہ اُس طرف متوجہ ہو گئی اور سرکار دو عالم ﷺ نے پوری وحی کو Receive کیا۔ اور پھر اس کے بعد پھر کبھی زندگی میں ایسا نہیں ہوا روایت میں آتا ہے کہ پوری سورۂ یوسف ایک دم دفعتاً یک بار ہی نازل ہوئی اور ایک دم یہ نہیں کہ حصّے حصّوں میں اُتری اور حضور اکرم ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا: ما انا بقاری پوری پوری وحی Receive کرتے تھے، اس کو لکھوا دیا کرتے تھے ایک معجزہ تھا حضور اکرم ﷺ کا۔ قرآن کریم ایک

معجزہ ہے اُس کے ایک ہی آیت کا نزول ہر واقعہ ہر event ہر لمحہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وہ سارا کا سارا معجزہ تھا جب آپ Receive کر رہے تھے تو وہ معجزہ تھا اور جب آپ اُس کو پڑھ کر سنا رہے تھے وہ معجزہ تھا اور جب آپ لکھوا رہے تھے تو معجزہ تھا اور جب اُس کو Execute کر رہے تھے اپنی لائف میں وہ بھی ایک معجزہ تھا تو حضور اکرم کی زندگی ایک معجزانہ زندگی ہے اور ایسی حیرت میں ڈالنے والی زندگی ہے اور پوری دنیا کے تمام لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب شخصیت کو دیکھتے ہیں تو آپ سے ہی بے پناہ پیار کرتے ہیں اتنا متاثر ہوتے ہیں کہ بے ساختہ اُن کے منہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف جاری ہو جاتی ہے۔ یعنی مہندر سنگھ دیوی جب پاکستان آیا تو اُس نے بے ساختہ یہ شعر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں پڑھا کہ

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارا تو نہیں
صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

پوری محفل لوٹ لی اُس نے، اندازہ لگایئے کہ وہ شاعر جو کہ اس مذہب کا آدمی نہیں تھا مگر حضور اکرم کی شخصیت سے کتنا Inspire ہوا کتنا متاثر ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا صحیح تعارف پیش کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہے، وہ علم جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دینے کے لیے تشریف لائے اُس علم کو جب لوگوں نے حاصل کیا وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ان کا نام تاریخ میں آج

موجود ہے وہ لمحے موجود تو نہیں تاریخ میں زندہ ہو گئے وہ بظاہر تو مر گئے لیکن حقیقتاً وہ زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور انہی بہت سارے ناموں میں ایک نام ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری صاحب کا بھی ہے کہ جو وحی حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی اُس وحی کو انہوں نے اپنے سینے میں جگہ لیا۔ وہ حافظ قرآن تھے وہ صرف حافظ قرآن نہیں تھے بلکہ وہ اس وحی کے عالم بھی تھے اور صرف عالم نہیں تھے وہ اس وحی کے عامل بھی تھے اور صرف عامل بھی نہیں تھے اس وحی کے مبلغ بھی تھے اور نہ صرف مبلغ تھے بلکہ اس وحی کو Establish کرنے کے لیے ایک ادارہ بنایا اور وہ اس کے ناظم و منتظم بھی تھے تو اتنی جامع الصفات شخصیت جس کو ہم دیکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات کے گرد گھوم رہی ہے ہر پہلو سے حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کو ظاہر کر رہی ہے اور اسی کا جلوہ ان کی ذات سے ظاہر ہو رہا ہے تو اس طرح کے علماء اور اس طرح کے لوگ اس طرح کی شخصیات ہمارے معاشرہ کے اندر بہت زیادہ ضروری ہیں۔ تاریکی چوں کہ بڑھتی جارہی ہے ذلت اندھیرا بڑھتا جارہا ہے جب تک اس طرح کے مینارۂ نور لوگ پیدا نہیں ہوں گے سامنے نہیں آئیں گے تاریکیاں نہیں چھٹیں گی اندھیرا دور نہیں ہو گا۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

(۲۵) پیرِ طریقت، رہبر شریعت ابو المکرم ڈاکٹر محمد سید احمد اشرفی حفظہ اللہ،

سجادہ نشین درگاہِ عالیہ اشرفیہ فردوس کالونی، کراچی رقم طراز ہوتے ہیں:

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمن القادری رحمۃ اللہ علیہ مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور قائدِ اہلسنت علاوہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی تھے۔ آپ ایک جید عالمِ دین، بلند پایہ خطیب اور مذہبی اسکالر تھے۔ علوم جدید وقدیم پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ آپ کو قطبِ ربانی (ابو مخدوم شاہ سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی) قدس سرہ سے بڑی عقیدت تھی، ہفتہ میں دو دفعہ ضرور حضرت کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے اور روحانی معاملات میں حضرت سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کو علامہ عبد العلیم صدیقی ہی نے حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ میری غیر موجودگی میں تم ان سے رہنمائی حاصل کیا کرو کیونکہ "میری نظر میں اس وقت ان سے بڑی روحانی شخصیت کوئی نہیں ہے"۔ جب علامہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں مدینہ شریف تشریف لے گئے، تو انہوں نے حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کو خط لکھا کہ "میں اب بہت ضعیف ہو چکا ہوں اور مسلسل بیماری نے کمزور کر دیا ہے، جس کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہے، لہٰذا آپ میرے داماد ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کو خلافت دے دیں اور ان کی دستار بندی فرمادیں تاکہ وہ میری جگہ تبلیغ دین کا کام

کر سکیں، انہوں نے اسی قسم کا ایک خط ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کو بھی لکھا، چنانچہ جب وہ مولانا عبد العلیم صاحب کا خط لے کر حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: میرے پاس بھی ان کا خط آچکا ہے، اس کے بعد حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ نے اپنے مکان مسکنِ سادات فردوس کالونی میں ایک مختصر تقریب منعقد کی اور علماء وصوفیاء کی موجودگی میں ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی دستار بندی اپنے دستِ مبارک سے فرمائی اور خلافت عطا فرمائی۔ راقم الحروف بھی اس تقریب میں موجود تھا، اس کے بعد سے ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری ہمیشہ عمامہ باندھتے رہے، حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ نے خلافت کے علاوہ دیگر خاندانی اوراد ووظائف کی بھی اجازت طا فرمائی۔ ڈاکٹر انصاری نے نہ صرف یہ کہ ان کو حاصل کیا، بلکہ اپنے معمولات میں شامل کر کے ان کی سختی سے پابندی کی۔ آپ اکثر حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کی خدمت میں اپنے معاملات کے سلسلے میں حاضر ہوا کرتے تھے، حضرت بھی آپ کی بیماری کے دوران مسلسل حاضری دیتے رہے۔ جب حضرت نے وصال فرمایا اور ڈاکٹر انصاری کو آپ کے وصال کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا: آج ہم ایک عظیم روحانی پیشوا سے محروم ہو گئے"۔

(۲۶) نوخیز انور صدیقی صاحب نے ۱۲؍ربیع الاول ۱۴۳۳ھ (۵؍فروری، ۲۰۱۲ء)

درج ذیل تاثرات کا اِظہار فرمایا:

صدائے قلب

انہیں دیکھا نہیں سُنا ضرور تھا اور عقیدت کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو کہ سرزمین میرٹھ سے انکا تعلق تھا جو میرے اسلاف کا بھی وطن ہے۔ وہ میرے تایا ڈاکٹر محمد ریحان مرحوم کے ہم عصر، ہم جماعت اور ہم عمر تھے۔ میرٹھ کالج سے دونوں نے ایف ایس سی کیا تھا، تایا تو "طب مقام" ہو گئے اور میرے ممدوح علم کی دنیا میں آگے بڑھتے چلے گئے دینیات، اقتصادیات، سیاسیات، سماجیات، طبیعات، نفسیات، فلسفہ اور نہ جانے کتنے علوم میں انہیں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ جرمن زبان سمیت دنیا کی کئی زبانوں میں انہیں مہارت تھی۔

مفکر، مدبر، مبلغِ اسلام، حافظِ قرآن، شیخ الحدیث ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری واقعتاً عالم بے بدل اور منبعِ علم و عمل تھے۔ فصاحت، بلاغت اور خطابت میں ان کے دور سے آج تک بمشکل ہی ان کا کوئی ثانی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس نوعیت کے متقی، پرہیزگار اور عالم فاضل بندوں کو مخصوص ادوار میں ہی اہلِ دنیا کی رہنمائی کے لیے تعینات کرتا ہے۔ میں برادرم افضل حسین کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سلسلے میں خامہ فرسائی کی رغبت دلائی۔

پروفیسر حامد علی علیمی اور صاحبزادہ مصطفیٰ فاضل انصاری اس عظیم اور صاحبِ علم و فضل برگزیدہ ہستی کے مشن کو کماحقہ آگے بڑھا رہے ہیں۔ مؤخر الذکر اس نابغۂ روزگار ہستی کے ولی عہد بھی ہیں اور آج علامہ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی روح پُر مسرت اور مطمئن ہو گی کہ جو شمع انہوں نے روشن کی تھی اسے نسل در نسل فروزاں رکھنے کے لیے موسومہ بالا اصحاب مستعد و متحرک ہیں۔ میں بشمول مذکورین "ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز" کے جملہ عہدیداروں اور متعلقین کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ کاروانِ فضل کو بخیر وخوبی آگے بڑھا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی کاوشوں کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی

مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

احقر العباد:

نوخیز انور صدیقی، (عفا اللہ عنہ)

(۲۷) پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمن الانصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ر شعبان ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۵ر جون ۱۹۱۵ء کو یو۔پی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ نو عمری ہی میں قرآن پاک حفظ کیا، درسِ نظامی پر عبور حاصل کیا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے سائنس میں انٹرپاس کیا۔

سلسلۂ نسب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی ملاقات عالمِ اسلام کے ایک عظیم مبلغ حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ سے ہوئی۔ اُن کی نگاہِ کیمیا اثر نے دل و دماغ کی کایا پلٹ دی اور فکر و نظر کا دھارا صحیح سمت میں موڑ دیا۔ اب آپ کا دل دینِ فطرت کی محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ بن گیا اور نہ صرف آپ کے خیالات بدلے، بلکہ وضع قطع میں بھی تبدیلی آگئی۔ اس کے بعد آپ نے فیکلٹی آف تھیولوجی میں داخلہ لیا، فلسفہ میں مولانا ظفر الحسن اور دینیات میں مولانا سیّد سلیمان اشرف کے شاگرد بنے، اوّل درجہ میں امتحان پاس کیا اور وہ امتیازی مقام حاصل کیا کہ طالب علمی ہی میں اساتذہ آپ پر فخر کرنے لگے۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے جامعہ کراچی سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کیا اور اس کے بعد اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی

قدس سرہ کے ہم راہ دنیا کے کئی ممالک کے تبلیغی دورے کیے۔ آپ نے اپنے زورِ خطابت سے لوگوں کے دلوں کی دُنیا پر نقشِ اسلام ثبت کیا۔ پیر و مرشد کے ساتھ پہلے دورہ ئ دنیا کے بعد گزیٹڈ عہدے سے استعفاء دے دیا اور مکمل طور پر مطالعہ و تبلیغ کے لیے وقف ہو گئے۔

آپ نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی کا اکثر حصّہ تبلیغ اسلام میں صرف کیا۔ پاکستان کے علاوہ افریقہ، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے لیے نمایاں کام انجام دیئے۔ آپ کا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے کہ آپ نے شمالی ناظم آباد میں ۱۹۵۸ء میں ایک ادارہ "المرکز الاسلامی" (ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز) قائم کیا۔ یہاں زیادہ تر غیر ملکی طلبہ دورِ جدید کی ضروریات کے مطابق دینِ اسلام اور جدید علام کی تعلیم و تربیت حاصل کر کے اپنے علاقوں میں فرائضِ تبلیغ انجام دیتے ہیں۔ مولانا محمد فضل الرحمن الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کے نتیجے میں آپ کے مشن کے ساتھ ۴۱ ادارے وابستہ ہوئے، جو دُنیا کے گوشے گوشے میں فرائضِ تبلیغ انجام دے رہے ہیں۔ آپ یورپ و امریکہ کی یونیورسٹیوں میں ممتاز اہل علم کے سامنے انگریزی میں ایسی سحر انگیز تقریر فرماتے کہ لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے۔ آپ کو تحریر و تقریر میں یکساں کمال حاصل تھا۔ آپ نے تقریباً ۲۵ کتب دعوتِ اسلام کی تشریح افکارِ باطلہ کی تردید میں انگریزی زبان میں لکھیں جو اہلِ علم میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

آپ نے ۱۱ر جمادی الاوّل ۱۳۹۴ھ، بروز پیر دس بجے دن حرکتِ قلب بند ہو جانے کے باعث کراچی میں انتقال فرمایا۔ آپ کی نمازِ جنازہ مولانا سیّد محمد کریم الجیلانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار المرکز الاسلامی، بلاک بی، شمالی ناظم آباد میں واقع ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ کے فیض یافتہ خلیفہ اور داماد بھی تھے۔ آپ نے ایک فرزند، ایک بیوہ اور چار صاحب زادیاں یادگار چھوڑیں۔ ہر سال آپ کا عرس "المرکز الاسلامی" میں منایا جاتا ہے۔

غیر مسلم آپ کی بصیرت کے اتنے مداح تھے کہ انھوں نے آپ کو "عظیم مفکر" کا خطاب دیا۔ راقم نے بھی آپ کے قائم کردہ ادارے "المرکز الاسلامی" کے توسط سے ۱۹۸۶ء میں فاضل عربی کا امتحان کراچی میں تیسری پوزیشن کے ساتھ اور الشهادة العالمية فی علوم العربية والاسلامیہ (مساوی ایم۔اے عربی واسلامیات) کا امتحان درجۂ ممتاز (اے گریڈ) میں ۱۹۸۷ء میں پاس کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی فیوض وبرکات سے ہمیں وافر حصہ عطا کرے۔

(۲۸) ڈاکٹر علامہ سید محمد وقاص ہاشمی علیمی لکھتے ہیں:

نحمدك وبك نستعين والصلوٰة والسلام على حبيبك الكريم

عزیزم، برادرم فاضل اجل، فرید دہر، علامہ ومولانا ڈاکٹر حامد علی علیمی سلمہ اللہ وحفظہ وانار بصائرہ بالھدیٰ والتقویٰ نے پہلے پہل حضرت فخر الاماثل، صدر الافاضل، محقق العصر ڈاکٹر حافظ محمد فضل الرحمن الانصاری القادری العلیمی رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی خطبات کا اردو میں ترجمہ فرما کر مسلکِ حق مذہب مہذب اہلسنت وجماعت کے احباب پر احسان فرمایا (احسن اللہ جزیلہ)، اور اب فاضل محترم نے ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا جامع تعارف لکھ کر فاضلینِ علیمیہ میں ایک مرتبہ پھر منفرد مقام حاصل کر لیا۔

راقم الحروف علی وجہ البصیرہ عرض گزار ہے کہ فاضل محترم صاحب کی یہ سعی جمیل جملہ فضلاء وزعمائے علیمیہ پر امتیاز واعجاز کی حامل ہے۔ آپ جامعہ علیمیہ کے لائق طالبِ علم اور پھر فاضل مدرس رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت عظمیٰ سے انہیں شرف یاب فرمایا ہے یہ ایک مددگار اور محنتی طبیعت رکھتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل ہمارے مشائخ کے طفیل فاضل کے علم، عمل، تقویٰ وعمر میں برکات عطا فرمائے اور ان کے ثمرات سے امتِ مسلمہ کا شاد کام فرمائے، آمین۔

مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن الانصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ ایک متبحر عالم دین، محقق، مفکر، عصر قدیم وجدید کے فلسفہ اور علوم دینیہ پر گہری نظر رکھنے والے عظیم

مبلغ، بے نظیر استاد اور سلسلۂ قادریہ علیمیہ کے بے مثال روحانی پیشوا ہیں۔ علومِ شریعہ وعصریہ پر عمیق نظر رکھنے والے یوں تو شاید اور بھی مل جائیں گے لیکن علومِ روحانیہ وقلبیہ پر بھی بیک وقت دسترس مولانا انصاری کا تفرد ہے۔ ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اصولی، اساسی اور صحیح افکار و نظریات جو آج تک مصلحتوں کے دبیز پردوں میں دبا دیے گئے تھے، غفلتوں کے غبار سے پوشیدہ کر دیے گئے تھے، ان گذشتہ کوتاہیوں کی عمدہ تلافی اس تعارف کے ذریعہ سے ہر باشعور پر عیاں ہوتی نظر آتی ہے۔ مشہور شاعر ابو نواس کہتا ہے:

لَیْسَ عَلَی اللہِ بِمُسْتَنْکِرٍ

اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

نبی مکرم، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو تمام عالم اور کل کائنات کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی روشنی کائنات کے ہر گوشے تک پہنچ چکی ہے، جس میں بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی عظیم الشان کاوشیں قابلِ ذکر ہیں۔ مثلاً حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کی تابش سے سرزمینِ یورپ مستفید ہوئی، جہاں آج بھی آپ رضی اللہ عنہ کا مزارِ پُر انوار مرجع خلائق ہے۔ انہی کے سلسلۂ نسب میں ایک عظیم الشان فاضل، عالم، عامل بالسنۃ، ماحیِ بدعات، حامیِ سُنت، خلیفہ ومرید شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

بیسویں صدی میں جب جدیدیت کے لبادہ میں سرزمینِ یورپ سے نورِ اسلام کی شمع بجھانے اور مدہم کرنے کی کوششیں کی جانے لگیں، تو اللہ تعالیٰ نے مبلغِ اسلام سفیر اسلام ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا، جنہوں نے اپنی شبانہ روز کاوشوں سے اس شمع کی حفاظت فرمائی اور اُسے روشن رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ یہ آپ کی مخلص کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ یورپ ایک مرتبہ پھر نورِ اسلام سے منور ہونے لگا۔ مختصر یہ کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں وہ انجمن تھے، جن کی مہک سے آج بھی اکنافِ عالم معطر ہیں، خصوصاً سرزمینِ یورپ، امریکہ وافریقہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزار پُر انوار پر مزید اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے، ہمیں اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔! والسلام مع الاکرام

ڈاکٹر سید محمد وقاص ہاشمی صمدی،

۱۶ر فروری، ۲۰۱۵ء،

خطیب میمن مسجد، گلزار ہجری۔

(۲۹) حافظ عبدالغفار حافظ[۱۲۸] صاحب یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

منقبت

مبلغِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ

جانِ ریاضت، شانِ فصاحت فضل الرحمٰن انصاری
پیرِ طریقت، شیخِ شریعت فضل الرحمٰن انصاری

آپ ابو ایوب[۱۲۹] کے فرزند اور مریدِ عبدِ علیم
کتنی با برکت ہے نسبت فضل الرحمٰن انصاری

دنیا کا ہر بڑا اعظم اس کی گواہی دیتا ہے
کی ہے جو اسلام کی خدمت فضل الرحمٰن انصاری

فلسفہ ہو یا علمِ تقابل، منطق ہو یا علمِ کلام
ہر اِک فن میں صاحبِ عظمت فضل الرحمٰن انصاری

---

۱۲۸ حافظ صاحب حفظہ اللہ نے راقم الحروف کی درخواست پر یہ گراں قدر منظوم کلام لکھا، جسے برادرم علامہ حافظ محمد ریاض حفظہ اللہ نے ۱۱ر فروری ۲۰۱۵ء بروز منگل ہمیں ارسال کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ مؤلف عفی عنہ

۱۲۹ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس کی ضیا پاشی کا شہرہ چار طرف ہے دنیا میں
ہیں وہ اِک مہتابِ حقیقت فضل الرحمٰن انصاری
آپ کے جذبۂ کامل نے آفاق کے کونے کونے میں
دی ہے مذہبِ حق کی دعوت فضل الرحمٰن انصاری
حافظؔ مستقبل کا مؤرّخ آبِ زر سے لکھے گا
شارحِ قرآں نازشِ ملت فضل الرحمٰن انصاری

۲۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور تذکرہ بزرگانِ دین:

مولانا فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کی حیات و خدمات کو اپنی تحریر اور تقریر کے ذریعے نہ صرف متعارف کرایا بلکہ انہیں زبردست خراجِ عقیدت بھی پیش کیا، خصوصاً ان کی کرامات کو بیان فرمایا۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے علاوہ جن مبارک ہستیوں کا ذکر خیر فرمایا ان میں ائمۂ اربعہ یعنی: سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ، سیدنا امام مالک بن انس، سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی اور سیدنا امام احمد بن حنبل، غوث الثقلین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی معروف بہ غوث اعظم، شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری ہروی (آپ کے جدِ امجد) خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری، مجذوب سید عبد الغنی، مولانا الحاج محمد عبد الحکیم صاحب سلسلہ عالیہ نجیبیہ، امام اہلسنت احمد

رضا خان قادری اور مبلغِ اسلام سیاحِ عالم محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

ایامِ بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شجرۂ طریقت میں "مجالسِ ذکرِ خیر" کے تحت ذکر کرتے ہیں:

۱۔ بروز عاشورہ محرم ذکرِ شہادتِ شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم بیان کیا جائے۔

۲۔ بارہویں ربیع الاوّل کو ذکرِ میلادِ مبارک سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۳۔ گیارہویں ربیع الآخر کو ذکرِ سیّدنا غوث الثقلین قدسنا اللہ باسرارہ الشریفہ۔

۴۔ سوم جمادی الآخر کو میلادِ مبارک و ختمِ قرآنِ عظیم بہ تقریب عرس شریف حضرت صاحبِ طریقہ نجیبیہ مولانا الحاج محمد عبد الحکیم نور اللہ مرقدہٗ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۔ چھ رجب المرجب کو ذکرِ سرکار خواجہ غریب نواز اجمیری قدس اللہ سرہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶۔ ستائیس رجب المرجب کو ذکرِ معراجِ مبارک نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۷۔ ۲۲ر ذی الحجہ کو ذکرِ ولادت وباسعادت سیّد الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وختمِ قرآن مجید بہ تقریب عرسِ مبارک حضرت صاحبِ سلسلۂ علیمیہ مولانا شاہ

محمد عبد العلیم صدیقی القادری المہاجر المدنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ القوی ورضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔

تذکرہ غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ تذکرۂ غوثیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "۔۔۔اسی طرح ہماری علمی تاریخ ایسی شخصیتوں سے لبریز ہے، جو جامع علم و کردار بن کر مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے اور جنہوں نے کفار کے مابین اور ملتِ اسلامیہ کے مابین روحانی تربیت و تزکیہ کے کاموں کو ایک ممتاز سطح پر اور نہایت شاندار انداز سے انجام دیا، اور اس طرح انسانی تاریخ میں اپنی عظمت کے نہ مٹنے والے نقوش ثبت فرما گئے۔ یہاں مثال کے طور پر اس عظیم المرتبت ہستی کا ذکر مناسب ہوگا جس کو غوث الاعظم محی الدین سید عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ایک بلند علمی مقام کے حامل ہیں، لیکن اس سے زیادہ آپ تزکیۂ نفس اور ارتقاءِ روحانی کے ایک نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے ملتِ اسلامیہ پر صلاح و فلاح کے عظیم احسانات فرمائے ہیں اور آپ کا روحانی فیض آج بھی اپنی پوری تابانی کے ساتھ جاری ہے۔ آپ نے جو کارنامہ اپنی عظیم المرتبت روحانی شخصیت کے ذریعہ سے تاریخ اسلام میں انجام دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے"۔

اپنی ایک تقریر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

"۔۔۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بغداد کا حاکم، جو اپنی رعایا کے ساتھ نہ تو عدل وانصاف قائم کر رہا تھا اور نہ ہی سلطنت کے اُمور صحیح طور پر چلا رہا تھا، اُس نے جب حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت کا چرچہ سُنا اور دیکھا کہ آپ لوگوں میں بلند مقام حاصل کر چکے ہیں تو وہ، حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو تھیلیاں اشرفیوں کی لے کر حاضر ہوا اور وہ حضرت کے سامنے رکھ دیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں کیا ہے؟ حاکم نے عرض کی: یہ ایک حقیر سا تحفہ ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کیوں لائے ہوں؟ اُس نے عرض کی: حضور! یہ آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے لایا ہوں کیونکہ آپ روحانی بادشاہ ہیں اور میں (دنیا کا) ایک عارضی بادشاہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اگر تم یہ مانتے ہو کہ میں ایک روحانی بادشاہ ہوں تو پھر تمہیں مادی طریقے کے بجائے روحانی طریقے سے خراجِ عقیدت پیش کرنا چاہیے۔۔۔ بہر حال حاکم نے اِصرار کیا کہ غوث الاعظم شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اس کا تحفہ قبول کر لیں جبکہ حضرت جانتے تھے کہ یہ حاکم حقیقت سے لا علم ہے۔ شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں تھیلیوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور انہیں دبایا تو اُن سے خون بہنے لگا۔ حاکم تھر تھرانے لگا، حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت سے کس قدر غافل ہو کہ اپنی رعایا

کا خون چوستے ہو اور وہ خون اُس شخص کے پاس لاتے ہو جسے اللہ کا بندہ سمجھتے ہو، حاکم کپکپاتا رہا جب اس کے حواس بحال ہوئے تو عرض کی:

"حضور میں (توبہ کرتا ہوں اور) آپ کے حکم کے مطابق عمل کرونگا"، یہ ہے خلیفۃ اللہ۔۔۔!"[130]۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور جادوگر:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "۔۔۔اسی طرح سلطان الہند قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم اور پاکیزہ شخصیت ہے آپ جامع علم و کردار اور صاحبِ ارشاد و تبلیغ ہونے کے اعتبار سے مقامِ رفیع پر فائز ہیں۔ یہ آپ ہی کی روحانی شخصیت کی تلوار تھی، جس نے ہندوستان میں کفر کے قلعہ کو فتح کر کے صدیوں پہلے پاکستان کا سنگِ بنیاد رکھا"۔

نیز خواجہ صاحب کی ایک مشہور کرامت کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

"۔۔۔سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اذن ملا کہ اجمیر (بھارت) میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ وہاں کے ہندو حاکم نے اپنے سب سے بڑے ہندو جوگی اجے پال کو بلایا کہ وہ خواجہ صاحب سے ان کی اجمیر آمد پر ایک مقابلہ کرے۔ اس جوگی نے حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مقابلہ کے لیے

---

[130] خطبات مولانا انصاری (۱)، ص ۳۶۔۳۷۔

للکارا اور کہا: میں ہوا میں اُڑ سکتا ہوں، اب دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کون دور تک اُڑ سکتا ہے"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا: "اچھا واقعی تم اُڑ سکتے ہو، اُڑو"، کہا جاتا ہے جوگی اس کے بعد ہوا میں اُڑ گیا، حضرت سیدنا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کھڑانوؤں (لکڑی کی چپلوں) کو اس کے پیچھے اُڑنے کا حکم دیا کہ اس کے سر پر ماریں اور اسے نیچے لائیں، یہ واقعہ حقیقتاً ہوا تھا۔ ہمیں یہ خیال آسکتا ہے کہ یہ ماضی کی کہانیاں ہیں اس کا کیا ثبوت ہے؟ اگر یہ تاریخ کے ثابت شدہ حقائق، من گھڑت ہیں تو پوری تاریخ من گھڑت ہے لہٰذا نہ تو اس کی تعلیم دیں اور نہ اسے سیکھیں"۔

صوفی سید عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نماز کی اہمیت اور ادائیگی کے آداب ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "میرٹھ سے قریب ایک صوفی صاحب سید عبد الغنی نام کے رہا کرتے تھے۔ میں اُن کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا۔ اُن کا کمرہ مسجد کی حدود میں تھا، جس کا دروازہ مسجد کے صحن کی جانب کھلتا تھا۔ یہ صوفی صاحب کبھی باجماعت نماز ادا کرنے مسجد نہیں آتے تھے، فرائض پنجگانہ ودیگر نمازیں اپنے کمرے میں ہی ادا کیا کرتے تھے۔ صوفی صاحب اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں گفتگو فرمایا کرتے، تصوف کے اسرار ورموز سمجھاتے مگر باجماعت نماز کے لیے کبھی مسجد نہیں جاتے تھے۔ آج کل بہت سے لوگ اور کچھ نام نہاد "علماء" صوفیائے کرام کو بُرا بھلا تو کہتے ہیں، مگر

بد قسمتی سے یہ لوگ صوفیا کے مقام و مرتبہ کو جانتے ہی نہیں۔ ایک دن حضرت سے پوچھ ہی لیا گیا کہ آپ مسجد میں باجماعت نماز کے لیے کیوں نہیں آتے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم واقعی جاننا چاہتے ہو کہ میں ایسا کیوں کرتا ہوں؟ عصر کی جماعت کا انتظار کرو۔ وقت شروع ہوتے ہی نمازی آتے گئے اور امام صاحب کے پیچھے کھڑے ہو گئے، امام صاحب نے نماز شروع کرادی۔ صوفی صاحب نے اپنی ٹوپی اُتار کر سائل کے سر پر رکھ دی، اللہ اکبر! اللہ اکبر! انتہائی بد صورت منظر سامنے تھا، بشمول امام صاحب تمام نمازی جانوروں کی صورت میں تھے، کچھ کُتے کی صورت میں، کچھ خنزیر کی صورت اور کچھ لومڑی کی صورت میں۔ یہ جادو نہیں تھا، یہ تو بس صوفی صاحب نے اپنی ٹوپی اُتار کر سائل کے سر پر رکھی تھی۔ صوفی صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا ہے کہ ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ کیا یہ لوگ رکوع کرنے والے ہیں؟! اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ))[131]۔

تذکرہ امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا خان قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ:

ایک غلط تاثر یہ دیا جاتا رہا ہے کہ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تحریر و تقریر میں کبھی بھی امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں کیا، نہ ماہنامہ منارِیٹ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوچھ شائع ہوا۔ یہ "نادان" بے چارے قابلِ رحم

---

[131] Islam to the Modern Mind، صلوٰۃ، ص ۱۰۹۔۱۱۰۔

ہیں، ذیل میں آنے والی سطور سے یہ غلط تاثر پیدا کرنے والے اپنے کردار پر غور و فکر ضرور کریں گے، اس لیے کہ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف "حیاتِ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ" پر کام کرنے والے محققین کے لیے ایک نئی جہت فراہم کی ہے، بلکہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی عقیدت کا واضح ثبوت بھی پیش کر دیا ہے، چنانچہ علامہ محمد مرید احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مضمون "امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے چند خلفاء" میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔ شیخ سید محمد ادریس السنوسی قدس سرہ لیبیا کے صوبہ سیرنائیگا میں جغبوب میں ۱۳ر مارچ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور قطبِ مدینہ حضرت الشیخ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ علامہ نور احمد قادری[۱۳۲] راقم کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: اب جہاں تک شیخ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے اُن کے بارے میں یہ بات ایک بار حضرت مولانا فضل الرحمن انصاری نے کراچی میں وصال سے کئی سال قبل ایک علمی صحبت میں بتائی تھی۔ ان کا (فضل الرحمن انصاری) لیکچر در اصل اعلیٰ حضرت کے فضائل پر تھا بزبانِ انگریزی اور اس کا اہتمام بھی کراچی کے

---

۱۳۲ جو اس وقت (۱۹۸۴ء میں) سفارت خانہ انڈونیشیا، اسلام آباد میں مؤرخِ پاکستان، کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

ان بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلاء نے کیا تھا، جو حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی القادری کے مریدین میں سے تھے اور اعلیٰ حضرت کے سلسلۂ قادریہ سے منسلک تھے۔ یہ لیکچر اِن کا کراچی کے تھیوسوفیکل ہال[۱۳۳] میں ہوا تھا۔ یہ غالباً ۱۹۵۸ء کی بات ہے جب میری بین الاقوامی کتاب "تاریخِ تمدّن انڈونیشیا" پر قومی اور بین الاقوامی اخبارات میں ایک عرصہ سے علمی ریویو اور تبصروں کا سلسلہ جاری تھا اور یہ اجتماع بھی اعلیٰ حضرت ہی کے سالانہ عرس کے سلسلے میں تھا۔ اس اجتماع میں آخری تقریر حضرت مولانا فضل الرحمن انصاری القادری[۱۳۴] کی رکھی گئی تھی۔ وہ ان دنوں افریقہ سے چند روز کے لیے کراچی اپنے خاندان والوں سے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے فضائل بیان کرتے ہوئے اپنے انگریزی لیکچر میں فرمایا تھا کہ شمالی افریقہ کے اہلِ سنت درویشوں کی جو تحریک اٹھارہویں صدی میں شروع ہوئی اور شیخ سنوسی اوّل نے شروع کی تھی، استعماری قوتوں کے خلاف جہاد کرنے اور اسلام پھیلانے کے

---

[۱۳۳] یہ ہال ایم۔ اے جناح روڈ کراچی پر ریڈیو پاکستان کے مقابل واقع ہے۔

[۱۳۴] علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے، فلسفہ میں مولانا ظفر الحسن اور دینیات میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) کے شاگرد بنے۔ مبلغِ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر افریقہ، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ ۱۲ منہ

سلسلے میں تو اسی تحریک کے تیسرے شیخ سنوسی (شیخ الادریس السنوسی) جو ۱۹۰۴ء میں مدینہ منورہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مسجدِ نبوی میں علمِ حدیث میں کسبِ فضیلت کرتے تھے اور ان کے تلامذہ میں شامل تھے اور قریب فارغ التحصیل ہو چکے تھے کہ انہی ایام میں اعلیٰ حضرت اپنے دوسرے حج کے سلسلہ میں روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔
عرب کے بے شمار لوگ مدینہ منورہ میں اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے اور اسی دوران حضرت مولانا ضیاء الدین کے فارغ التحصیل علمِ حدیث کے شاگردِ رشید شیخ سنوسی (جو اپنے سلسلے کے تیسرے ہیں) یعنی: شیخ الادریس سنوسی کو بھی اعلیٰ حضرت نے خلافت سے نوازا اور ہدایت فرمائی کہ شمالی افریقہ میں اسلام پھیلائیں اور اتباعِ سنّت پر زور دیں اور سیدنا غوث الاعظم کی طریقت میں بیعت کریں۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایسا ہی کیا، وہ اپنے وقت کے بہت بڑے مجاہد ہوئے بعد کے سالوں میں انہوں نے اٹلی کے سامراج کے خلاف جہاد کیا اور طرابلس الغرب کو آزاد کرایا"[۱۳۵]۔

درودِ رضویہ اوراد و وظائف میں:

---

[۱۳۵] مکتوب علامہ نور احمد قادری، مکتوبہ ۲۹ر مئی ۱۹۸۳ء از اسلام آباد، پاکستان۔ دیکھیے معارفِ رضا، کراچی، جلد چہارم ۱۹۸۴ء (۱۴۰۵ھ)، ص ۲۴۶۔۲۴۸۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے "درودِ رضویہ" کو اپنے شجرہ کے اوراد و وظائف میں شامل فرمایا اور مریدین کو اس درود شریف کے پڑھنے کی وصیت فرمائی، درود شریف یہ ہے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلَاةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

فائدہ: اس درود شریف میں مولانا احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تین درود پاک جمع کیے ہیں، پہلا درود یہ ہے: "صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ"، دوسرا درود یہ ہے: "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور تیسرا درود یہ: "صَلَاةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"۔

فضیلت:

علماء فرماتے ہیں بروز جمعہ مدینہ منورہ کی جانب رُخ کر کے اس درود شریف کو سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھنے سے دین و دنیا کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر عمل کرنے کی سعادت بخشے، آمین۔

مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت:

بیسویں صدی عیسوی کی شخصیتوں میں بھی علماءِ کرام میں متعدد ہستیاں جامع العلوم اور جامع علم و کردار ہوئی ہیں، ان میں سے ہر ہستی اپنے دائرہ میں ان علماء پر فائق رہی ہے، جو جامع نہ تھے۔ اس کی ایک مثال مبلغ اسلام حضرت مولانا

شاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک اور جلیل القدر شخصیت ہے۔ آپ دینی علوم اور جدید افکار دونوں کے جامع تھے اور کردار کے اعتبار سے ایک بلند اسلامی روحانی شخصیت کے حامل تھے۔ انہی صفاتِ ستودہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دورِ حاضر کا سب سے ممتاز مبلغ اسلام بنایا اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اطراف واکنافِ علم میں دینِ متین کی وہ عظیم خدمات انجام پائیں، جو پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے موجبِ افتخار ہیں۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے تبلیغی دورے کی تفصیل بتاتے ہوئے، مولانا محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت کا ذکر ان الفاظ کرتے ہیں: ”آپ کو مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتاتا ہوں، جو ایک بہت بڑے عالمِ دین، مقرر اور عظیم مبلغ تھے۔ میں مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۰ء کے دوران عالمی دورے پر تھا، مشرقِ وسطیٰ، یورپ اور شمالی وجنوبی امریکہ کا دورہ کرنے کے بعد ہم فلپائن کے مشہور شہر Cotabato (کوتاباتو) گئے، فلپائن ایک ایسا ملک ہے جہاں طوفانی بارشیں کثرت سے ہوتی ہیں۔

ایک دن شام کے وقت ایک کھلے میدان میں ایک محفل کا انعقاد کیا جانا تھا، یہ محفل مغرب کے بعد شروع ہونی تھی، جس میں مسلمان اور غیر مسلم سب مدعو تھے۔ نماز ظہر کے بعد شہر میں کالے بادل چھانے لگے اور عصر تک ایک

بڑے طوفان کے آثار نظر آنے لگے۔ عصر کے بعد میں اپنے مرشد مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں حضرت کے پاس دیگر مقامی لوگ بھی آئے ہوئے تھے، میں نے اپنے مرشد سے کالے بادلوں، بجلی کی کڑک اور آنے والے طوفان کے بارے میں عرض کی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور فرمایا: "بیٹا تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ ہم یہاں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی بارش برساتا ہے اور زمین اس کی ملکیت۔ جن لوگوں نے یہاں آنا ہے وہ اُسی کی مخلوق ہیں، اگر وہ چاہتا ہے کہ میں اس کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں، تو ایسا ضرور ہوگا"۔

مغرب کے بعد ہم جلسہ گاہ میں گئے، جہاں ایک بہت بڑا مجمع انتظار کر رہا تھا، جو وہاں تقریباً تین بجے کے بعد سے جمع ہونا شروع ہو گیا تھا، صوبہ کا گورنر جو کہ مسلمان اور صدرِ محفل تھا، وہ بھی وہاں موجود تھا، ایک رومن کیتھولک مہمانِ خصوصی اور دیگر مہمان بھی وہاں تھے۔ محترم المقام مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتگو انگریزی زبان میں کرنا شروع کی اور ساتھ ہی ایک مترجم نے مقامی زبان میں اس کا ترجمہ کرنا شروع کیا۔ بارش کی موٹی موٹی بوندیں گرنا شروع ہونے لگیں، مجمع نے بے چین ہو کر چاہا کہ اٹھ کر گھروں کو جایا جائے۔ اس وقت تک مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف عربی میں خطبۂ مسنونہ اور اس کے بعد ایک دو جملہ ہی ادا فرمائے تھے، میری حیرت کی انتہا تھی کیونکہ اس وقت تک

میں اُس راز کو نہیں جانتا تھا جو مولانا جانتے تھے، مولانا نے فرمایا: "میرے عزیز دوستو! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس اب بارش رُکنے والی ہے اور جب تک یہ محفل جاری ہے اس وقت تک بارش نہیں ہوگی، تاہم محفل ختم ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پاس "دس منٹ" ہوں گے کہ آپ اپنے گھروں کو جا سکیں، پھر ایک بہت بڑا طوفان آئے گا، براہِ کرم جب محفل ختم ہو جائے تو مجھ سے مصافحہ کرنے کے لیے آگے نہ آیئے گا کیونکہ اس وقت مجھے بھی ہوٹل واپس جانا ہوگا"۔

جب آپ نے یہ اعلان فرمایا تو بارش رُک گئی، اس کے بعد ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی اطمینان سے ایک بہت ہی عمدہ خطاب فرمایا، میں پریشان تھا کہ مولانا نے یہ کیسا جرأتمندانہ اعلان کر دیا ہے گویا کہ میرے سُسر کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ آیا مولانا بھی جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا اعلان کیا ہے؟ اس دوران گرج چمک ہوتی رہی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گفتگو کی، اس دوران مجمع آرام سے بیٹھا رہا، میں یہ سمجھا تھا کہ مولانا اس اعلان کے بعد گفتگو کچھ کم کریں مگر مولانا نے طویل گفتگو کی۔ پھر دیگر کے خطاب اور صدرِ محفل کے اظہارِ تشکر کے بعد محفل ختم ہوئی۔ لوگوں نے اسٹیج کی طرف بڑھنا شروع کیا تاکہ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کر سکیں، تو مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میرے عزیز دوستو! پہلے تو آپ لوگ یہاں سے بھاگ رہے تھے اور کیا آپ نہیں دیکھتے

کہ آسمان میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں نے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا، خدارا! مہربانی فرمائیں، آپ کے پاس گھر کو جانے کے لیے "دس منٹ" ہیں اور میں بھی اپنے ہوٹل جا رہا ہوں"۔

پورے دس منٹ بعد شدید طوفان آیا اور دوسری صبح پانی کو تاباتو کی سڑکوں پر تقریباً چھ سے سات فٹ اونچا کھڑا تھا۔ اس کرامت کو دیکھ کر ہزاروں کیتھولک عیسائی مسلمان ہوئے۔ یہ ہے خلیفۃ اللہ! اور یہ ہے اسلام کا مقصد![۱۳۶]

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور تصرفاتِ اولیاءِ کرام بعد از وصال:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو یہ طاقت وقدرت بخشی ہے کہ یہ حضرات وصال کے بعد بھی دنیاوی اُمور میں تصرف فرما سکتے اور فرماتے ہیں، اسی ضمن میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ مقصدِ اسلام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اندھیرے میں نہیں دھکیلتا بلکہ انہیں اُس روشنی کی طرف لاتا ہے جہاں وہ ہر حقیقت کو کما حقہ دیکھ سکتے ہیں۔

۔۔۔اسلام کے عظیم مفکر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اب تک **"اللہ تعالیٰ کے عطا سے"** اس دنیا کے اُمور میں اسی طرح تصرف فرماتے ہیں جیسے کہ وہ زندگی میں فرمایا کرتے تھے"۔

---

۱۳۶ خطبات مولانا انصاری (۱)، ص ۳۸۔۴۰۔

تصرفِ اولیاء کی تعریف:

پھر یہ کہ یہ تصرف کس طرح کا ہوتا ہے! اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:۔۔۔

"کسی چیز کی شکل و عمل کو تبدیل کرنا "تصرف" کہلاتا ہے۔ یہ تصرف کم درجہ کا علمِ سائنس میں جبکہ اعلیٰ درجہ کا روحانیت میں ممکن ہے۔ جو لوگ خلیفۃ اللہ کی خصوصیات، روحانی اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندوں کے طور پر حاصل کر لیتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت پھیلانے والے اور ایک ایسا آئینہ بن جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس دکھائی دیتا ہے، پھر یہ لوگ سائنسدانوں سے بڑھ کر حیرت انگیز کام کرسکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا ہے:

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اگر ایک شخص حقیقی معنوں میں "مؤمن" ہے تو وہ تصویر نہیں بلکہ اُس ذات کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ جیسے اقبال نے کہا:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"۔

بیعت و خلافت:

مبلغِ اسلام سفیرِ چین و جاپان مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے حطیمِ کعبہ میں مولانا انصاری کو سلاسلِ عالیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ اور شاذلیہ وغیرہ میں بیعت کیا اور اجازات و خلافت سے نوازا۔

شجرۂ طریقت:

آپ کا شجرۂ طریقت اس طرح ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ

اَلسِّلْسِلَةُ الطَّيِّبَةُ لِطَرِيْقَةِ الْعَالِيَةِ الْقَادِرِيَّةِ الْغَوْثِيَّةِ النَّجِيْبِيَّةِ الْعَلِيْمِيَّةِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ مَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْحِكَمِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

أَسْأَلُكَ إِيَّاكَ بِاسْمِكَ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ جَلَّ جَلَالُكَ وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِي الْحَسَنِ أَبِيْ تُرَابٍ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الْإِمَامِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ الْحَبِيْبِ الْعَجَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ دَاوٗدَ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ الْمَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ السَّرِيِّ السَّقَطِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا سَيِّدِ الطَّائِفَةِ أَبِي الْقَاسِمِ جُنَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي بَكْرِنِ الشِّبْلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ عَبْدِ الْوَاحِدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي الْفَرَحِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ الْقُرَشِيِّ الْهَكَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي سَعِيْدِنِ الْمُبَارَكِ الْمَخْزُوْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ الْقُطْبِ الرَّبَّانِيِّ وَالْغَوْثِ الصَّمَدَانِيِّ وَالْهَيْكَلِ النُّوْرَانِيِّ وَالْمَحْبُوْبِ السُّبْحَانِيِّ

سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِيْ مُحَمَّدٍ مُحِيِّ الدِّيْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ السَّيِّدِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ السَّيِّدِ أَبِيْ صَالِحِ الْفَقِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ السَّيِّدِ احْمَدْ شَاهْ أَوَّلْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ شَہَابِ الدِّیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ شَمْسِ الدِّیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ عَلَاءِ الدِّیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ نُوْرُ مُحَمَّدْ شَاہْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ عَبْدِ الْجَلَالِ الصَّحْرَائِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ بَہَاوَلْ شِیْرِ قَلَنْدَرْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ أَبِی الْمَعَالِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مُحْکَمِ الدِّیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ شَاہْ اَمِیْرِ بَالَا پِیْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ عَبْدِ اللَّطِیْفِ الْبَرِّیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ دُرْوِیْش مُحَمَّدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ شَاہْ اَحْمَدْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ عَبْدِ اللَّطِیْفِ الثَّانِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مَدَحْ شَاہْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ اَعْظَمْ عَلِیْ شَاہْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ السَّیِّدِ مُحَمَّدْ غَوْث عَلِیْ شَاہْ قَلَنْدَرْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ نَجِیْبِ الْمُصْطَفٰی مَوْلَانَا الشَّاہْ مُحَمَّدْ عَبْدِ الْحَکِیْمِ الصِّدِّیْقِیِ الْقَادِرِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ اِمَامِ الدِّیْنِ مَوْلَانَا الشَّیْخِ اَحْمَدْ مُخْتَارِ الصَّدِّیْقِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الْاِمَامِ الْمُجَاھِدِ الْکَبِیْرِ الْعَارِفِ بِاللہِ سَیَّاحِ الْعَالَمِ وَالْمُبَشِّرِ لِدِیْنِ اللہِ بَیْنَ الْاُمَمِ مَوْلَانَا الشَّاہْ مُحَمَّدِ عَبْدِ الْعَلِیْمِ الصِّدِّیْقِیِ الْقَادِرِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اَنْ تَرْحَمَ الْعَبْدَ الضَّعِیْفَ مُحَمَّدْ فَضْلَ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِیَّ

وَعُبَیْدَکَ ____________ بْنَ ____________

وَاَمَتَکَ ____________ بِنْتَ ____________

وَنَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ وَحَرِّقْ قُلُوْبَنَا بِنَارِ عِشْقِکَ یَا اللہُ یَا نُوْرُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَی النُّوْرِ الْاَوَّلِ وَالظُّھُوْرِ الْاٰخِرِ فِی الْبَاطِنِ وَالظَّاھِرِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ النُّجُوْمِ الزَّوَاھِرِ حَسْبَ وُسْعِ بَحْرِ عِلْمِکَ الزَّاخِرِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

نوٹ: مولانا فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس سلسلہ عالیہ کے شیخ و خلیفہ مجاز حضرت مولانا شیخ محمد جعفر علیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ رہے اور اس کے بعد سے تا حال اس سلسلہ کے شیخ و خلیفہ مجاز صاحبزادہ والا شان قبلہ جناب مصطفٰی فاضل انصاری صاحب (اَدَامَ اللہُ تَعَالٰی ظِلَّہٗ) ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ مبارکۂ غوثیہ نجیبیہ علیمیہ

شجرۂ منظومہ خاندانِ چشتیہ صابریہ نجیبیہ علیمیہ

(بزبانِ اُردو)

اے خدا! اے قدیر! اے مولا! در پہ حاضر ہے یہ فقیر ترا

بھیک دے بھیک اپنے عرفاں کی ہو عطا مجھ کو دیدۂ بینا

نارسا عقل، آدمی ناچار اور معمہ ہے یہ من و تُو کا

کیا بتاؤں یہ میں، کہ میں ہوں کون؟ کون کھولے یہ راز تُو ہے کیا؟

ہے مگر اِک ترے کرم سے اُمید دل ہوا ہے جو مائلِ اِفشا

سوجھتی ہیں اسی کو یہ باتیں تُو بناتا ہے جس کو کچھ اپنا

ہاں ذرا کھول دے یہ پردۂ راز ہاں بتادے ذرا یہ بات ہے کیا

بہ طفیلِ محمدِ عربی بہ طفیلِ علیؓ شیر خدا

شہ حسنؒ، شہ حبیبؒ، شہ داؤدؒ شاہ معروفؒ و سرّیِؒ یکتا

سیّدُ الطائفہ جنیدِؒ زمن شیخ بوبکر شبلیؒ والا

عبد واحدؒ، ابو الفرحؒ ذی جاہ بو الحسنؒ، بو سعیدؒ، شاہِ ہدا

غوثِ اعظم محیؒ دینِ نبی شاہِ جیلاں امینِ ربِّ عُلیٰ

عبدِ رزّاقؒ اور ابو صالحؒ سیّد و شاہِ احمدؒ اولیٰ

باعثِ روشنی ونور وعلو دینِ حق کے شہاب و شمس و علا

سیّدِ نور وشاہِ عبدِ جلال شہ قلندر، ابو المعالی ما

محکم دین اور احمد شاہ اور عبد اللطیف شاہِ ہُدیٰ

شیخ درویش خان احمد شاہ شاہ عبد اللطیف مردِ خدا

مدح شاہ اور سیّد اعظم علی شاہِ غوثِ علیّ بے ہمتا

شاہِ عبد الحکیم صدیقی وہ نجیبِ حبیبِ ربِّ عُلیٰ

سرور وشاہ احمدِ مختار شاہ عبد العلیم مولانا

فضلِ رحمان حافظ وعالم داعی و سالکِ طریق ہُدیٰ

سب کے صدقے میں اور سب کیلیے مست مجھ کو بنائیو اپنا

ہوں فنا تو تری طلب میں مٹوں تجھ کو پاؤں، تو پاؤں جانِ بقا

جھگڑے مٹ جائیں سب مَن وتو کے یوں حقیقت کا راز ہو افشا

راز پاکر مقامِ حیرت میں میں کہوں بھی تو پھر کہوں گا کیا

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

مُہر ہے مُہر، بہرِ رازِ خدا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلسِّلْسِلَةُ الطَّيِّبَةُ لِطَرِيْقَةِ الْعَالِيَةِ الْچِشْتِيَّةِ الصَّابِرِيَّةِ الْإِمْدَادِيَّةِ النَّجِيْبِيَّةِ الْعَلِيْمِيَّةِ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

اَسْأَلُكَ اِيَّاكَ بِاسْمِكَ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ جَلَّ جَلَالُكَ وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِي الْحَسَنِ أَبِي تُرَابٍ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الْاِمَامِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ عَبْدِ الْوَاحِدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ فُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ حُذَيْفَةَ الْمَرْعَشِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي هُبَيْرَةَ الْبَصْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُمْشَادْ عُلُوِّ الدِّيْنَوَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي اِسْحَاقَ الشَّامِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي اَحْمَدَ اَبْدَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي مُحَمَّدِ نِ الْمُحْتَرَمِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ أَبِي يُوسُفَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مَوْدُودِ الْچِشْتِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ الْحَاجِّ الشَّرِيفِ زِنْدَنِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ عُثْمَانَ الْهَارُونِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ اِمَامِ الطَّرِيْقَةِ سُلْطَانِ الْهِنْدِ مَوْلَانَا مُعِيْنِ الدِّيْنِ الْچِشْتِيِّ الْاَجْمِيْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ قُطْبِ الدِّيْنِ بَخْتِيَارِ الْكَعْكِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ فَرِيْدِ الدِّيْنِ گَنْجِ شَكَرْ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الشَّيْخِ الْمَخْدُوْمِ عَلَاءِ الدِّيْنِ عَلِي اَحْمَدَ الصَّابِرِ الْكَلْيَرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ شَمْسِ الدِّيْنِ التُّرْكِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ جَلَالِ الدِّيْنِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ اَحْمَدَ عَبْدِ الْحَقِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ اَحْمَدَ عَارِفٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ عَارِفٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الشَّيْخِ قُطْبِ الْعَالَمِ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ جَلَالِ الدِّیْنِ التَّانِیْسَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ نِظَامِ الدِّیْنِ الْبَلْخِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْگَنْگُوْھِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مُحِبِّ اللّٰہِ الاِلٰہ ابَادِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ الشَّاہ مُحَمَّدِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مُحَمَّدِ حَامِدِنِ الْمَکِّیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ الشَّاہ عَضُدِ الدِّیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ الشَّاہ عَبْدِ الْھَادِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ الشَّاہ عَبْدِ الْبَارِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ الشَّاہ عَبْدِ الرَّحِیْمِ الشَّھِیْدِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ الشَّاہ مِیَانْجِیْ نُوْرُ مُحَمَّدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ الْحَاجِّ الشَّاہ اِمْدَادِ اللّٰہِ الْمُھَاجِرِ الْمَکِّیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا نَجِیْبِ الْمُصْطَفٰی الشَّیْخِ الْحَاجِّ الشَّاہ مُحَمَّدْ عَبْدِ الْحَکِیْمِ الصِّدِّیْقِیِّ الْقَادِرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ اِمَامِ الدِّیْنِ مَوْلَانَا الشَّیْخِ اَحْمَدْ مُخْتَارِ الصِّدِّیْقِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الْاِمَامِ الْمُجَاھِدِ الْکَبِیْرِ الْعَارِفِ بِاللّٰہِ سَیَّاحِ الْعَالَمِ وَالْمُھَشِّمِ

لِدِيْنِ اللهِ بَيْنَ الْأُمَمِ مَوْلَانَا الشَّاهُ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الْعَلِيْمِ الصِّدِّيْقِيِّ الْقَادِرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَنْ تَرْحَمَ الْعَبْدَ الضَّعِيْفَ مُحَمَّدْ فَضْلَ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيَّ

وَعُبَيْدَكَ ________ بْنَ ________

وَاَمَتَكَ ________ بِنْتَ ________

وَنَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ وَحَرِّقْ قُلُوْبَنَا بِنَارِ عِشْقِكَ وَطَهِّرْ قُلُوْبَنَا عَنْ مَّا سِوَاكَ يَا اللهُ يَا نُوْرُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النُّوْرِ الْاَوَّلِ وَالظُّهُوْرِ الْآخِرِ فِي الْبَاطِنِ وَالظَّاهِرِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ النُّجُوْمِ الزَّوَاهِرِ حَسْبَ وُسْعِ بَحْرِ عِلْمِكَ الزَّاخِرِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

نوٹ: مولانا فضل الرحمٰن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس سلسلۂ عالیہ کے شیخ وخلیفۂ مجاز حضرت مولانا شیخ محمد جعفر علیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ رہے اور اس کے بعد سے تاحال اس سلسلہ کے شیخ وخلیفۂ مجاز صاحبزادہ والا شان قبلہ جناب مصطفیٰ فاضل انصاری صاحب (اَدَامَ اللهُ تَعَالٰى ظِلَّهٗ) ہیں۔

شجرۂ منظومہ خاندانِ چشتیہ صابریہ نجیبیہ علیمیہ

(بہ زبانِ اردو)

اے خدا! اے خالقِ جن و بشر، اے کبریا — کون سنتا ہے بجز تیرے فقیروں کی صدا
دامنِ اُمید پھیلا کر ترے دربار میں — عاجزوں کی طرح یہ اِک بے نوا ہے مانگتا
میرے مولا اس کو دے وہ نادر و نایاب بھیک — جو خزانے میں ہو تیرے مثلِ دُرِّ بے بہا
صدقہ اپنے نام کا اور اپنے پیاروں کا طفیل — میری مُنھ مانگی مرادیں مجھ کو فرمادے عطا
اِن نفوسِ پاک کا صدقہ جو ہیں تیرے حضور — راز دارِ سرّ خاصِ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا
یعنی تاجِ انبیاء و اولیا ختمِ الرُّسُل — سیّدِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ
شیرِ حق حضرت علیؓ اور شیخِ دیں حضرت حسنؓ — عبدِ واحدؒ اور فضیلؒ بن عیاضِ با صفا
شیخ ابراہیمؒ ادہم اور حذیفہؒ مرعشی — بوہبیرہؒ اور وہ مشاد علوی بوالعلا
شیخ بوؒ اسحٰق شامی احمدِؒ ابدال شاہ — بومحمدؒ اور بو یوسفؒ امامِ اولیا
خواجۂ مودودؒ اور حاجی شریفِؒ زندنی — خواجہ عثمانؒ و معینؒ الدین چشتی حق نما
خواجہ قطبؒ الدین کعکی اور شہِ گنجِؒ شکر — شہ علاؤؒ الدین صابر کلیری مخدومِ ما
شاہ شمسؒ الدین جلالؒ الدین شاہ اور عبدِؒ حق — شاہ عارفؒ ابن احمدؒ بو محمدؒ رہ نما
عبدِ قدوسؒ و جلالؒ الدیں نظامؒ الدین حق — بوسعیدؒ اور وہ محبؒ اللہ شیخ باصفا
شہ محمدیؒ اور حامد شاہِ عضدؒ الدین شاہ — سیّدی عبدؒ الرحیم مقتدا و پیشوا
حضرتِ نورؒ محمد علوی وجھنجانوی — جن کے نورِ باطنی سے جان و دل روشن ہوا
مرجعِ عالم رئیس الاتقیا شیخ الشیوخ — شاہِ امدادؒ اللہ فاروقی مہاجر حق رسا
رہبرِ راہِ طریقت حضرتِ عبد الحکیم — عاشقِ ذاتِ الٰہی و نجیبِ مصطفیٰ

قادریؔ و نقشبندیؔ سہروردی شاذلی صابریؔ چشتیؔ امیر حلقۂ امدادیہ

عالمِ علمِ جلی و واقفِ سرّ خفی احمدِ مختار صدیقی امام و مقتدا

جامع شرع و طریقت مخزنِ فضل و کمال عارفِ رازِ حقیقت، واصلِ ذاتِ خدا

یعنی وہ سیاحِ عالم حضرتِ عبد العلیم جن کی تبلیغی سعی سے اِک جہاں روشن ہوا

فضلِ رحماں نقشبندی، سہروردی، شاذلی قادری، چشتی، علیمی سلسلے کے پیشوا

حافظِ قرآں امیں، عالمِ دین و فیلسوف سائحِ عالم، مبلغ، سالک راہِ صفا

ان بزرگوں کا تصدق، ان پیاروں کا طفیل

اپنی ذاتِ پاک کا تو مجھ کو متوالا بنا

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

منشائے بیعت یہ ہے کہ طالب مرشدین راہِ حق سے وصول الی اللہ کا طریق معلوم کر کے مطلوبِ حقیقی تک پہنچ جائے۔ وصول الی المطلوب کی سہل تدبیر یہ ہے کہ دل اور زبان کو ذکرِ مطلوب میں اس قدر مصروف رکھے کہ ایک سانس بھی بغیر اُس کی یاد کے نہ لیا جاوے۔ حتیٰ کہ ہر بنِ مو سے نامِ محبوب سنا جائے۔ جب ذاکر ذکر میں اس درجہ مستغرق ہو جائے کہ تمام عالم بلکہ اپنی ذات کو بھی بھول جائے تب انوارِ تجلیاتِ مذکور ظہور فرماتے ہیں۔ اس مرتبے پر پہنچ کر زہد، تقویٰ، توکل، عزلت، قناعت، صبر، تسلیم اور رضا وغیرہ تمام بہترین خصائل بے قصد و بے ارادہ حاصل ہو جاتی ہیں۔

ارکانِ خمسہ اسلام میں:

جن کی پابندی فرضِ عین قرار دی گئی ہے۔ یہی ایک راز ہے کہ یہ وصول مطلوب کے لیے وسیلہ بن جاتے ہیں۔

۱۔ ذکرِ محبوب میں زبان و دل تر زبان رہیں۔

۲۔ دن رات میں پانچ مرتبہ خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کو یاد کریں، یعنی نمازِ پنجگانہ حتی الوسع باجماعت پابندی کے ساتھ ادا کریں۔

۳۔ سال میں ایک ماہ شہوانیات سے محترز رہ کر محبوب کی سی خصلت اختیار کریں، یعنی ماہِ رمضان المبارک کے روزے پابندی کے ساتھ رکھیں۔

۴۔ مال حاصل کر کے محبوب کے نام پر بھی کچھ دیں تا کہ حُبِّ مال و جاہ میں اُس کو بھول نہ جائیں، یعنی ایک سال تک جمع شدہ چاندی، سونے یا روپے میں سے سال پورا ہونے کے بعد اُس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ مستحقین کو دیں۔

۵۔ عمر میں ایک بار ترکِ وطن و اربابِ وطن کر کے راہِ کعبہ و عرفات کی سختیاں برداشت کریں اور لبیک کے نعرے بلند کرتے ہوئے کعبۂ مقصود تک پہنچ جائیں، جمالِ محبوب کو پیشِ نظر دل پائیں اور عرفانِ حقیقی حاصل کریں۔

المختصر ارکانِ خمسہ کی پابندی کے ساتھ کبائر سے اجتناب اور صغائر سے گریز رہے۔ نیز ہر طالب کو اُس کی استعداد کے موافق جس صورت سے اور جس قدر ذکرِ الٰہی تعلیم کیا جاتا ہے اُس میں بہ ہمتِ تامہ مشغول رہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہ برکتِ ذکر خصائلِ رذائل مبدل بہ شمائلِ حسنہ ہو جائیں گے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ بے شک نیکیاں برائیوں کو کھو دیتی ہیں۔ درود شریف پڑھنے کو بھی لوازماتِ ذکر سے خیال کرنا چاہیے۔ اس سے ذکر کی حرارت میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور محبوبِ حقیقی کے حبیب، واسطۂ فیض و وسیلۂ نجات سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت پیدا ہوتی ہے جو عین ایمان ہے اور مادۂ محبتِ الٰہی۔ یہ منشا "دلائل الخیرات" کے ورد سے حاصل ہو سکتا ہے۔

معمولاتِ روزانہ

۱۔ فجر کی سنت و فرض کے درمیان اور اگر اُس وقت نہ ہو سکے تو فرض کے بعد وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ دو سو مرتبہ پڑھنا قلب سے وسوسوں کو بھی دور کرتا ہے اور روزی میں برکت کے لیے بھی مفید ہے۔

۲۔ بعدِ فجر و بعدِ عشا محاسبہ کیجیے یعنی سوچئے کہ رات یا دن بھر میں کس قدر گناہ سرزد ہوئے، اللہ کے ذکر سے کس قدر غفلت رہی۔ اُس پر شرمندہ ہو کر پہلے سیّد الاستغفار تین بار پڑھیے، پھر حسبِ ذیل استغفار کے صیغوں میں جو آسان ہو اُسے سو مرتبہ پڑھیے۔

(الف) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْۢبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(ب) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(ج) رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔

(د) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

۳۔ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ۱۰۰ بار بعد فجر و بعد عشاء۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰى اخْتِيَارِیْ۔ سات بار فجر کے بعد اور سات بار مغرب کے بعد۔

اس کے پڑھنے سے دن بھر کے سب کاموں کے لیے استخارہ ہو جائے گا اور مغرب کے بعد پڑھنے سے رات بھر کے سب کاموں کے لیے استخارہ ہو جائے گا۔

۵۔ ہو سکے تو ہر نماز کے بعد ورنہ کم از کم عشا کی نماز کے بعد درود شریف کے ان صیغوں میں سے کوئی صیغہ کم سے کم ایک سو مرتبہ ضرور پڑھیے۔

مگر پڑھتے وقت یہ دھیان جمائیے کہ میں سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے درود وسلام کو سن رہے ہیں:

(الف) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(ب) صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتًا وَّ سَلَامًا عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(ج) صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ كُلِّ لَمْحَةٍ وَّ نَفَسٍ عَدَدَ مَا وَسِعَهٗ عِلْمُ اللّٰهِ۔ اسے اگر دو ہزار بار بعد عشا روزانہ پڑھے تو ان شاء اللہ زیارتِ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو۔

(د) صفائی قلب کے لیے یہ صیغہ زیادہ اچھا ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(ہ) صحت و تندرستی کے لیے یہ صیغہ زیادہ سود مند ہے۔ ہر نماز کے بعد ۱۱ بار:
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ وَّصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَرَضٍ وَّ شِفَاءٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

۶۔ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام روزانہ ایک بار پڑھ لیا کیجیے۔

ضرورتوں کے لیے چند خاص اعمال

۷۔ ادائے قرض کے لیے اَللّٰھُمَّ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ہر نماز کے بعد سات بار اور جمعے کی نماز کے بعد ستّر بار پڑھنا مفید ہے۔ نیز یَامَالِکُ بعد فجر ایک سو بیس بار اور یَاعَزِیْزُ بعد فجر چالیس بار پڑھنا چاہیے۔

روزی میں برکت

۸۔ یہ عمل بارہا تجربے میں آیا کہ بعد عصر روزانہ ایک ہزار ایک سو گیارہ بار یَامُغْنِیُ پڑھیں، اور اپنی آمدنی میں سے ایک حصّہ پیرانِ عظام کی ارواحِ طیبہ کو ایصالِ ثواب کی نیت سے برابر نکالتے اور جمع کرتے رہیں، مثلاً فی روپیہ ایک پائی۔ جب سال پورا ہو، اُس جمع کی ہوئی رقم کا کھانا پکا کر فقرا کو کھلائیں، یا بزرگانِ سلاسل کے نام سے کسی کارِ خیر میں لگائیں۔

سخت مشکل کے وقت

۹۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ چار سو پچاس مرتبہ بعد عشا پڑھنا بہت مفید ہے۔

۱۰۔ ہر مشکل اور مصیبت دور ہونے کے واسطے اگر ہوسکے تو آدھی رات کے بعد تہجد کے وقت ورنہ جس وقت چاہیں، اوّل دو رکعت نماز نفل ادا کریں۔ پھر گیارہ بار درود شریف نمبر (ج) پڑھ کر تین بار یا جتنی بار ذوق وشوق و خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھ سکیں، یہ کلمہ طیبہ پڑھیں۔ پھر درود نمبر (ج) پڑھ کر دعا مانگیں۔ وہ کلماتِ خاص یہ ہیں:

اِلٰهِىْ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّىْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّىْ لِتُقْضٰى حَاجَتِىْ (اس جگہ اپنی حاجت کا خیال کریں) اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِىَّ۔

ہدایاتِ خاصہ

ہوسکے تو حسبِ ذیل نوافل پابندی سے پڑھیے:

۱۔ نماز تہجد بارہ رکعتیں، ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص یا جہاں سے اور جس قدر قرآنِ عظیم بہ ترتیل پڑھ سکیں۔

۲۔ نمازِ اشراق دو رکعت سے چھ رکعت تک سورج نکلنے کے بعد۔

۳۔ نمازِ چاشت چار رکعت سے بارہ رکعت تک ایک پہر دن چڑھنے کے بعد۔

۴۔ صلوٰۃ الاوّابین چھ رکعت سے بیس رکعت تک نمازِ مغرب کے بعد۔

۵۔ جمعہ کے روز بہ نیت صلوٰۃ التسبیح چار رکعت ادا کریں۔ ہر رکعت میں قراءت سے پہلے کلمہ (سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ) پندرہ بار،

قراءت کے بعد دس بار، رکوع میں دس بار، قومے میں دس بار، سجدے میں دس بار، جلسے میں دس بار اور سجدۂ ثانیہ میں دس بار۔ بعد ازاں کھڑے ہو کر دوسری رکعت شروع کریں۔ ایک رکعت میں یہ کلمہ کُل پچھتر (۷۵) بار ہے۔ چاروں رکعتوں میں تین سو بار ہو گا۔ سورۂ الحمد کے بعد پہلی رکعت میں سورہ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ، دوسری رکعت میں سورہ وَالْعَصْرِ، تیسری رکعت میں سورہ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور چوتھی رکعت میں سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، یا اور جو سورۃ چاہیں۔ روزانہ ممکن ہو تو یہ نماز پڑھیں، ورنہ ہفتے میں ایک بار، ورنہ سال میں ایک بار ورنہ عمر بھر میں ایک بار کہ اس سے تمام گناہِ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اگر ہو سکے تو یہ نفل روزے رکھیں:

۱۔ ایامِ بیض یعنی ہر قمری مہینے کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کو۔

۲۔ ہر دوشنبہ و پنج شنبہ کو۔

۳۔ ماہِ محرم میں نویں، دسویں تاریخ کو۔

۴۔ ماہِ رجب میں ستائیسویں کو۔

۵۔ ماہِ شعبان میں پندرھویں کو۔

۶۔ ماہِ شوّال میں چھ روزے (دوسری تاریخ سے شروع کرے)۔

۷۔ ماہِ ذی الحجہ میں اوّل تاریخوں کے نو روزے، در صورت یہ کہ حج میں شریک نہ ہوں۔

مجالسِ ذکرِ خیر

۱۔ بروزِ عاشورہ محرم ذکرِ شہادتِ شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم بیان کیا جائے۔

۲۔ بارھویں ربیع الاوّل کو ذکرِ میلادِ مبارک سیّد المرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۳۔ گیارھویں ربیع الآخر کو ذکرِ سیّدنا غوث الثقلین قدسنا اللہ باسرارہ الشریفہ۔

۴۔ سوم جمادی الآخر کو میلادِ مبارک و ختمِ قرآنِ عظیم بہ تقریب عرس شریف حضرت صاحبِ طریقہ نجیبیہ مولانا الحاج محمد عبدالحکیم نور اللہ مرقدہٗ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۔ چھ رجب المرجب کو ذکرِ سرکار خواجہ غریب نواز اجمیری قدس اللہ سرہٗ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶۔ ستائیس رجب المرجب کو ذکرِ معراجِ مبارک نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۷۔ ۲۲ر ذی الحجہ کو ذکرِ ولادت وباسعادت سیّد الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ختمِ قرآن مجید بہ تقریب عرسِ مبارک حضرت صاحبِ سلسلۂ علیمیہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری المہاجر المدنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ القوی و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مختصر خاص خاص ضروری ہدایتیں

بیعت کے وقت سچے دل سے توبہ کی ہے، اُمید رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اب آئندہ گناہوں سے حتی الوسع بچتے رہیے، بلکہ شبہ کی چیزوں

سے بھی احتراز فرمایئے۔ بندگانِ خدا کے حقوق مین جو کمی کی ہو جلد تر اُن سے معافی لیجیے کہ وہ اُن بندوں ہی کے معاف کرنے سے معاف ہوں گے۔ کسی مسلمان کی طرف سے دل میں کینہ یا عداوت ہو تو فوراً اُسے دل سے نکال لیے اور جس قدر جلد ممکن ہو اُن سے صلح فرمایئے کہ جب تک دل ان اُلجھنوں میں گرفتار رہے گا محبوبِ حقیقی کی طرف یک سوئی دشوار اور قرب کی منزل تک رسائی مشکل۔

کم سے کم معمولاتِ روزانہ:

فجر و عشا کے بعد روزانہ پہلے یہ سوچیے کہ رات یا دن بھر میں کتنے گناہ سرزد ہوئے، کتنی دیر یادِ خدا سے غفلت رہی۔ اپنا حساب خود کیجیے، غلطیوں اور غفلت پر پشیمان ہو کر سچے دل سے اوّل سو بار استغفار پڑھیے۔ أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ پھر سو بار کلمۂ طیبہ اور سو بار درود شریف پڑھیے۔

ذکر:

ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر خاموش بیٹھیے اور یہ خیال جمایئے کہ سانس اندر جاتے وقت لَآ اِلٰهَ اور باہر آتے وقت اِلَّا اللهُ کہہ رہا ہے۔ سانس معمولی رہے، نہ طویل نہ قصیر۔ پھر چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت اُسی کا خیال رکھیے، یہاں تک کہ کوئی لحظہ بھی اس سے خالی نہ جائے۔ سوتے وقت خاص طور پر اسی

طرح سانس سے ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کرتے ہوئے سو جائے۔ نیز جو اور اذکار و وظائف بتائے گئے ہوں اُنھیں معمول بنائیے۔

اپنے روحانی مسائل کے سلسلے میں بلا تکلف حسبِ ذیل پتے پر رجوع فرمائیے:

محمد فضل الرحمٰن انصاری

۳۔ماسٹر ہاؤس، متصل میمن مسجد، سمرسٹ اسٹریٹ، صدر، کراچی ۳ (پاکستان)

وَاللہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ۔

مآخذ و مراجع

القرآن الکریم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

اردو مآخذ:

پروفیسر افتخار حسین شاہ، "تاریخ ساز علامہ اقبال"، بیکن بکس، گلگشت ملتان، ۲۰۰۲ء۔

تعارف پمفلٹ "دی قرآن فاؤنڈیشن اینڈ اسٹرکچر آف مسلم سوسائٹی"، مطبوعہ کراچی۔ س

حامد علی علیمی، "خطبات مولانا انصاری (۱)"، ادارۂ تحقیق ونشریاتی اسلامی کراچی، طبع اول، ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء۔

خبر نامہ ہمدرد، کراچی، شمارہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۷۶ء۔

خلیل احمد رانا، مبلغِ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری، ورلڈ اسلامک مشن کراچی، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء۔

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، وفیاتِ معارف، قرطاس پرنٹرز، کراچی ۲۰۱۳ء۔

ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، "وفیات ناموران پاکستان، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء۔

رحمان علی، تذکرہ علماءِ ہند، مترجم محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، بارِ اول، ۱۹۶۱ء۔

سیّد سلیمان ندوی، شذرات، ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ، شمارہ مارچ ۱۹۳۸ء۔

صوفی دیوان راحت، "دورِ جدید کی پاکستانی مسلم مشنری"، علیمیہ اکیڈمی اسلامک سینٹر، جہلم، ۱۹۸۶ء۔

ضیاء الدین احمد مولانا، مرآۃ الانساب، مطبع رحیمی ترپولیہ رجیپور (انڈیا) ۱۹۱۷ء۔

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابرِ اہلسنت، اویسی بک اسٹال گوجرانوالہ۔

ماہر القادری، "یادِ رفتگاں"، مرتبہ: طالب ہاشمی، مطبوعہ البدر پبلی کیشنز، راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، بار اوّل فروری ۱۹۸۶ء۔

ماہنامہ "پیامِ سحر" کراچی، جلد نمبر ۲، جون۔ جولائی ۱۹۷۴ء، شمارہ نمبر ۶۔ ۷۔

ماہنامہ "اخبارِ اُردو" کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۸۳ء۔

ماہنامہ منزل کراچی، مئی ۱۹۶۴ء، جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۱۔

ماہنامہ منزل کراچی، نومبر ۱۹۶۴ء، جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۷۔ ۸۔

ماہنامہ معارفِ رضا، کراچی، جلد چہارم ۱۹۸۴ء (۱۴۰۵ھ)۔

مجلہ الضیاء (عربی)، لکھنؤ ۱۹۳۲ء / ۱۳۵۱ھ۔ ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ۔

محمد صادق قصوری، فدایانِ امیر ملّت، مجلسِ امیر ملّت، برج کلاں، قصور، ۱۹۸۱ء۔

محمد ظفر الدین بہاری، حیاتِ اعلیٰ حضرت، کشمیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور، طبع دوم ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابرِ اہل سنت، شبیر برادرز پبلشرز اردو بازار لاہور، طبع دوم ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۳ء۔

محمد عنایت اللہ انصاری، تذکرہ علماءِ فرنگی محل، اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ، سن۔

محمود احمد قادری، تذکرہ علماءِ اہلسنت، سُنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد، بار دوم ۱۹۹۲ء۔

مولانا محمد اطہر نعیمی، "چند یادیں، چند باتیں"، خصوصی مجلہ "عظیم مبلغ اسلام"، خواتین اسلام مشن، پاکستان، رجب ۱۴۲۴ھ / ستمبر ۲۰۰۳ء۔

انگریزی ماخذ:

Dr. Muhammad Fazl-ur-Rahman Ansari, "The Qurannic Qoundation and Structure of Muslim Society", World Feredarion of Islamic Missions, Karachi.

__ Islam and Western Civilization, WFIM karachi, 3rd Edition.

__ The Communist Challenge to Islam, Makki Publications, South Africa, April 1951.

F.K Khan Durrani, "A Plan of Muslim Educational Reform", Islamic Book Service, Lahore 2nd Edition 1989.

The Minaret, 1974.

The Minaret, 1998.

Abdul Kader Choughly, Fazlur Rahman Ansari Life and Thought, Gravity International Print & Design, 1st Edition 2012.

مؤلف کا تعارف ایک نظر میں

از قلم: مفتی ابو محمد اعجاز احمد

نام: حامد علی بن علی احمد بن عبد الجبار بن عبد الرحمن برکاتی۔

وجہِ تسمیہ: مرحوم علی احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کے مطابق "حامد علی" نام، مدینۃ الاولیاء ملتان (پاکستان) کے مشہور عالم دین وبزرگ "حضرت حامد علی خان نقشبندی" رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک نام پر رکھا، جب ان کے دربار میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے مولیٰ! اگر اس بار اولادِ نرینہ ہوئی تو اُس کا نام صاحبِ مزار کے نام پر ہوگا۔

پیدائش: جون، ۱۹۸۳ء، کراچی۔

عقیدہ و نظریہ: سُنی صحیح العقیدہ حنفی۔

تعلیم: ایم۔اے اسلامک اسٹڈیز، جامعہ کراچی۔

"**الشهادة العالمية**": الجامعة العليمية الإسلامية، کراچی۔

پی۔ایچ۔ڈی، (اسلامک لرننگ) جامعہ کراچی۔

اجازت وخلافت:

الحمد للہ موصوف کو کئی علماء ومشائخ سے مختلف اوراد ووظائف پڑھنے کی اجازت ہے، حال ہی میں (۱۸ر جنوری ۲۰۱۵ء) جانشینِ محدثِ کچھوچھوی حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں حفظہ اللہ نے موصوف کو راقم الحروف کے ساتھ سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں اجازت وخلافت سے نوازا ہے۔

تحریری و تصنیفی خدمات:

اب تک ان کے مختلف الموضوعات تحریر کیے جانے والے کام یہ ہیں:

تراجم عربی سے اردو اور انگریزی سے اردو، تحقیق و تخریج کُتب و مخطوطات، منظوم کلام (مناقب وغیرہ) اور مستقل مقالہ جات۔ ذیل میں ان تمام کاوشوں کو موضوعاتی اعتبار سے سے ذکر کیا جاتا ہے:

۱) رضویات:

۱۔ "**التعليقات الرضوية على الفتاوى الهندية**" (باب احکام المرتدین)، تحقیق اور اردو ترجمہ۔ کُل صفحات: ۱۸۴۔ ناشر: صدیقی پبلشرز، کراچی۔ طبع اول، فروری ۲۰۰۹ء۔ طبع ثانی: اپریل، ۲۰۰۹ء۔

۲۔ "**التعليق الرضوي على صحيح البخاري**": مشترکہ تحقیق و تبییض۔ ناشر: مکتبۃ المدینہ، کراچی۔ کُل صفحات: ۴۵۰۔ طبع اول: ۱۴۳۰ھ۔۲۰۰۹ء۔

۳۔ فتاویٰ رضویہ اور علومِ حدیث کُل صفحات: ۱۹، غیر مطبوع۔

۴۔ چند فقہی احکام کے اِصلاح طلب پہلو۔

۵۔ "حدائقِ بخشش" پر ایک اعتراض کی حقیقت، کل صفحات: ۰۵۔

۶۔ "مسافتِ قصر" مختلف آراء کا جائزہ، کل صفحات: ۱۵۔ غیر مطبوع۔

۷۔ تفسیرِ قرآن باشعارِ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ، کل صفحات: ۰۵۔

۸۔ عقیدۂ ختمِ نبوت، اُصولِ اربعہ کی روشنی میں: (افاداتِ رضا کی روشنی میں) ناشر: فدائیانِ ختمِ نبوت پاکستان۔ طبع اول ۱۴۳۴ھ۔ ۲۰۱۲ء۔ کل صفحات: ۴۴۔

۹۔ محدثِ سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: ناشر: ماہنامہ معارفِ رضا، کراچی۔ کل صفحات: ۱۸۔

۱۰۔ **التعليقات الرضوية على فتاوى قاضيخان:** تحقیق ودراسۃ وتعلیق۔ ناشر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، طبع اول ۱۴۳۶ھ۔ ۲۰۱۴ء۔ کُل صفحات: ۲۱۶۔

۱۱۔ **التعليقات الرضوية على الفتاوى البزازية:** تحقیق ودراسۃ وتعلیق۔ غیر مطبوع، کُل صفحات: ۲۰۰۔

۱۲۔ **التعليق الرضوي على غنية المتملي:** تحقیق ودراسۃ وتعلیق (تحقیقی کام جاری ہے)۔

۱۴۔ **الإفادَاتُ الرَّضَوِيَّة فِي مَدْحِ الْأَمِيْرِ مُعَاوِيَة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:** (یعنی: ہمارے اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان درکُتبِ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) ناشر: ماہنامہ معارف رضا، کراچی اور ماہنامہ اعلیحضرت، بریلی (انڈیا)۔ کل صفحات: ۴۴۔

۱۵۔ ''ضروریاتِ دین'' (افادات رضا کی روشنی میں) غیر مطبوع۔

۱۶۔ اصطلاحاتِ نافعہ (کُتب رضا سے ماخوذ) (غیر مطبوع)

۱۷۔ افتراقِ اہلسنت کے اسباب (وصیت رضا کی روشنی میں)

۱۸۔ دورِ جدید میں تبلیغ دین کے مولانا احمد رضا کی دس وصیتیں۔

۱۹۔ محدثِ کامل کون؟

۲۰۔ امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت (چند جھلکیاں)

۲۱۔ ''لَمْ يَأْتِ نَظِيْرُكَ فِي نَظَرٍ'' نعت کا منظوم اردو ترجمہ۔

۲) شخصیات:

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان۔

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (غیر مطبوع)

۳۔ امام احمد بن محمد طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (غیر مطبوع)

۴۔ امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ شاہ عبد اللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ شیخ عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ علامہ زین الدین ابراہیم بن نجیم مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ علامہ عبد الحلیم بن امین اللہ لکھنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ مفتی محمد عبد اللہ نورانی حفظہ اللہ

۱۲۔ مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ (دار المبرور)

۱۳۔ محدثِ کبیر، وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳) تراجم عربی سے اردو:

۱۔ **أبواب السعادة في أسباب الشهادة**، (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا اردو ترجمہ بنام) شہادت کی فضیلت اور اُس کے اسباب، جمعیت اشاعتِ اہلسنت کراچی۔

۲۔ **نظم الدرر في سلك شق القمر** (علامہ عبد الحکیم بن امین اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کا ترجمہ بنام: شقِ قمر کا معجزہ، جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان۔

۳۔ **شرح الرسالة في بيان الكبائر والصغائر من الذنوب**، (محقق بحر ابراہیم بن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا اردو ترجمہ بنام) گناہ کی اقسام اور اُن کے احکام، جمعیت اشاعتِ اہلسنت کراچی۔

۴۔ **لمعات الأنوار في المقطوع لهم بالجنة والمقطوع لهم بالنار**، (شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا اردو ترجمہ بنام) جنتیوں اور جہنمیوں کے نام، جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان۔

۵۔ "ارشاد الخبیر" اردو ترجمہ "المعجم الصغیر"، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (غیر مطبوع)

۶۔ **الخصال المكفرة في الذنوب المتقدمة والمتأخرة**، امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، "گناہ بخشوانے والے اعمال" (غیر مطبوع)۔

۷۔ اسلام اور صحت، امام سیوطی کے رسائل کا ترجمہ۔ (غیر مطبوع)

۴) تراجم انگریزی سے اردو:

۱۔ سورۂ فاتحہ اور خلیفۃ اللہ، (مترجم) انگریزی تقریر مولانا فضل الرحمن انصاری، مکتبۂ علیمیہ کراچی۔

۲۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ عظیم، (مترجم) انگریزی تقریر مولانا فضل الرحمن انصاری، مکتبۂ علیمیہ کراچی۔

۳۔ خطباتِ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۱)، ناشر ادارہٗ تحقیق و نشریاتِ اسلامی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز، کراچی۔

۴۔ خطباتِ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۲)، ناشر ادارہٗ تحقیق و نشریاتِ اسلامی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز، کراچی۔

۵۔ Last Blow to Qadianiat مولفہ پروفیسر شاہ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ بنام "قادیانیت پر آخری ضرب"، ناشر فدائیانِ ختم نبوت، پاکستان۔

۶۔ خطباتِ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۳۰ خطبات) (غیر مطبوع)۔

۵) تحقیق و تخریج کتب:

۱۔ تحقیق و دراسۃ و تعلیق علی شرح عقود رسم المفتی، للعلامۃ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ۔ (زیرِ طبع)

۲۔ تحقیق و دراسۃ و تعلیق علی التفسیر السلسبیل، للامام المحقق عبد العزیز بن احمد پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ۔ (غیر مطبوع)

۳۔ تحقیق و دراسۃ و شرح و تعلیق علی نعم الوجیز، للامام المحقق عبد العزیز بن احمد پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہ۔ (غیر مطبوع)

۴۔ "مسلمان کی تعریف اور مرتد کی سزا" (مولفہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ) کی تحقیق و تخریج۔ ناشر فدائیانِ ختم نبوت، کراچی

۵۔ مبلغ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب و رسائل کی تخریج و تحقیق و ترتیب (تقریباً ۶۰۰ صفحات غیر مطبوع)

۲) تحقیقی مقالہ جات:

۱۔ آسان احکام میراث۔ (غیر مطبوع)

۲۔ اُمتِ مسلمہ میں مایوسی کے اسباب اور اُن کا حل (غیر مطبوع)

۳۔ **تحفة الرفاق في أحكام الطلاق**۔ طلاق سے متعلق آسان اور سلیس احکام۔ (غیر مطبوع)

۴۔ **تحفة الرفاق في ألفاظ الطلاق**۔ ساڑھے تین سو سے زائد اردو میں استعمال ہونے والے صریح اور کنایہ کے الفاظ کا مجموعہ اور اُن کے احکام۔ (غیر مطبوع)

۵۔ حدیث "یا اَبا عمیر" کے فوائد (غیر مطبوع)

۶۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر تاثیر حکمت (غیر مطبوع)

۷۔ الرحمن اور الرحیم کا معنی و مفہوم (غیر مطبوع)

۸۔ سفر نامہ (پاکستان ۲۰۱۴ء)۔ (غیر مطبوع)۔

۹۔ شریعت مطہرہ میں مُداراتِ خلق کا کردار (غیر مطبوع)

۱۰۔ عقیدۂ ختم نبوت پر اعتراضات کا علمی محاسبہ، جمعیت اشاعتِ اہلسنت کراچی۔ (جمعیت اشاعتِ اہلسنت، کراچی)

۱۱۔ ماہِ صفر اور ہمارا معاشرہ (غیر مطبوع)

۱۲۔ مرزائی لطیفے۔ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت سے متعلق، قادیانی کُتب سے جمع کردہ چند لطیفے۔ (غیر مطبوع)

۱۳۔ **مصباح المشکاۃ لمسائل الزکاۃ**۔ آسان و سلیس زکوٰۃ کے احکام و مسائل۔ (غیر مطبوع)

۱۴۔ توہمات کی دنیا: (معاشرے میں پائے جانے والے مختلف وہموں اور بدشگونیوں پر مشتمل مع احکام) غیر مطبوع۔

تادمِ تحریر مزید کئی کُتب پر کام شروع کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت کے ساتھ مزید تحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابو محمد اعجاز احمد، کراچی (عفی عنہ)

ادارہ تحقیق و نشریات اسلامی کی جدید مطبوعات

حقیقت اسلام

خطبات مولانا انصاری

خطبات مولانا انصاری

ادارہ تحقیق و نشریات اسلامی کی جدید مطبوعات

حقیقت اسلام

خطبات مولانا انصاری

خطبات مولانا انصاری